مثنوی بے مثال

مسمےٰ بہ

بزم وصال

جسے ایک شاعر عجم نے بفصاحت کلام ومضامین دلچسپ نظم کیا
اور سفیر باتوقیر انگلستان مقیم دار السلطنت ایران نے گورنمنٹ ہند
کو بطور تحفہ کے بھیجا اور ایک بڑے ذی علم انگریز نے اسپر تقریظ
لکھی اور اوسکی بہت تعریف کی اور گورنمنٹ سے حکم ہوا کہ یہ مثنوی
تمام احاطوںمین شائع کی جائے

لہذا

حسب الایماے جناب مستطاب معلی القاب کالن انی آر برونگ صاحب
بہادر ایم اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم اودہ

مطبع منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین چھپی

سنہ ۱۸۷۳ع

تقریظ بزم وصال مع فہرست

ہوئی چھپ کی تیار بزم وصال — رہی بارک اللہ نظم خیال
عجب مثنوی یہ دل آویز ہے — کہ ہر مصرعہ معشوق نوخیز ہی
ہر اک شعر اسکا ہی شعری شعار — ہر اک لفظ اسکا گل نوبہار
بیان ہی کہ ہی اک بیان طلسم — بنایا ہی کیا گلستان طلسم

یہ ہے جان فزا داستان سخن
کہ ہے باعث لطف صد انجمن

سبحان اللہ یہ وہ کتاب ہے جسکی جی جان سے صاحب زبان قدر کرتے ہین یعنی اہل ایران قدر کرتے ہین بہمین نظر وزیر ملکہ معظمہ واقع طہران دار السلطنۃ ایران نے از راہ قدردانی حضور گورنر جنرل کے پاس بھجوائی اور حضور ممدوح نے صیغۂ تعلیم کے تمام سررشتون مین پڑہنے پڑہانے کی بابت ہدایت فرمائی اول یہ کتاب عجائب خانہ ہندوستان مین رکھی گئی اور بنظر استفادۂ عام اطلاع دی گئی کہ جو شخص چاہے اوسکی نقل مل سکتی ہی اے سی بیلی صاحب بہادر سی ایس آئی سکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا کی چٹھی جو بنام صاحب چیف کمشنر بہادر ملک اودہ وصول ہوئی اوس سے اور نیز انتخاب کتاب سے صاف عیان ہے کہ یہ کتاب کس رتبہ کی ہے اور اسکے مصنف عالی دماغ کا کیا پایہ وشان ہی اس امر کا لحاظ فرماکر جناب منشی نولکشور صاحب مالک مطبع اودہ اخبار نے تجویز کی کہ ایسی بے مثل کتاب کا چھپوانا ایک

دریاے فیض کا بہانا ہے لہذا حسب صلاح جناب فیضمآب والا گہر مہادر سررشتہ تعلیم صوبہ اودہ کے منشی صاحب عالی ہمت نے اس گران بہا اور دلکش مثنوی کی طبع کا بیڑا اوٹھایا اور نہایت درجہ کی تصحیح کے ساتھ عمدہ کاغذ پر خوشخط چھپوایا الحمد للہ کہ درنیولا یہ گنجینہ فراست وخبرت بکمال آب وتاب قالب طبع سے مجلے ہوکر نمایان ہوا اور ہجوم شوق کی گرمی بازار سے خریدار اس کا ایک جہان ہوا واضح ہوکہ یہ کتاب بزبان فارسی نظم مین لکھی گئی ہے اور اسمین چار ہزار پان سو اشعار سے کچھ زیادہ ہین **بزم وصال** اسکا نام ہے جو اسم بامسمیٰ ہے ہرچند مصنف نے تینتس بزم یعنی مجالس پر اس کو تمام کیا ہے اور ۳۶- بیان ہین لیکن صاف صاف ذکر صرف ۱۷- بزم کا ہے اور ۲۵- بیان کے اخیر مین سلسلہ حکایت کا منقطع ہوکر مصنف ایک اور حال بیان کرتا ہے۔ اب ہم مختصر طور پر ایک تہوڑا سا ذکر اوسکے مختلف بیانون کا حوالہ قلم کرتے ہین جس سے ناظرین کو اوس کتاب کی اجمالی کیفیت حاصل ہوگی (یہ اوس انتخاب کا لُب لباب ہی جو گورنمنٹ ہند مین کیا گیا تہا)

بیان اول

بطرز ناقل ودل حمد خدا و نعت نبی منقبت علی کرکی کتاب کو شروع کیا ہی

بیان دوم

سبب تالیف کتاب بیان کیا ہے جس سے عام مصنفون کے موافق مصنف نے دو باتون کی آرزو کی ہے۔
اول یہ کہ یہ کتاب یادگار رہے۔

دوم ـ جن عمدہ باتون کے مصنف نے اوپر عادات اور قاعدہ شاہان نامدار اور بزرگان کبار کے بیان کیا ہے اوس سے غرض یہ ہے کہ اسکو پڑہ کر لوگ نصیحت حاصل کرین اور خاص کر لڑکے نیک آدمیون کی پیروی کرین اور بُری باتون سے باز رہین

بیان سوم

اسمین مصنف کی بعض بعض عزیزون اور دوستون کا حال اور ایک سفر کا مذکور ہے ـ

بیان چہارم

اسمین بہی ایک سفر کی کیفیت ہے اور غارتگرون کے حملہ کرنے اور قافلہ سالار کی جوانمردی سے اونکو زک دینے کا واقع حوالہ قلم ہے ـ یہ افسر مصنف کا دوست ہے اور اوسکی تعریف شاعرانہ طور پر بہت خوب کی گئی ہے ـ یہ شخص ہر ایک دن کے تین حصے کرتا ہے اور ہدایت کرتا ہے کہ ایک حصہ کاروان کی سفر کرنیکا ہے اور دوسرا حصہ واسطے رفع ماندگی اور کسل راہ دور کرنے کے اور تیسرا حصہ صنائع حقیقی کے صنائع و بدائع کا حال دریافت کرنے اور مختلف اشیاء موجودات کی تحقیقات کے لیے ہے ـ یہ شخص مصنف کی طرف مخاطب ہوکر درخواست کرتا ہے کہ تم اس نظم مین جو کچھ کہ تمنے دیکھا ہے بیان کرو پس مصنف خوش ہوکر ایک سنجیدگی اور عمدگی کے ساتھ اقسام انصاف کا حال بیان کرتا ہے

بیان پنجم

اسمین ایک عمدہ نتیجہ عمل انصاف کا مرقوم ہے ـ

بیان ششم

کاروان ایک چہوٹی سی گانون موسومہ جواگ کو جاتا ہے جہان پر
رہنماے کاروان ایک پسندیدہ سبق انصاف کا برتاؤ کرتا ہے
باشندے اس گانون کے مسافرون کے پاس بعد فراغ طعام
بزم مین جمع ہوتے ہین اور مصنف سے درخواست کیجاتی ہے
کہ صاحبان بزم کو چند باتون سے آگاہ کرے کہ وجہ پیدایش
کی کیا ہے اور پیدا کنندہ کے اوصاف کیا ہین اور انسان کو حیوان
پر بزرگی کیون دی گئی اور خداوند تعالے کو انسان کے پیدا کرنے
کی وجہ کیا تہی اول پیدایش دنیا سے کل چیزین موجود تہین یا نہین
اور اگر تہین تو ظاہر تہین یا نہان تہین اور آدمی کیون مختلف
درجون پر پیدا ہوتے ہین یعنے بعضے شاہ اور بعضے فقیر مصنف
یہ جواب دیتا ہے کہ ایسی باتون کا استفسار نہو تو بہتر ہے کیونکہ
نتیجہ قرار واقعی نہین حاصل ہوسکتا ہے اور کہتا ہے کہ کل چیزین
واسطے آدمی کے پیدا ہوئی تہین جیسے کہ کمرہ عروس سجایا جاتا ہے
واسطے عروس کے اور جو چیزین کہ پیشتر پیدایش نبی کے پیدا کی گئی
نہین وہ فقط اوسکے جلوہ کا عکس تہا بعد ایک جہلک جلال
خدا کی تہی اور بعد اسکے سب چیز تا زیک معلوم دی اور بزرگی
انسان کی اوپر حیوان کے بوجہ تعقل کے ہے خدا تعالی کا کوئی
ذاتی فائدہ یا خواہش عوض کی نہین تہی جسوجہ سے آدمی
بنایا جیسے کہ سمندر اپنی لہرون سے طالب نہین ہے یا سورج
اپنی روشنی سے جو کہ تابان ہے برابر اوپر کہہ ومہ کے البتہ

مخلوق کی خواہشین بے شمار اپنے اپنے درجون کے موافق ہین -

بیان ہفتم

بیان پر ایک تمثیل بیان کی ہے کہ دو بیٹے ایک شاہ کے شکار کھیلنے گئی ور اپنے ہمراہیان کو بہت پیچھے چھوڑ دیا اور سوار گئے وہان تک جہان سے گھوڑے آگے نہ چل سکے اور بیابان پر رستہ بھول گئے تب تو گھوڑون پر سے اوتر کر بیادہ پا چلے بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے دو فرسنگ آگے تھا اوسکو چورون نے پکڑ کر بہت مارا اور اسباب چھین لیا بعد کو یہ ایک گانوین پہونچا اور وہان ایک عورت نے اسکو بیٹا بنایا جسکے اولاد نتھی اور اوسکی شادی کی اور لڑکے بھی ہوئے چھوٹے بھائی کو بھی چور ملے اور اسکو بھی مار کر اسباب چھین لیا بعد چند حادثون کے اسکو ایک بادشاہ نے متبنی کیا اور وہ شاہ جادوگرون کا تھا الخ

بیان ہشتم

کاروان آگے بڑھا اور بمقام ونخان مقیم ہوا جہان پر تین یوم قیام و آرام کیا اور سرد سرد ہوا کھائی اور بہت سے فوارون اور اشجار سایہ دار کا لطف دیکھا مصنف نے پھر پوچھا کہ تم سمجھاؤ کہ خداوند تعالے جو بے نیاز ہے وہ کیلیے اپنے بندون سے اطاعت چاہتا ہے - اور پیغمبرونکے بھیجنے سے کیا غرض ہے - مصنف نے اسکا جواب دیا ہے -

بیان نہم

راستی اور سچائی کے خزانہ کی جستجو کی تمثیل -

بیان دہم

اسمین ایک شکار کا بیان ہے اور گفتگو درمیان مصنف و افسر کاروان کے درباب جواز شکار کے ۔

بیان یازدہم

یہ ایک کہانی ہے جسمین شکار کہیلنے کی برائیان ہین اور ناحق زخمی کرنا بے قصور جانورون کا ۔

بیان دوازدہم

اسمین بیان ہے ایک بزم خوشی کا جو کہ مسافرون نے ترتیب دی تہی ۔

بیان سیزدہم

اسمین بیان ہے کہ ایک شہزادہ کسطرح پر حیرت ناک رہا اور پردار پیدایش انسان کے اور اسوجہہ سے کہ کیونکر انسان چلتا پہرتا ہے اور بولتا ہے چنانچہ ایک جلسہ کا بیان ہے کہ جس روز ایک پتلی والے کو پتلیان نچاتے دیکہا تو اول اس نے جانا کہ پتلیان خود ناچتی ہین بعدہ معلوم ہوا کہ ایک شخص ہاتہہ سے نچاتا ہے اور بذریعہ ایک آدمی کے یہ کل حرکتین کرتی ہین جسکے ہاتہہ مین ڈوریان ہین اور پس پردہ کام لے رہا ہے بعد دریافت اس کیفیت کے اوسکا وہ شک رفع ہوگیا اور یہ سمجہا کہ گروہ آدمی کا بہی ایک نوع کی پتلیان ہین جو اوسکی دست قدرت مین ہین یہ سمجہہ کر اس نے دنیا کو ترک کیا اور تخت و تاج چہوڑ کر فقیر ہوگیا ۔

بیان چہاردہم

کاروان کا مقام کان فیروزہ پہونچنا اور وہان اسپر فائدہ سخاوت کے گفتگو ہونا۔

بیان پانزدہم

اسمین بیان سخاوت کے نیک نتیجہ کا ہے اور نیز یہ کہ کہین اسکا ثمرہ تلف نہین ہوتا۔

بیان شانزدہم

اسمین ایک مختصر سا بیان اوپر فائدون تعلیم کے ہے۔

بیان ہفتدہم

کاروان مقام اصفہان مین پہونچا اور حسب قاعدہ مصنف سے کہا گیا کہ بزم مین کچھہ نصیحت آمیز گفتگو کرین بعد کچھہ نصیحت کے گفتگو ختم کی اور عمدہ تعلیم کا فائدہ بیان کیا۔

بیان ہیجدہم

کاروان مقام وزکی گرد مین پہونچا اور یہان پر جنگ و جدال افسر کاروان اور اوسکے بہائی سے ہوئی جو اتفاقیہ مل گئے تھے چنانچہ ہر دو جانب سے کچھہ آدمی مارے گئے بعد کو درمیان دونون برادران کے ملاپ ہوا بڑا بہائی جو کہ افسر کاروان ہے وہ مصنف سے پوچھتا ہے کہ بہادری کے کیا معنی ہین اس درمیان یہ جا کر سو رہا اور چھوٹے بہائی کو گفتگو سننے کے لیے چھوڑ گیا

بیان نوزدہم

اسمین بیان ہے کہ جوانمردی کے کیا معنے ہین پس مصنف اوس جنگ کا

حال بیان کرتا ہے جو درمیان حضرت علیؑ ابن ابی طالب اور ابوسفیان کے جو کہ درمیان مکہ معظمہ و مدینہ کے سنہ ہجری مین ہوی اور وہ مشہور ہے غزائی خندق جہان پر کہ علیؑ ابن ابی طالب نے اپنے ہاتھہ سے خلف ود کو مارا تھا جو کہ مثل دیوزاد کے تھا اور جنگ آزمودہ تھا۔

بیان بستم

دوسری رات کو خیمہ گاہ مین بزم آراستہ ہوئی اور خوشی کی بیت بروقت دیکھنے ساقی و شراب کے ایک عالم سکوت مین بیٹھا او سوقت مصنف سے وجہ سکوت دریافت کی۔

بیان بست و یکم

اسمین عجیب و غریب ایک دوست کے سفر کا قصہ ہے جو دور دراز سفر کرکے اور دنیا سے نبرا ہو کر آیا ہے مع دیگر حالات کی

بیان بست و دوم

دوسرے روز عشرہ ذی حجہ کا تھا جو عید قربان مشہور ہے بعد دستورات معینہ کے بزم جمع ہوئی اور مصنف سے دریافت کیا کہ خوشی اس دن کی کیون ہے اور کیون یادداشت رکھی گئی کہ حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند کو قربان کرنا چاہا تھا اور سبب بوسہ دینے حجر اسود کا پوچھا۔

بیان بست و سوم

اسمین تمثیلاً بیان ہے ایک بادشاہ کا جسکے ملک کی طرف ایک کاروان جاتا تھا اور بروقت پہونچنے قریب شہر کے

بادشاہ نے ایک قاصد بھیجا کہ وہ کاروان کا استقبال کرے
اور اونکو بلائے نزدیک براستہ شہر کا مع دیگر حالات کی۔

بیان بست و چہارم

کاروان کا دشت شرین و خسرو مین پہونچنا اور وہان ایک بزم کا
جمع ہونا اور ان دونون مشہور عاشق و معشوق کا حال دریافت کرنا
اور مصنف کا جواب دینا۔

بیان بست و پنجم

اسمین بیان ہے کہ ایک نوجوان مرد عاشق ہوا ایک نوجوان
عورت پر جس کو اوسنے غسل کرتے ہوے ایک چشمہ پر دیکہا بیان
اسکی محبت کا عام مین مشہور ہوا لڑکے کے مان باپ نے واسطے
رفع بدنامی کے ظاہر کیا کہ لڑکی اوس چشمہ مین نہاتی ہوئی ڈوبکر
مرگئی بروقت سننے اس بات کے وہ نوجوان وہین ڈوب کر مرگیا
جہان پر کہ اوسنے جانا کہ یہان پر ڈوبی ہوگی اس کے بعد اوس
لڑکی کا غرق ہونا۔

بیان بست و ششم

ایک زلزلۂ عظیم کا بیان ہے جو شہر شیراز مین درمیان آخر ہفتہ
ماہ شوال ۱۲۳۹ہجری کے آیا تہا اور اوس سے بہت مکان
گر پڑے تہے منجملہ اوسکے مکان مصنف بہی گر پڑا تہا بعد کو
مصنف ثناخوانی بادشاہ فتح علی شاہ کا ثناخوان ہی جنہون نے
۱۲۳۵ء مین قضا کی اور اون کی بجاے اون کا فرزند
نصیر الدین تخت نشین ہوا جس سے انہون نے استدعا کی تہی

کہ دش برس کا ٹکس معاف ہو جاوے بعد کو اور مختلف بیان ہے۔

بیان بست وہفتم

اسمین تونگری کا بیان ہے۔

بیان بست وہشتم

اسمین ایک قصہ تونگری کا مذکور ہے۔

بیان بست ونہم

اسمین مصنف بیان کرتا ہے کہ ایک رات خضر میری ملاقات کو آئے تھے اور اونہون نے ایک قصہ بیان کیا اور کہا کہ عام مین مشہور کیا جاوے وہ یہ ہے۔

بیان سی ام

ایک شاہ کے دو بیٹے تھے بروقت قضا کرنے اس شاہ کے دونون مین ملک تقسیم کیا گیا۔ الخ۔

بیان سی ویکم

اسمین حال بغاوت ایک سردار کا بیان ہے مع دیگر حالات مفصل کے۔

بیان سی ودوم

اسمین جلسۂ شادی کا بیان ہے۔

بیان سی وسوم

مصنف بیان کرتا ہے کہ میری نہایت آرزو ہندوستان کے سفر کی تھی کیونکہ اس نے بہت سے صاحبان انگلستان سے

فارس مین ملاقات کی اور اون کو اسنے نہایت ذی شعور پایا تھا اسواسطے سنہ [illegible] ہجری مین مصنف بندر ابوشہر مین داخل ہوا اور وہان پر شہزادہ تیمور کا ظلم وستم کرنا۔ اور اور مختلف حالات۔

بیان سی وچہارم

دنیا کے چیزون کی بے ثباتی وبے بنیادی کا بیان ہے مع دیگر حالات کے۔

بیان سی وپنجم

کربلا کی لڑائی کا بیان ہے جو عشرہ محرم کو سنہ ۶۱ ہجری مین ہوئی تھی جبکہ حسینؑ فرزند علیؑ شہید ہوے تھے۔

بیان سی وششم

اسمین بیان ہے حالات حسینؑ کا کہ بیشتر تشریف لیجانے جنگ کے کس کس طور سے وہ اپنی رشتہ دار عورتون سے جدا ہوے تھے اور خواب مین دیکھنا اپنی مادر بزرگوار کا اور ارادہ مصمم کرنا جنگ کا۔

یہان پر کتاب ختم ہوئی۔

القصہ جو لوگ یہ مذاق رکھتے ہین وہ نہایت تعریف کرتے ہین اور یقین ہے کہ اسکو سب صاحب پسند کرینگے کیونکہ یہ کتاب نہایت درجہ دلچسپ ہے۔

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان



بزم وصال

در مطبع نامی منشی نولکشور بطبع مزین و مقبول اہل جہان شد



بسم الله الرحمن الرحیم

حمد باری تعالی

جهان آفرین را سزد آفرین / که گسترد و افراشت چرخ و زمین

همه آفرینش بفرمان اوست / فروزان خرد گوهر کان اوست

جهان را گهی دی کند گه بهار / گه از شاخ برگ آورد گاه بار

چه از مرغ و ماهی چه از دام و دد / هم او آفریند هم او پرورد

خرد کو بگنج هنر شد کلید / نخستین بفرمان او شد پدید

صدف را ز نیسان کند بارور / کند قطره را گوهر شاهوار

فلک را ز اختر کند همچو باغ / چمن را ز گلبن کند چون چراغ

شکسته کند کس نیارد ش بست / درست ار کند کس نیارد شکست

ز هر جانور برگزید آدمی / شرف دادش از مردم مردمی

ز مردم گروهی برآورد بیش	که تا دیگران را بخوانند پیش
یکی را که از همگنان بیش دید	پسندیش به پیغمبری برگزید

در نعت احمد مختار صلی الله علیه وسلم محبوب کردگار که وجودش درین عالم بی مدار باعث دار و مدار

محمد که بر انبیا سرور است	جهان آفرین را پیام آور است
شده خلق را پیشوائی طلب	سپهر جلال آفتاب عرب
ز تیغش جهان پر ز مرد و زن	جز او کیست پیغمبر تیغ زن
دو دریاست دست دلش در وجود	یکی بحر دانش یکی بحر جود
جهان تا جهان رسم و آئین اوست	زمین و زمان پیرو دین اوست
هزاران درود از خداوند او	بر او باد و اصحاب و پیوند او

منقبت اسد الله الغالب مطلوب کل طالب ذی المناقب علی ابن ابیطالب علیه السلام

ابو شبر و علی شیر پروردگار	مهین پیشوا صاحب ذوالفقار
در شهر دانش در بحر جود	بهین گوهرش آمد از بحر جود
شهی کو چو تیغ دو پیکر گرفت	سر از اژدر در خیبر گرفت
اگر باغ دین دست کشت علی است	ولی تازه از آب تیغ علی است
یکی حکم آور یکی حکمران	وزین دو برآرنده کار جهان
خدا جوی حق گوی یزدان شناس	ز دینداریش دین شده در سپاس
برو بر شمارش ز ما یاد باد	ز درخواه او جان ما شاد باد

سبب تالیف کتاب میمنت انتساب گوید

مرا این نغز گفتار دلکش بیان	که آوردم از هر کرانه میان

اتا او چو من دل به دیده و رشد استم / بود چیزگران در نظر داشتم

نخست آنکه ماند ز من یادگار / سخنهای سنجیده در روزگار

ز اندرز یزدان شرحی و پند / که خلق خدا را بود سودمند

ز آئین شاهان و رسم روان / طریق بزرگان و بخردان

ز رسم سخن گفتن باستان / ز هر گونه پرداختن داستان

که این رسم و راه از جهان برفتاد / هنرپرور از این گونه دیگر مباد

پند دادن به فرزند دلبند و نام نهادن این مثنوی فرخ پیوند

دگر پند و اندرز فرزند را / گرانمایه پور خردمند را

که بر راه آزاد مردان رود / به آئین آزادگان بگرود

گر آید به پیوند آزادگان / نه با سفلگان دون نژادگان

که آزاده گر سنگ بر سر زند / به از سفله گر سر به افسر زند

چو من کز بزرگان صفا دیده‌ام / همه مردمی و وفا دیده‌ام

تمنای ایشان همی خواستم / بزرگانه بزمی بیاراستم

نه بدگوهر دون سخن چین در او / نه راه دغا کار و خود بین در او

گروهی در او جمله مهر و وفا / همه پاکی و سادگی و صفا

ز کس تا نه پرسی نه پاسخ دهد / چو پاسخ دهد رای فرخ نهد

چو بزم وصال آنچه ناید ملال / ازان کردمش نام بزم وصال

و درین بزم گلگشت چو خرم چمن / ز روحانیانست شمع انجمن

همیشه از چشم بد دور باد / ز چشم بد اندیش مستور باد

بیان صحبت با یار گلگسار و توصیف کردن او [illegible]

یکی یار آزادگان داشتم که مهرش بدل همچو جان داشتم
مرا چهر او روز نوروز بود شبم روشن و روز فیروز بود
به بزم و به رزم و به مهر و به جنگ خداوند دست و دل و هوش و هنگ
گرفته جهان از رخش فال خویش امل جسته از دستش آمال خویش
ز کوهی گران بیش در سنگ بود تو گفتی کتابی ز فرهنگ بود
درخشنده مهری سپهرش جلال بلند آسمانی و مهرش جمال
ببالا یکی سرو بن بد جوان ز فرزانگان و ز ورزگر آن
گران
بدان جاه و منصب بتقوی اضرع گزین تو گفتی سپهری بود بر زمین
یکی پارسی ترک با فر و هوش بمغز اندرش بود گفتی سروش
شهنشه بر او آفرین خوانده ورا نامدار مهین خوانده ❖
امیری هشیوار و فرزانه دلیری خردمند و مردانه
خداجوی و خوش خوی و صاحب هنر پدر بر پدر پاک و والا گهر
تو گوئی از و تازه دارد جهان همه رسم و آئین نوشیروان
رعیت از و خانه آراسته بصد آرزوش از خدا خواسته
فلک بر رکابش جنیبت کش است زمانه از و با نوائی خوش است
گرش طعنه گوئی گهر بخش دست خورد زخم و چون کوه رنجش بدست
به خاصان یزدان همی خوی داشت ازان رو که جانی خداجوی داشت
به مهر اندرش جان من بد گرو که رائی کهن داشت با بخت نو
شب و روز در بزم او جای من دو بالا از و بود والای من
بروییم همی مجلس آراستی همه آرزوی مرا خواستی ❖
من از جان شده بودش مدح خوان چو بلبل با شکوفه بوستان

بباغش که زان خلد بُد وام خواه / مرا بیشتر بودی آرامگاه
بهاران چو گل سر کشید از درخت / چو بلبل کشیدم بدان باغ رخت
چنان تا بشد ماه اردیبهشت / ز گل گشت آن باغ رشک بهشت
گهی سبزه فرشم شدی در چمن / گهم خیمه بر سر زدی نارون
تو گفتی بمن همت پهلوان / زمین کرده اطلس هوا پرنیان
به تنگی چو رو کرد عیش فراخ / زر افشانی از دستش آموخت شاخ
بدو گفتم ای آسمانت زمین / فلک سوده بر آستانت جبین
نه بینی که زین بوستان خرمی / چو عمر بداندیش شد در کمی
همه برگ ریزان کند شاخسار / چو تیغ سر افشانت در کارزار
گلستان بخورشید دمساز شد / ره پرتو اندر چمن باز شد
چمن سوخت خواهد ز خُرداد ماه / شود زرد چون چهر دشمن گیاه
ز بی برگی گلشن اینم بست / که بی برگ نتوان بعشرت نشست
بیزدان همی کرد باید سپاس / که کردست ملک ترا بیقیاس
همه مرغزار و همه چشمه سار / بدل روح بخش و بتن سازگار
بصحرا کنون گشت باید یله / بگشت چراگاه و اسپ گله
بینداز و افگن ز بالا و زیر / گهی کبک و تیهو گهی غرم و شیر
گذاران گذر کن گهی بر رمه / که داغ تو دارند بر تن همه
چنین تا فسرد زنده روزگار / رود در ترازو چو زر عیار
همه کام برگیر و بردار بهر / وزان پس عنان باز گردان بشهر
بخوشنودی من بپذرفت زو / که خوشنود باد از سپهر کبود
بفرمود تا بندگان تاختند / بسیج سفر را همه ساختند

تنی چند از آزادگان برگزید — بهمراهی خویشتن چون سزید
که اول رفیق است آنگه طریق — چنین گفت آن بر خلائق شفیق
یکی نامور بود داماد او — که آرامش دل بد از یاد او
جوانی خردمند فرخ سرشت — یکی سرو بن بد ز باغ بهشت
بسی بر نگشته سپهرش بسر — بدان سال اندک فراوان هنر
دبیری دگر نغز و ارزنده داشت — که جان را به پیمان او زنده داشت
نکوخوی و بینا دل و رای زن — جوان مرد و دانا و شیرین سخن
مرا سالها بود تا یار بود — بمن مهربان بود و غمخوار بود
سه دیگر یکی بد که گوی ظریف — بنرد محبت بدی حریف
بنرمی سخن گوی و آهسته گوی — پر از شرم جان و پر آزرم روی
چو شد راست کار سفر همچو تیر — بسیچ ره رفتم بدرگاه پیر
چه پیران جوان بخت و روشن روان — گواه درون موی کافور گون
چو پیر آتشی گشته افروخته — همه خرمن آرزو سوخته
ابوالقاسم آن شاه ملک فنا — که اندر دلش نیست غیر از خدا
سپید ابروانش بروی چو روز — هلالی است گفتی دو گیتی فروز
قمر چون خیش بودی آراسته — نگشتی بهر ماه اگر کاسته
شب قدر بودی چو مویش بصدر — اگر تافتی در شب قدر بدر
ز سیرش دو منزل وجود از عدم — ز سیرش دو آیت حدوث از قدم
ز پیری شده لعل الماس پوش — خضر ز آب حیوان او جرعه نوش
ز آغاز و انجام آگاه نیست — که در راه او این دو را راه نیست
از آن کرده خامش لب از گفتگوی — که در گفتگو ناید اسرار او هیچ

لبش منبع چشمهٔ زندگی ٭ دلش معدن گوهر بندگی

ز فرش زمین و زمان در امان ٭ دو محور زمین است و قطب آن

شده زاده چندان که ره یافته ٭ هم از گرد روی شه یافته

ز خود رسته تا خود صفا دیده است ٭ خدا را به چشم خدا دیده است

چو دستوری از حضرتش یافتم ٭ سوی همرهان وی بشتافتم

یکی یار دیرینه‌ام بود نیز ٭ شدم پیش او بهر بدرود نیز

هشیواری از تخم آزادگان ٭ مهین تن اوی از آدمی‌زادگان

که روشن دلی دانش اندوزد است ٭ همی خوی با دانش آموزد است

اگر نام جویی از آن نامجوی ٭ تبارزی ز شیر خدا نام جوی

خردمند مردی مهی سروری ٭ شده حکم فرما بهر کشوری

بسا روزگارا کز و روزگار ٭ بگشتی شده همچو خرم بهار

بسا کشور آسوده از داد او ٭ بسی خلق شاد از کف راد او

زاد و جواد او

هنوز آفرینش از و تازه است ٭ بگیتی ز نام وی آوازه است

هنوز آسمان یاد او میکند ٭ جهان عهد او آرزو میکند

هنوز آستانش فلک پایه است ٭ جهان را هنوز از کفش مایه است

هنوزش فلک وام خواهد ز قدر ٭ هنوزش قضا بار جوید به صدر

اگر ملکش از دست شد گو مرنج ٭ هنوز او ننازد به ملک و به گنج

خدا را سپاس خداوندیش ٭ که بر جاست ملک خردمندیش

دو بینیده او که یک بین بهی ٭ جهان را بجا می جهان بین بهی

بدست تبه کاری آمد تباه ٭ وزین درد شد روز مردم سیاه

برین رغو بینده زان کو است ٭ که بینیده ام را جهان بی ضیا است

ولی خورسندم کافرینندهٔ آتش — بدل بر فزود آن فروزندهٔ آتش
مرا گفت شو دیده برگشته‌ای — و یا از رهِ مهر برگشته‌ای
مکن کاین نه راه وفاداریست — همه شیوهٔ مردم آزاریست
بدوری گذشتیم از سال سی — عراقی شمارد مرا پارسی
پس از روزگاری که باز آمدم — بدیدار یاران نیاز آمدم
بجائی وفاها که با من کنی — کمربندی و ساز رفتن کنی
بسی ساله دوری میفزا دگر — که خوش نیست دوری ازین بیشتر
بعذر آوری گفتم ای نیکمرد — زمانی ز انصاف واپس مگرد
تو سی سال بر من وا داشتی — که با درد و دوریم بگذاشتی
ببستی و زه دوری باید ساخت — که تا قدر سی ساله هجران شناخت
زمانه بسی منتت بر نهد — که سالی بروزیت کیفر دهد
و دیگر که در زیر این ساده طشت — که یا روز اندازه اندر گذشت
بگرامر زیدان چه جای منی است — که این زشت خوئی و آهرمنی است
بگفتیم و پدرود کردیم و خاست — جهان سر بسر آرزو و هواست
ز اندیشه گیتی بیاراسته است — خوش آن دل کز اندیشه پیراسته است
ز دل بیخ اندیشه برکند می — پدر را یکی نغز فرزند می
کدامین پدر آنکه پاک از هواست — همه سادگی جمله نور و صفاست
به نیرنگی از رنگ بی پرده است — درون تازه و بیرونش افسرده است
همه رنگ‌ها زیر پی ساخته است — که در سادگی گردن افراخته است
گواهی اگر خواهی ای دل برین — بهشتم فلک بین و چرخ برین
بده ساقی آن دختر شیرزن — که آتش فسرده و رستم گوزن

نگر پیشهٔ شیر اندیشه رانم	بسوزم بپردازم این پیشه را

بیان جدا شدن از آن پری بهشتی و سفر کردن از نزد او و رسیدن در باغ از میوه مملو

بباغی فرود آمدیم از نخست	که میوه به حیلت بداو راه جست
بهشتی خوش و نغز آراسته	ز میوه در او آنچه دل خواسته
به سیبش صبا بر نیفشانده گرد	یکی نیمه سرخ و دگر نیمه زرد
تو گفتی که گل چهرگان فرنگ	فکنده بسر چادر دو رنگ
بگرد اندرون زرد چهره بهی	چو نوخطی از رنج رود رهی
تو گفتی یکی حقهٔ کهرباست	پراگنده دهقان ز مشک خطاست
کفیده انار از بر شاخسار	همه باغ را کرده یاقوت بار
مرودش شده راحل یاقوت روح	چو مریم که آبستن آمد بروح
همانا که دهقانش هنگام آب	بپای انگبین ریخت یا گلاب
عروسانه کافور گون شفترنگ	بچهره را داده از غازه رنگ
شده طارم تاک بار آورش	سپهر ثریا همه اخترش
همه مشتری رنگ مریخ فش	چو زهره شده مایهٔ عیش خوش
لب پسته اش با شکر خنده بود	شکر پسته اش را بجان بنده بود
شده نخل عناب چون نخل طور	به بیننده آتش نموده ز دور
در آن باغ خرم به عیش طرب	یکی روز کردیم با هم بشب
چو خورشید گشت از رواق بلند	زمانه بپوشید مشکین پرند
جهان شد چو زنگی قطران فرش	دد و دام از وحشت شب خموش
درخشان در آن شب سهیل یمن	چو رائی صواب از دل اهرمن
شب تیره گون بود گفتی غراب	همه جنبه او [illegible] عناب

به فرمود پس پهلوان گزین ❁ که بر تازی اسپان نهادند زین
جنیبت کشان برکشیدند تنگ ❁ بشبدیز و یوز و سمند و کرنگ
سرافراز بر پیله جا نمود ❁ چو خورشید رخشان بچرخ کبود
یکی تیز تازنده تازی کهر ❁ مرا بر نشانید آن نامور
براه اندر افتاد خیل و بنه ❁ ز سودای منزل نه خواب نه
همه شب من و چند فرزانه اش ❁ نه خواب بستم ز افسانه اش
چو شد زان شب تیره گون نیمه پاس ❁ به پیش اندر آمد ره پر هراس
یکی سخت ره پر فراز و نشیب ❁ گریزان از و دیو با صد نهیب
کریوه کریوه همه سنگلاخ ❁ سم تازی اسپان از و شاخ شاخ
یکی کوه یا برز البرز داشت ❁ کی البرز ز افسان وی بر داشت
سر افگنده گردون بپیما را او ❁ که گنجیدی اندر بن غار او
سپهر از برش ره باندیشه داشت ❁ که در بار خور ز اختران شیشه داشت
ز تیغش نمودی فلک چون دره ❁ چراغ اندران دره گاو بره
بدو بر ز شیب و فرازش همی ❁ رمی کرده گردون و گردون رمی
بلندیش آسیب پهلوی ماه ❁ دراز پیش بیش از سه فرسنگ راه
ازان دیولاخ و ازان سخت کوه ❁ سواران تنگ و ستوران ستوه
چو یک نیمه شد زان شب پر نهیو ❁ بر آمد بناگاه بانگ غریو
پیاده گروهی ز ایلات کر ❁ سر از هوش خالی دل از کینه پر
سر ره گرفتند بر سرفراز ❁ چو آید بشیر از کمین گراز
چنان آتش افشان شدند و تفنگ ❁ که چون سوز گشت آتش تیز رنگ
ندانسته کان شیر پرخاشخر ❁ نه شیری است کاهسته گر ز آتش خزد

پراکنده شد آتش تابناک ❊ چراغی فروزان براه هلاک

چو دید آن سرافراز مرد دلیر ❊ که گرگان کمین کرده بر نره شیر

بفرمود تا آتش افشان شدند ❊ بکشت عدو برق رخشان شدند

خود از کین برآهیخت برنده تیغ ❊ خروشان بکردار برنده میغ

پیاده شد از تازی اسپان گروه ❊ که نتوان سواره برآمد به کوه

ستاره دران ماند اندر شگفت ❊ که سیلی چنان راه بالا گرفت

چو دشمن چنان دید بنمود پشت ❊ که نتوان درفش آزمودن بمشت

کفی خاک چون ابر بالا گرفت ❊ که با ابر نتوان زد این شگفت

بناگه چو شد ابر گوهر فشان ❊ ازان گرد نگذشت نام و نشان

کمین کرد زو به بشیر عرین ❊ همانا بر او گرم شد پوستین

بهر پای نتوان نمودن ستیز ❊ بسا پای کامد برای گریز

پی شیر باید که تازد آورد ❊ پی گور مانیم جان در نبرد

چو از دشمنان ره بپرداختند ❊ تکاور به بیضا روان ساختند

چو بنواخت نوبت زن بام کوس ❊ بگوش اندر آمد خروش خروس

بشد خسرو زنگ و محمل به پشت ❊ شه روم آمد بجایش نشست

بمنزل رسیدیم ازان راه دور ❊ همه خسته جان از سوار و ستور

سر و تن بشستند هر یک ز گرد ❊ جهاندار را هر یکی یاد کرد

غنودند زان صبحگه تا بچاشت ❊ که یک خسته زان خواب سر برنداشت

برآمد سر از خوابشان نیم روز ❊ ز بس گرم بفروخت گیتی فروز

چو برخاست سرها ز خواب گران ❊ خورش راست کردند خالی کران

زبان لقمه و نور شهد و کره ❊ کباب از بر کبک و ران بره

غرنده

ز هر گون شراب و ز هر گون طعام | پذیرای طبع و گوارای کام
درون چون بپرداختیم از خورش | که تن را بود از خورش پرورش
جهانجوی را او شیوا ز مرد | سه بهره شب و روز را بخش کرد
یکی بهره بر راه پیمودنش | دوم بهره از بهر آسودنش
سوم بهره با مرد آموزگار | نشان جستن از گردش روزگار
سخن گفتن از کار و بار جهان | برآوردن رازهای نهان
مرا گفت پس راه پیموده ایم | ز رنج درون بختی آسوده ایم
کنون جای گفتار باز است | که گوش و دل ما باندر زیست
سخن راندم از داد بروی نخست | که بیدادگر ره به مینو نجست
بدو گفتم ای آسمان بلند | مبادا بجان ز اخترانت گزند
همه با دل خرم و شاد زی | ز رنج و غم گیتی آزاد زی
فلک تا بود بر مراد تو باد | همه هر چه گویم به یاد تو باد
ترا ملک یکما به یکساله باد | دل بدسگالانت پرکاله باد
جهان بگذرد نیک و بد هر چه هست | بد و نیک مان باز ماند بدست
بحشر اگر نیک اگر بد رویم | همان گشته خویشتن بدرویم
خداوند را راست فریادرس | که بر بندگانش نبود دادرس
ز مظلوم مستان بظالم مده | به بیهوده تن در مظالم مده
پسندی که یک تن بود از تو شاد | جهانی بنفرین کنند از تو یاد
یکی را بزرگی و جاه و جلال | که خوردان شوند از وی آشفته حال
دگر نه ز شاه و گدا فرق چیست | که این هر دو در آفرینش یکیست
اگر آنچه گیری ترا روزیست | تو مستان که او خود بیاید بدست

گرت نیست از هیچ گیری زکس ‏ ‏ ‏ چو مال تو نبود و بالست و بس
جهانجوی پرسید کاین راه چیست ‏ ‏ ‏ بگوی ور ز حق گفتن آید بایست
بدو گفتم ای مایهٔ سروری ‏ ‏ ‏ که دانی و پرسی ز نیک اختری
دو گونه است راه ای هنرافراز مرد ‏ ‏ ‏ بگویم چو دانستی از وی مگرد
یکی آنکه از نامهٔ باستان ‏ ‏ ‏ بخوانی فراگیری آن داستان
که یزدان پرستان خداپی بوده اند ‏ ‏ ‏ چگونه ره داد پیموده اند
تو نیز آن روش پیشهٔ خود کنی ‏ ‏ ‏ به نیکان نکوئی به بد بد کنی
دگر آنکه از خویشتن داری ‏ ‏ ‏ دل پاک بر پاک یزدان نهی
چو رفت از دلت خوی آهرمنی ‏ ‏ ‏ ببیند رفت آئینه ات روشنی
فروغی ز یزدان در آورد کند ‏ ‏ ‏ دل و جانت را از ره آگه کند
کنی هرچه آن پس به بینش کنی ‏ ‏ ‏ همه داد با آفرینش کنی
بدانی کجا رهبر بایست بود ‏ ‏ ‏ کجا نیز باز رهبر بایست بود
اگر رهشناسی کرا ره دهی ‏ ‏ ‏ اگر ره شناسی وگر ره دهی
هراسان نباشد دلت یک نفس ‏ ‏ ‏ که آن کرده کردگارست و بس
تو راهی است کردار نیکو سرشت ‏ ‏ ‏ توانی شدن نیز تو ره بهشت
ولی دو همین راه پنهان و راست ‏ ‏ ‏ رونده در او نیز پنهان و راست
نه پیمایش از رهنمانی ز چاه ‏ ‏ ‏ رونده است بیننده در شاهراه
نخستین ره سخت راهی بود ‏ ‏ ‏ بهر گام او بیم چاهی بود
چو کوری که ره طی کند با عصا ‏ ‏ ‏ و یا دست و پابسته در شنا
بچه در فتد یا شود رستگار ‏ ‏ ‏ شود غرقه یا جا کند بر کنار

فهمانیدن ممدوح عالی همت به اظهار حقیقت شناختن نیت پاک فطرت

یکی تاجور در ختن شاه بود — که دور از تو بدکیش و گمراه بود

هوا بسته چشم خدابینیش — خدا کرده از لعبتی چینی‌اش

همه سر بپای صنم داشتی — وزان سنگ چشم کرم داشتی

بکاخ اندرش بود یک دلفروز — شبستان ازو گشته چون نیمروز

بالا بکردار شمشاد بن — بلب جادوانگیز شیرین سخن

دو ابروی او چون مه و سرو سهی — نجم گشته از باد او از مهی

دو عناب او گشته شکرفروش — شگفت است یاقوت گوهرفروش

دو زلفش بسان دو مار سیاه — که از گلستان جسته آرامگاه

ز ناوک فکن بهتر آهو به فن — دو آهوی او بود ناوک فکن

بگیسولش آهوی چین باج ده — که او مشک چین را تباراج داد

بجز نارپستان آن سیمبر — بگیتی کس از سرو نا خورده بر

بهر صبح کز خواب برخاستی — شه از روی او فال خوش خواستی

شبی بزم جشن می آراست شاه — بفر رخت ایوان ز تابنده ماه

می و مطرب و شمع و آوای رود — بگردون شد از کاخ بانگ سرود

به جام اندرون می ز می حباب — خور آورده پروین و ماه آفتاب

دف آورده ناهید محفل بکف — نهانی بر افشاند بر روی دف

دل نائی رویین برآورده جوش — رسانده برین چرخ رویین خروش

همین چنگ بودی در آن انجمن — گر از زمزمه پرده راندی سخن

ز هر سو پرستاری آیینه چهر — در آیینه‌اش گفتی افتاد مهر

می آورده ساقی و برپای جاست — برامش بیفزود و اندیشه کاست

ز مینای می آتش تابناک — فرو ریخت در ساغر آبناک

شگفت است کاتش در آب افکنند — وزین حیله آبی بر آتش زنند
بت شنگ دل در بر شاه بود — که دلدار شه بود و دلخواه بود
چو ساقی می اندر قدح ریختی — شکر لب به شهد لب آمیختی
به بیهودگی آنکه بسالار خویش — نیاسودی آنکه ز تیمار خویش
زهی مایه از بهر پایندگی — می کوثر و چشمهٔ زندگی
چو جان یافتا ز بادهٔ شان پرورش — گرائید تشنان بسوی خورش
پری چهره در خوان فرو برده دست — یکی استخوان در گلویش نشست
به پیچید کافتد ز کامش فرو — شد آن استخوان محکمش در گلو
همی جست خونابه از نای وی — چو صهبای گلگون ز مینای می
چو شه دید خونابه چشم براند — بزرگان و کارآگهان را بخواند
بسی جهد کردند و بیهوده نی — چو آید قضا چاره را سود نی
شهنشه به تیمار دردانه شد — برهنه سر و پا به بتخانه شد
ز شنگی و والی دل ریش خواست — بت خویش را از بت خویش خواست
نشد چاره سازش بعجز و نیاز — که بیچاره چون شود چاره ساز
ز نومیدی آن جسم بیجان شکست — به بخشندهٔ جان برآورد دست
که ای دادگر جای بخشائش است — وگرچه مرا یکسر آلایش است
بکفرای جهان آفرینم مگیر — وگر نیز گیری به ایمانم مگیر
بت خویش را گر بهشتم روان — دگر کی پرستم بت بی روان
مرادی بده رو ز حیلت گری — نباید مکافات آن با پری
هنوز آن دعا بر لب شاه بود — که ایزد ببین زفت بخشش نمود
کنیزی هراره شده گویا من رسید — که آن ورد ناکه بدرمان رسید

یکی عطلسه بر آن صنم داد و ست / که آن استخوان از گلویش بجست
کنون شاد و خندان خرامد همی / روان پیش شه خواهد آمد همی
چو این مژده بشنید آن نامور / ز پای آمد و رفت هوشش ز سر
در اندیشه کاین آشنائی ز چیست / بآنکس که تا زیست بیگانه زیست
خطاب آمدش کای مسلمان پاک / ازین بیش دان لطف یزدان پاک
ترا این نه مزد مسلمانی است / که پاداش یکداد سلطانی است
به پیشت ستم دیده داد خواست / تو کردی ستم دیده را باز خواست
زمانی چو برداد رندی نفس / ترا این زمان گشته فریاد رس
چو بگذشت یزدان نیاز ترا / بنود او جان دل نواز ترا
همان آشنائی حق جستن است / دل از نقش بیگانگی شستن است
همه بود پاداش آن باز خواست / که از آتش دوزخت باز خواست
بکفر اندرون گر بود دادگر / به از با خدا مرد بیدادگر
که کفره نه انصاف در ره شود / ستم گر ز بیداد در چه شود
بیا ساقی آن باده صاف ده / ز بیداد بگذر به انصاف ده
مگر تا خرد را که شد دیو بند / بر و دیو بنهاد از ریو بند
ز بیداد او وارهانم همی / ازو داد خود و استانم همی

استفسار احوال گروه پیشین از مؤلف فراست قرین

چو زان بوم رستیم سوی حرک / که بد خانه چند بی ساز و برگ
در او بد گروهی پراگنده حال / سیه روز آشفته چون زلف و خال
بر ایشان بجنبشو انصاف و داد / که جان دلش جای انصاف و داد
ز خواب خورش چون بسر آمدیم / بنوئی یکی انجمن ساختیم

ای بنائی ۱۲

۲۸۸

سخن ز آفرینش همه باز رفت / حکایت ز انجام و آغاز رفت
مرا گفت کای مرد دانش پژوه / سخن باز پرس از پیشین گروه
کز الماس دانش چو در سفته اند / سخن ز آفرینش چه سان گفته اند
نخست آفریننده را کار چیست / نخست آفرینش که فرمود کیست
چو بر پای این سقف بی پایه داشت / ز بی مایگی بود یا مایه داشت
گرش مایه بود از آن باز گوی / وگرنه ز بی مایگی راز گوی
ز جان نور که برتر شده است آدمی / ز پیشی است آن برتری یا کمی
ز حیوان
کم اندیشه شد کادمی خواندش / و یا پیشتر کاین قلم راندش
جهان آفرین را غرض تا چه بود / که افراخت این بارگاه کبود
بگو تا در این کارگه بر چه ایم / چرا و کرا و چرا ایم و که ایم
چنان نیستی هست شد را گرو / چو شد هست چون باشد این باز شو
چو یکسر بر آورده داوریم / چگونه یکی از دگر برتریم
یکی چون گدا شد یکی پادشا / یکی گشت گمره یکی رهنما
بدو گفتم ای آسمان خاک تو / که تا بدهی گوهر پاک تو
سخندان هوبنیادل و هوشیار / خردمند و دانا و پرهیزگار
چو پرسی ز رازی که ناگفته به / چو جویی ز دری که ناسفته به
مجو پاسخی را به از راستی / دهد مرد را در درم کاستی
سخن چینی پرده رانی چنین / ز بیگانگان چند پرسش همین
همه زیر نامند از پیش و پس / به بنگاه فرزان مجنبان جرس
همه هر چه را باز جستی نخست / سکندر ز فرزانگان باز جست
پراگنده بشنید از هر یکی / که از دل گمانش ببرد اندکی

اگر آنچه گویند و اگویمت ❊ کجا زنگی از دل فرو شویمت
به بیهوده گفتار گردد دراز ❊ که از گفته دانا نگفته است باز
بگویم ترا آنچه دانم همی ❊ ولی از در پرده رانم همی
نخست آفرینش بود آدمی ❊ کجا هست با دانش و مردمی
دگر هرچه پیدا شد از بهر اوست ❊ همه بهرها زاده از بهر اوست
بکن دیده بر پیشی مهر و ماه ❊ که اول سپاه آید آنگاه شاه
چو زیبا عروسی بباید همی ❊ که غم کاهد و جان فزاید همی
شبستان کنی چون یکی تازه باغ ❊ می و مطرب و لعل و شمع و چراغ
ز پوشیدنی و ز گستردنی ❊ ز نوشیدنی و هم از خوردنی
چو پرداخته شد خانه و خوابگاه ❊ بپردازی آنگه بدیدار ماه
همه پیش بود آنچه کردی درست ❊ ولی دیده بر ماه روی بد نخست
ز قول نبی این سخن روشن است ❊ که موجود اول فروغ من است
جز این هرچه فرمود آن محتشم ❊ ز عقل و ز عرش و ز لوح و قلم
همه وصف انسان بود و پیشگی ❊ اگر صد هزار است اگر اندکی
و گر مایهٔ این جهان خواستی ❊ توانایی حق بود راستی
همه مایهٔ این جهان قدرت است ❊ جهان آفریننده بی آلت است
چو گوید بشو چرخ برپا شود ❊ چو گوید بخوان مرده گویا شود
چو گوید برآ شاخ بالا جهد ❊ چو گوید بده سنگ دریا دهد
بیک جلوه اش نیست هستی کند ❊ بیک جرعه اش عقل مستی کند
ز ما هر یکی اصل پیدایی است ❊ دگر مایه جویی توانایی است
و گر زانکه اشرف است آدمی ❊ بگویم هم از بیشی و هم کمی

[illegible]

گر اندیشه از عقل خیزد نکوست — ز حیوان فزون از فزونی اوست

ور اندیشه از خوی حیوانی است — کم اندیشه را طبع انسانی است

چو اندیشه ات سوی حیوان برد — فزون به دگر طبع نادان برد

ور اندیشه را ره به آهرمن است — رها کن که عقل ترا دشمن است

دگر جستی از خواهش ایزدی — که جوید چو از خوبی و از بدی

چرائیم زین گونه حیران شده — گرائیم زینسان پریشان شده

دو پاسخ بر این باشدم دلپذیر — هر آنرا که افتد پسندت بگیر

جهان آفرین لاابالی بود — ز هرگون غرض پاک و خالی بود

نه از آفرینش غرض باشدش — نه از جود چشم عوض باشدش

مرا پیر داننده بی قرین — که با دانشش هزار آفرین

نکو گفت و این یادگار ویست — که بر بیقراری قرار ویست

چه دارد غرض بحر جوشان ز موج — که گه در نشیب است و گاهی به اوج

چو خواهد ز تاب این بلند آفتاب — که بفروزد آباد و همچون خراب

همه کارها را خدا ساخته است — ولیکن بکاری نه پرداخته است

بنو نو کند راست کار همه — به جو جو بجوید شمار همه

دگر گر غرض جوئی از کار او — که نتوان شدن بی غرض یار او

چه دارد غرض یار سیمین بدن — ز آئینه جز صورت خویشتن

چه دارد غرض نوگل دلفریب — بغیر از پریشانی عندلیب

چه دارد غرض شمع افروخته — بجز سوز پروانه سوخته

چه دارد غرض سرو افراخته — بغیر از فغان دل فاخته

بهر دل سرو کاری او واجب است — اگر پادشا هست اگر خود گدا است

مثالی براین گر بگویم رواست | نه قول من است این که قول خداست
یکی گنج بُد پُر ز نقد و گهر | نبوده بدان گنج کس را خبر
همی خواست تا خویشتن پیدا کند | جهانی بر آن گنج شیدا کند
بیاورد خلقی پدید از نهان | همان گنج را بر کشید از نهان
همه گنج را خواستار آمدند | ز سودای این بیقرار آمدند
همه از گریبان بر آورده سر | ولی بر تمنای لعل و گهر
چو دیدا همه جوش گفتا خموش | که ارزان خرانند ارزان فروش
ز نیرنگ آن گوهر سازو رنگ | همه دُرّ و گوهر شبه گشت و سنگ
و گردامنی چند سنگ از فسون | چو در سر گهر کرد آن ذوفنون
همه در پی دُرّ و گوهر شدند | خریدار سنگ مزوّر شدند
تنی چند را سرمه اندر کشید | که آن کیمیا شد بر ایشان پدید
که گر جمله را کردی آن [illegible] | بُدی گنج پنهان چو در زر نهفت
بر آن گنج مار سیه جای داشت | نهانی نظر بر فسونش گماشت
چنان بی ادب بانگ برزد که هین | شدم آگه از راز این انجمن
مرا نیز از این گنج بهره رسان | که دیدم فریب تو را با کسان
و گرنه من این راز پیدا کنم | فسون نهانت هویدا کنم
ندانست افسون خویش از [illegible] | فسون وی آن بی ادب گفتنش
بگفتا ترا بهره جز رنج نیست | که گستاخ کو در خور گنج نیست
ندا داد و پس [illegible] | که قلاب از زر بود نا سره
هم آنان که چو پای [illegible] | بسنگ فسون خواند و کف زند
که مست آن سنگ [illegible] | دُرّ و منصب و ملک و فرزند و مال

خواستگار

همان گنج کاندر نظر گشته تنگ
غم و درد و رنج آمدش پیش و تنگ

بر ایشان فرستاد پیغمبران
که بودند آگه ز گنج گران

که از سنگ دل وارهانندشان
سوی گنج گوهر کشانندشان

هر آنکس که گفتارشان راست داشت
نظر سوی گنج گهر برگماشت

بگنج روان برد و سود یافت
ازان رنج آسود و بهبود یافت

شمرد آنکه دعوی ایشان دروغ
نه بیند بکار خود اندر فروغ

ازان دوغ آلوده مستی کند
ازان سنگها بت پرستی کند

چو خوش گفت دانای آموزگار
که هر راست کاری بود رستگار

نکوگو را خوار مایه مگیر
ترا هرچه گوید بجان درپذیر

بحرف نکوخواه بددل مشو
براهی که ره داشت خواندت برو

اگر مرد راهی بر هدان مشو
که گم گشته ره می نیابد به رو

دلیل از دلیلان نه جوید کسی
دلیل آنکه ناگه بمنزل رسی

ولیکن نبایست ایمن نشست
که هم غول در راه هم خضر هست

اگر راه جوئی باخلاص و جهد
خضر را بود با روان تو عهد

وگرنه ترا غول از ره برد
ز ابلیس دستانش در چه برد

بودن شاهی را دو فرزند و روانه کردن دو را برای امتحان چند

شنیدم که شاهی دو فرزند داشت
دل از روی ایشان شاد و خرسند داشت

دو نوباوه بوستان جمال
دو خورشید تابان بر اوج جلال

شده هر دو شایسته کار ملک
دو حشمند گیتی برخسار ملک

چنان بی نظیر آن دو دلپذیر
که بد هر یکی دیگری را نظیر

بر من رای شد خسرو تاجور
بکار دو و پور گرامی گهر

که چندی برون از بر شه شوند — ز نیک و بد کشور آگه شوند
ببینید سامان هر کشورے — خبر باز جویند از هر دری
ز آئین هر ملک دانا شوند — که در ملک دانی توانا شوند
که نادیده مرد از جهان گرم و سرد — نخوانند مردان هر درش بمرد
ندیده کس از رنج و سختی نشان — کجا یابد از رنج سختی کشان
برفتند بیرون ز شهر پدر — دو فرخ پسر با سپاه و حشم
بهر شهر نامی مکان ساختند — بشهر دگر دل بپرداختند
بصید و برامش ز کوه و ز دشت — گذشتند چندانکه مه گذشت
قضا را بدشتی ره افتادشان — که داد از بهشت برین یادشان
بازی غزالان در آن مرغزار — دل آسوده از بازی روزگار
در آن جرگه بود آهوی بس شگفت — که بر مشک مویان صد آهو گرفت
چو آهوی چشم دلارام بود — که گاه رمان بود گه رام بود
اگر بند بر وے روا بودنی — ز گیسوی خوبان سزا بودنی
هر آن دل که را بی ستم داشتی — مر او را چو صید حرم داشتی
چو از پیش شهزادگان بر جست — بهر دل از او آرزوئی نشست
بهم هر دو گفتند تا زآوریم — ابی زخمی او را فرا آوریم
فگندند یوزی از پی آن پری — بجست از کمی شان زحیلتگری
بکردار برق درخشنده جست — کجا برق رخشنده افتد بدست
همی رفتی و باز دیدی زپی — دو کی را فزودی دل مهر وی
چو دیدند آن چابک استاد را — سپردند هر یک عنان باد را
سپردند از صبح تا چاشتگاه — فزون تر ز هفتاد فرسنگ راه

بماندند اسپان تازی ز دود   همه ز تاب و نیرو و سالار نو
تن مرد خسته پی اسب ریش   سپاه از پس پشت آهو به پیش
زمین تفته شد بسکه خورشید تافت   هوا چون سنان سینه‌ها می‌شکافت
بغاری بناچار بردند رخت   کجا تا ز پرورده در روز سخت
بخفتند از خستگی تا به شب   ز بی زاد و برگی به تاب و تب
شبانگه چو سرشان برآمد ز خواب   جگر با خضر دادشان دیده آب
پی بازگشتن دو شوریده بخت   همی تاختند اندر آن راه سخت
ز تاریکی آن هر دو گم‌ره شدند   نهادند ره را و بیره شدند
نوشتند تا روز بس راه دور   نیاسوده یک تن ز مرد و ستور
سپیده چو پیدا شد از کوهسار   بدل شد ز کافور مشک تتار
دو مرد شتابنده دریافتند   که بیراهه بود آنچه بشتافتند
بریدند بس راه تا چاشتگاه   ز پوییدن اسپان تازی ز راه
بماندند بر جای اسپان چو لش   پیاده رهی برگرفتند پیش
مهین پور رشته کز هنر بیش بود   برفتن دو فرسنگ ره پیش بود
بناگه تنی چند دزدان براه   بره برگذشتند بر پور شاه
کشیدند رخت از تنش بی درنگ   سراپای خستندش از چوب و سنگ
یکی را از دزدان بر او دل بسوخت   بدانستش و جان بر او برفروخت
که ناچار و تشنه است گم کرده راه   بجانی غم اندوز و حالی تباه
چو بینی بد و داد و رهش نمود   بشهری که در پشت آن گشته بود
درآمد پس از سختی بی‌شمار   برهنه در آن شهر دل سوگوار
ز دهشت سراسیمه و ناتوان   بشد بر در خانهٔ باغبان

برآورد آهی که راهی دهید | به بیچاره مانی پناهی دهید

که هستم غریبی جگرخواره‌ای | ز شهر و دیار خود آواره‌ای

برهنه رسیده ستم از راه دور | تنی ناتوان و دلی ناصبور

قضا را در آنخانه بانوزنی | بخدمت بر شوی آن نوزنی

که بودش همه چیز و فرزند نه | دلی بود او را و دلبند نه

بدستوری شوهر برپای شد | ز مهمان نو کلبه آرای شد

که چون دل کند خوش جگرپاره‌ای | دهد کردگارش جگرپاره‌ای

چو افتادشان دیده بر خوب چهر | برو هر دو را بر بجوشید مهر

به تیمار آن خسته پرداختند | بطرز خودش جامه ساختند

پذیرفت هر یک بفرزندیش | که از چهر او بود خورسندیش

محبت چنان بهر زن شوی بود | که از شهر خویشش فراموش شد

چو یک چند بگذشت از این روزگار | ملک زاده را دختری شد بکار

پسر خوانده را داد زن دختری | بایوان شه برنشاند اختری

مراو را بسی نغز فرزند شد | نهال امیدش برومند شد

ز کهتر برادر نبودش بیاد | که او هم بدینگونه کارش فتاد

دو پاش از پی آن بندوان رسید | برهنه نشد تا برهان رسید

ز راهی دگر شد بدان شهر باز | برو گشت درهای نعمت فراز

شه کشورش دید و حیران بماند | بجان برد و فرزند خویشش بخواند

چو صهبای عیش و طرب نوش کرد | ز باب و برادر فراموش کرد

زنان کرد و فرزندها بی‌شمار | برآسود از سختی روزگار

وزان سو سپه سوی شه آمدند | ز آزرم شه رو سپه آمدند

شه احوال شهزادگان چون نهفت | نخستین برآشفت وآنگاه گفت
که چون بود دنی بود برباگذشت | بباید کنون از پی چاره گشت
جهان بین یکی جام رخشنده داشت | بجام جهان بین نظر برگماشت
نگه کرد دید آن دو پور جوان | درافتاده در خطهٔ جادوان
کهن جادو از حیله و چشم بند | پلاسی بر ایشان نموده پرند
پذیرفته نیرنگ جادوگری | اسیری بر ایشان شده سروری
شده شهر بند آن دو فرخ پسر | فراموششان گشته شهر پدر
دل شه بر احوال شان بر بسوخت | ز غیرت چو آتشکده بر فروخت
بر ایشان فرستاد پس محرمی | فرشته نهادی خجسته دمی
که از حال شه نیک آگاه بود | همه کرده اش کردهٔ شاه بود
بدو گفت رو تا بجادوستان | دو آزاده از بند جادوستان
یکی جامهٔ جادوئی ساز کن | بشهزادگان خویش دمساز کن
نگر تا بدان نسبت همسری | ز نیرنگ جادوی شان وا خری
فرستاده پیشیان ره برگرفت | که تا جان بدان مرز و کشور گرفت
ز شهزادگان جست از هر کسی | ببرد ر همه جامهٔ جادوئی
بپور مهین نامهٔ شه رساند | فرو ماند بختی چو آن نامه خواند
فرستاده تدبیرها کار برد | کزان از دلش نقش جادو سترد
بیاد آمدش ملک و بوم پدر | ز بیرون فتادنش از آن بوم و بر
بپای فرستاده سر بر نهاد | که ایزد ترا فر نیکی دهاد
کهم آئینهٔ دل بپرداختی | ز شهر پدر آگهم ساختی
کنون رفت باید بر شاه باز | که باشم بر ساعد شاه باز

بگفت آن برادر که کهتر شست — درین ملک بیایدش باز جست

بسی گشت کردی هم آگاه شد — سگالش کنان بر در شاه شد

بر آن کهترین بس گران بند بود — که او شاه را جای فرزند بود

تدبیرها سوی او راه جست — بنرمی سخن رانده با وی نخست

بدو گفت ای پور شاه جهان — جدا گشته از دار ملک شهان

ز شاه و وطن دل بپرداخته — بویرانه جادوان ساخته

کنون وعدهٔ بازگشت است خیز — ز ویرانهٔ مشت جادو گریز

که شاه حشم چشم بر راه تست — بملک پدر شو که دلخواه تست

ترا شاهی ملک جاوید هست — ازین جادوانت چه امید هست

ترا باشد ایوان ها زرنگار — در او برده بس گوهر زرنگار

چرا بوده باید چنین پای بند — بنا دلکشا جای نادلپسند

چو شهزاده بشنید خندید و گفت — که مسکین بماخولیا گشته جفت

فرستاده گفت ای شه استکار — سخنهای نغز مرا هست در آس

چه دیوانه خوانی که بس بخردم — امین شهم سرفراز مردم

ز بهر تو این راه پیموده ام — بروز و شبان ره نیاسوده ام

فرستادهٔ شاه را در پذیر — مشو بر پدر شهریار دلیر

بر آشفت خسرو بران ارجمند — که چندین سخنهای نادلپسند

پدر شاه و جویای پوری چو من — نبودش سرافرازی انجمن

که زیبی من فرستد فرومایه (یعنی مقابل تو) — چنین بینوا مرد دون پایه را

فرستادهٔ خسروان این بود — که با دلق و دستار پشمین بود

کجا خسروی طوق زرین تو — کجا جامهٔ گوهر آگین تو +

ز شاهت کجا جامه کو نشان / کجا درّه کابت جینت نشان

بگفتار شه چاره ساز آمدم / نه حیلت در این شهر باز آمدم

همه راه پیموده ام یک تنه / نه اسپ و حشم نه سپاه و بنه

بپر خصمی گر بسامان کنی ساز / بمن راه کوتاه گشتی دراز

بمن آنچه شد داده انعام خویش / در این ملک کی گنج داخی که بیش

گرایدون بیایی به همراه من / به بینی به پیش پدر جاه من

بدو گفت حاشا من این کی کنم / که ترک کی و افسر وی کنم

نگیرد مرا من تسبل و حشم بند / که آگاه دل هستم و هوشمند

فرستاده گفتا ای شهر نبکری / کنون تسبل جادوی میبری

ز پند من از جادوی دار هی / گدایی دهی باز گیری شهی

دگر آنکه اندرز من نشنوی / بفرمان سالار من نگروی

تبرک تو خیره نگوید همی / پسر را پدر باز جوید همی

ولی گر به همراهی من شوی / به پندار مت کام دشمن شوی

وگرنه ز توشه شود کینه جوی / فرستد یکی از خصیم خشم خوی

بخواری ببر دیکت شاهت کشند / به بندگران زین گناهت کشند

بر آشفت کی شهزه روزگار / بما برچه شوری همی روزگار

سر خویشتن گیر و زین ملک رو / وگرنه شوی خشم ما را گرو

بفرمود راندندش از پیش گاه / فرستاده با پور شه شد براه

چو آمد بر شاه گردن فراز / بگفت آنچه را گفت بشنید باز

پدر پور خود دید و بنواختش / بر اورنگ خود جایگه ساختش

ولی عهد خود ساخت دلبند را / خلافت فرا داد فرزند را

به تیمور کین بر بیاشفت سخت
که ناپاک دل گشته و تیره بخت

یکی ترک وز خیم بد شاه را
تبه کردن جان بدخواه را

شکسته بسی قلعهٔ جادوان
بسی سرکشان گشته زو ناتوان

بگفتا برو موکشانش بیار
بدست عقوبت کشانش سپار

که او دشمن ما نه فرزند ماست
سزاوار و شایستهٔ بند ماست

چنین کرد و بر قلعه اش یافت دست
بر و بوم جادو بهم برشکست

بملک شهنشش برد ناخواه خواه
بزندان سپرد آن تن پرگناه

ندانم شد از جرمش اندر گذشت
و یا از عتابش چه بر سر گذشت

ولی دانم آن شاه والا گهر
به بخشایش و لطف بودی سمر

بیا ساقی آن باده در جام ریز
ز جانم فروشوی زنگ ستیز

مگر تا که استیزه از سر نهم
بپای نکوخواه سر بر نهم

مراجعت شاه پس از حصول مقصود و حاصل کردن در مرزبوم آباد گوناگون بهبود

از آن مرز چون مرزبانان براند
بجائی که دهقانش لنجان بخواند

یکی سرزمین بود چون نوبهار
همه کوهسار و همه چشمه سار

هوایش بدانگونه کاندر تموز
بکرکین نیاز آمدی نیم روز

شده چشمه اش در گوارندگی
گواراتر از چشمهٔ زندگی

خورش گر یکی کور پروار بود
خورنده بیک آب ناهار بود

روان گشته از تیغ کو آب او
درخشنده چون اختر شب بجو

تو گفتی که عبره از آسمان
ستاره فرو رسته از کهکشان

چنان سرد کز وی کنم گو سخن
نماند دگر گرمیم در سخن

ز بس مایه کان که آمد ز برف
بدامان وان گشت بحری شگرف

کنارش ز هر گونه گل رسته بود
ز سرخ و ز زرد و سپید و کبود

ز تری بس مغز را شاد داشت
تو گفتی مگر باده با باد داشت

ز هر سو بدستان بسی مرغ داشت
ولی زانه رنج سیمرغ داشت

ز خرم درختان پر برگ و بر
همه دشت پر بد ز طاوس نر

درختان ز یک سو گرایان ز باد
یکی نغز مانند مرآت باد

(می گفته ۱۲)
دو یار پشیمان آزرده‌اند
که در آشتی سر بهم برده‌اند

غنودیم در سایهٔ نارون
که از خستگی سخت آسوده تن

وزان پس خورش ساز کردند چون
چو پرداخته شد گفت روشن روان

(مخفف پرداخته ۱۲)
گزین چشمه‌سار دلکش چمن
بزودی دریغ است بیرون شدن

سه روز اندرین جایگه بغنویم
بکارم سوی شول بیرون شویم

کنون کرد گاری که باید نخست
ندانم جز از کهتران باز جست

رعیت بخواند بپرسید شان
همی کرد از خود بر امیدشان

همه هم زبان بر گشودند لب
که روز مرادت مبیناد شب

که گیتی ندارد بداد تو یاد
خنک آن پدر کین نهاد تو باد

فغانی که زین بوم گردون شنود
همه بانگ چنگ است و آوای رود

کفی که بر آسمان بر گماشت
ببر بند اگر جز دعای تو داشت

بر آسود روشن دلش چون شنفت
نهانی همه شکر یزدان بگفت

که دادش چنین دولت و برتری
ولی گو گراید بفرمان بری

وزان پس مرا گفت کای هوشمند
بیا تا چه داری ز اندیشه و پند

بگو آنچه دانی که حق فاش به
نهانی ز ما هیچ در دل منه

گشودم سر درج گوهر پرستش — فشاندم گهرهای جان پرورش

بدو گفتم ای آسمان بر درت — فروغ جهان ای جان پرورت

جهان کهن را تو بادا جوان — مبادا این چمن خالی از ارغوان

متاب از پرستاری داورت — که تا بنده کرد این چنین گوهرت

بجز پاک یزدان مده ره بدل — مبرا ز هر صورت آب و گل

ز دین خداوند بردار پوست — که دین خدا پیشگی مهر اوست

همه دین را از فرمان بری است — بود کافر آن کو ز فرمان بری است

ولی برخی از ترس می بگروند — مبادا که فردا بدوزخ روند

گروهی ببوی بهشت و خوشی — کشیدست پای از ره سرکشی

گروهی سوم زین دو اندیشه پاک — پرستند نه از طمع نه ز باک

پرستاری داد گر پیشه شان — نه از نیکی و نه از بد اندیشه شان

پرستند حق را و منت کشند — که از باده بندگی سرخوشند

اگر دوزخ افروخت کو برفروز — که او آتشی هست بیگانه سوز

بهشت آنهمه کو بپیرا ز خوان — بخوان کس مپیرا ز میزبان

اگر هست شان سوزی از دوری است — وگر دوزخی هست مهجوری است

ولی فارغ از آرزوی بهشت — که با دوست خوی شان گشته سرشت

شکستند دل تا در آید خدا — که باید جز او در شکسته بنا

نگیرند در پیش تیرش سپر — وگر نیز گیرند سینه است و سر

اگر در کشد دو او دشمن شوند — ور از پا در آرد عصا دشمنند

شنید این سخن چون سرافراز مرد — زمانی به پیچید و اندیشه کرد

بگفتا چه برخیزد از مشت خاک — که زو سود جوید خداوند پاک

بود گر نیاز از خداوند اغنی است | پرستش چو خواهد زما گر غنی است
دگر بندگی باید از کهتران | پسند است بگیتی ز پیغمبران
چو باید فرستاده نوکر دنش | بهر چند پی این باغ خوکردنش
بناچار بایستی از بی شماره | چرا مهر برزد بپایان کاره
بگفتم فزی زانیت گفتار نغز | بنغزیت بنمایم از پوست مغز
خدا بی نیاز از پرستندگی است | ولی بندگی لازم بندگی است
یکی سفره بی منتی گسترد | خورنده نباید که منت برد
گرفتم نفرمایدت بنده باش | چو محتاج اوئی پرستنده باش
چو گردن کشی او نیازد زیان | ولی باشی عذری به اندر میان
گناه تو بر روی زیان کی بود | چو پوزش کنی عفو بر وی بود
چنین است تا زه فرازش بری | چو پیش بیخود نمازش بری
چو دریافتی لذت یافتن | دریغ آیدت روی از و تافتن
کنون بر پرستش نجوئی سبب | چو دیدی پرستش کنی بی سبب
ترا خستگی هست تا در رهی | بمنزل خود از خستگی وارهی
به همراه بکنی آموزاندی عشق | بوصل اندرون آموزانی ز عشق
پیمبر فرستادن بی شماره | از آن بد که بودیم فرموشکاره
جهان را ز هر یک آوازه ساخت | همان عهد دیرینه را تازه ساخت
فرستنده چون یک بود بیگی | فرستادگانش بدان خوبیکی
اگر صد هزار آید اندر شمار | بمعنی یکی باشد آن صد هزار
فرستاده گر ز کردگار آمده است | بگیتی و سه دین بر سه کار آمده است
نخست آنکه داند خود و دو پیکر | که یکتا خدا نیست یک و شریک

[illegible]

دگر آنکه بر خوی ایشان روند | فرشته صفت با ددان نگروند

سیم آنکه با هم نیارند کین | که آباد ماند با ایشان زمین

ز گفت و شنید و ز داد و ستد | همه پاس دارند راه خرد

چهارم چو بیچ چون بازگون شد جهان | دگرگونه رسم و دگرگون زمان

یکی را در آن جایگه تو کند | که رسم کهن گشته را نو کند

دگر با رسیتی ز دانش وری | که مهر از چه بر زد به پیغمبری

کمالات ایزد بر اندازه نیست | بیزدان کجا پرتوی تازه نیست

از آن هر چه را بهره آدمی است | یکی از هزاران نمی از یمی است

بر آن پایه چون آدمی بر شود | نیارد کز آنجا فراتر شود

زمینی کز این پایه چون بار گفت | نبی گوهر مایه عرفناک سفت

دگر سروران کز حد ره دیده اند | همه راه بالا نوردیده اند

باندازه خویشتن هر که هست | نوشتند این ره ز بالا و پست

چو منزل ندیدند استاده اند | ولیکن ز منزل خبر داده اند

رسول عرب چون به منزل رسید | همه هرچه گفتند او باز دید

خبر داد و آن راکه آگاه نیست | کز اینجا فراتر شدن راه نیست

دگر هر که گوید فریب است و بند | که نتوان فرا راند از اینجا سمند

چنان گر بسیار زند ره را که من | نسازند منزل جز اینجا که من

از آن مهر بر زد که او گنج دید | ور آن گنج را دید کو رنج دید

کسی کو بر آن گنج گوهر زند | از آن به که مهرش بر سر زند

تو نیز ار بدان گنج خواهی زدن | ببایستت اندر پی او شدن

وگرنه بافسوس خواهی نشست | ز حسرت بدندان گزی پشت دست

بیان شاه فرخی اقتدار روم و داشتن سلطنت با تدبیر سپهسالار لطیف خصال

یکی پادشه را سپهدار بود — بملک اندیشش میر و سالار بود
ز رفعت زده بر فلک بارگاه — کله سوده بر طارم مهر و ماه
امین بود و دانا دل و بختیار — شهش داده بر ملک خویش اختیار
همه دشمنان شه از وی زبون — کشیده ز اورنگ شان سرنگون
سر بدسگالان شه پست او — همه مخزن شاه در دست او
خود اندوخته نیز گنجی نهان — گهرها همه زیب تاج شهان
ولیکن به پشمینه ساخته — به آبادی گنج پرداخته
بهر چه از جهان یافتی دسترنج — گهر کردی و برفزودی به گنج
فراوان پسر داشت فرخ سپهر — سراسر ز گنج پدر بی‌نصیب
که افتد جوان را چو گنجی بکف — ز خامی به بیهوده سازد تلف
ز راه اندوز تا روز درماندگی — ز خواری نیفتی بوا ماندگی
ز راه اندوزی آن طاعت اندر زیست — که او مایهٔ عیش فیروز زیست
ببیند روز آن که با خود بری — نه یاران خورند و نه حسرت خوری
سپهبد چو رخت از جهان بربست — مرا گفت پنهان یکی گنج هست
طلسمی بر آن گنج بستم همی — که نگشایدش جز مسیحا دمی
خضر گشت بند این طلسم شگرف — نماید بجوینده این گنج ژرف
یکی سرمه دارد که بینا کند — همه را از نهان هویدا کند
از آن سرمه در چشم نرگس کشید — نهانی سراسر بر او شد پدید
پس از من بگنج ار نیاز آوری — بکف دامن خضر باز آوری

بخواهندگی

راهی شدن دستور ملک تقا و اطلاع دهی ...

برخزانه که ذخیره بود بی‌بها

بگفت این و پس دیده برهم نهاد — بدیگر سرا رفت خندان و شاد

چو نوباوگان بی پدر ماندند — ز رنج اشک خونین برافشاندند

بشاه جهان هر یکی را نظر — که بخشد بدو جایگاه پدر

شه آن پایه شان نکردی دریغ — ولی کار دل بود و بازو و تیغ

جوان از کجا رای پیر از کجا — گوزن از کجا تاب شیر از کجا

نجستند چون پایگاه پدر — نبود دست هر یک بکاری دگر

بخوردی چو کس نازپرور شود — کجا در بزرگی هنرور شود

سر از رای پیران بخوردی متاب — که اندر بزرگی شوی کامیاب

زمینی که در وی ندیدست خو — کجا در بهار آورد کشت نو

درختی که آسیب دهقان نخورد — از آن چون توان میوه نغز خورد

چو یکچند زین گذشت آن گروه — ز سختی پریشان شدند و ستوه

پراگنده و با نیاز آمدند — به بیچارگی چاره ساز آمدند

از ایشان یکی بود مهتر بسال — چنین گفت کای قوم برگشته حال

بس این درد و سختی بس این تاب رنج — بباید کنون گشت جویای گنج

بکوشیم و از خضر جویا شویم — که از گنج گوهر توانا شویم

به بیچاره اش بر گشودند کام — که کس بر محالی نراندست گام

پدرمان اگر داشت گنج گهر — چرا کرد بیگانه را با خبر

گر این گنج بودی نه پیدا خفی — که زآنسان به پشمینه ساختی

دگر راست گفتست خضر آگه است — بیابان بر خضرمان کی رهست

نه بس رنج و سختی و بیچارگی — که بایستمان دیدن آوارگی

ز بس این غم و درد و فرسودگی — که جان یافت باید به بیهودگی
تو گر یابیت گنج تن ده به رنج — که ما خود نداریم پروای گنج
دل از طنز شان گرد واشند جای — به تنها بره شد پی رهنمای
بسی ره نوردید سختی کشید — نیاسود تا خضر بنشینده دید
نیامیزد آن قطره ایزدی — همه هوشیاری همه بیخودی
بهم راست ناید عشق و خرد — خرد داشت با عشق آن معتمد
درونی چه دریای آتش بجوش — زبانی پر از راز لیکن خموش
بریده ز خود با خدا ساخته — دل از غیر حق باز پرداخته
به بخشود چون دردمندش بدید — که بی درد نتوان به درمان رسید
چو یکچند در صحبت خضر ماند — به چشم اندرش سرمه باز راند
از آن سرمه اش دیده چون برگشت — روانی سوی شهر خود بازگشت
چو در خانه خویش باز آرسید — همه خانه پر گوهر رخشنده دید
ز زیر زمین گنج بر سر شده — جهان از فروغش منور شده
شگفتی چنان دید خیره بماند — بخود جمله یاران و خویشان بخواند
بگفتا ببینید گنج نهان زیر خاک — فروغش گرفته سمک تا سماک
پدر آنچه می گفتمان راست بود — همه گفته اش بی کم و کاست بود
بکو هین بیایید و رامش کنید — بگنج گهر زیر جرامش کنید
رسیدند اخوان همسایگان — ببوئی که گوهر بود رایگان
بدیدند بسیار و مخزن نبود — گران سرمه شان دیده روشن نبود
به بیهوده گفتن گشادند لب — که بیهوده مسکین بکرد این طلب
زهی لعل رخشان و در خوشاب — ز انبوهی اختر تباب آفتاب

یکی گفت آن در تابان مرا — دگر گفتی آن شاخ مرجان مرا

یکی جام پیروزه جستی ازو — یکی گفتی آن درج یاقوت گو

به آتش فشاندند از لب لبی — که دیدند گنجش ز گوهر تهی

گر آن دیده بودی که بینندگی — بیالیش بنهادندی از غم بسر

شده مرد حیران که یارب ز چیست — کز ایشان یکی در خور گنج نیست

شب آمد فرو رفت چشمش بخواب — خضر را همی دید کامد شتاب

برو بر بخندید کای مرد خام — بگو در چه پاشیوری این هشت عام

ندانی که نفزایدت جز عتاب — چو با شب پره گوئی از آفتاب

ترا نیز گر دیده بینا نبود — جز انکار این گنج یکتا نبود

بنا آزموده مکن فاش راز — چو گفتی و تسخر شنفتی بساز

ز نادان بجا بند و اشنوان — ندیدی چو دیدند پیغمبران

چو این گفته از خضرش آمد بگوش — ز جا جست و شیشه شکست از خروش

برآورد و بودش بسال اندکی — وز آنها فزون بود در زیرکی

چو دیدند آن بی نیازیش را — توانگر منش مرد درویش را

گمان نیک کردند و در ره شدند — وزان گنج پنهان آگه شدند

از آن سر نشان خضر بنمود — بدان گنج هر یک نظر برگشود

بر ایشان سرای تهی گشت پر — همه لعل و یاقوت مرجان و در

ز هر پیشه کردشان بی نیاز — چو دولت رسید مرد را گو بناز

بر این چون برآمد بسی روزگار — دگر گونه شد حال بر آن یار

نبارید ابر و نبالید شاخ — به تنگی برآمد جهان فراخ

نیاورد کس تاب آن روز سخت — از آن شهر بیرون کشیدند رخت

تمسخر

سپهبد نژادان از آن بوم و بر
فتادند هر یک بجائی دگر

همه آنان که گنج گران داشتند
ز نو قصر ایوان برافراشتند

بیندوخت گنج گهرشان رواج
نشستند از تخته بر تخت عاج

همه کرده از گوهرش هموار
کمربند و جام افسر و گوشوار

هر آنکس که او گنج گوهر نداشت
در آن بوم و بر پایه و بر نداشت

پریشان و آشفته در آن دیار
بجای نشست و نه سامان کار

تمنای او خانه بود و نه
نیازش بو پیرانه بود و نه

درآورد سر با همه درد و سوز
بشاگردی مرد گلخن فروز

بصد محنت و درد و رنج و تعب
شبی روز میکرد و روزی بشب

سرایش که اندر زبا و رنداشت
ازان گنج سرمایه بر نداشت

اگر رنج برخود روا داشتی
بپاداش گنج بقا داشتی

هر آنکس که از رنج دین سر بتافت
چنان دان که او گنج گوهر نیافت

بیا ساقی آن سرو چشم و هوش
که بنیاد دست آنکه او کرد نوش

بمن ده که روشن کنم جان خویش
شوم آگه از گنج پنهان خویش

رفتن شهزاده از غم ضعف و بر آمدن سحر بنوعی صحت بعزم صید کردن بر باده

دوم روز سر بر کشید آفتاب
ستاره برخ بست زرین نقاب

درآمد به پرواز بازی سفید
وزو بچگان جو اصل سپید

یکی خیمه بست ابر سنجاب رنگ
ز تری هوا گشت چون باغ رنگ

ز باران گشت از رخ سبزه گرد
همه دشت نهفت در لاجورد

هوا صاف شد چون دل عاشقان
زمین پاک شد چون روان روان

شده کبک در خنده آهو بلاغ | ز بس زعفران خورده در کوه و راغ
درختان شقایق چو رخشان درخش | همه کوه از و گشته کان بدخش
هوا عطرسای و صبا گلفروش | شمال معنبر قرنفل فروش
ز سنبل چرا کرده آهوی چین | شده نافه افشان در آن سرزمین
جوان بخت را شد هوای شکار | طلب کرد ترکان تازی سوار
وشتاقان کشیدند هر سو شتاب | سگ و یوز و شاهین و چرغ و عقاب
پیاده فرستاده دیگر گروه | یله کردن صید را تا بکوه
خود از دامن کوه راندی سمند | سواران برش تاب داده کمند
ز دراج و تیهو و نخچیر و گور | فگندند و بستند نزدیک و دور
گریزان شده شیر از زور زن | ببامان گوزنان ز چرم گوزن
چو شاهین ز بس خورده نخچیر تیر | بر آورده پر گشته نخچیر گیر
ز هر سو سگ افگنده شیران بگو | ز پهلوی گوران سگان کرده سو
ز بیم سگ صید جسته شتاب | چو آهو ز آهوی خرگوش خواب
به نخچیرگه آنچنان گشته تنگ | که جسته کشاد از کنام پلنگ
دوان روبه از بیم یوز شد | بگرمی سوی پوستین دوز شد
اگرچه بهر صید بند می‌نهاد | ز هر صید در گوش پندی نهاد
نخستین ز شیرش بیامد بگوش | که ای نامور مرد با فر و هوش
اگر شیر باشی مشو خودپسند | که موری بشیری رساند گزند
گوزنش چنین گفت کای نامدار | ز خود بینی ای بستن این لب آر
من از چرب پهلو نپروردمی | کجا تیر نخچیر زن خوردمی
ز روباه بشنو خوش این داستان | که روباه باز است گرگ جهان

ز خرگوش بشنید کاهی نامور / ازین خواب خرگوش هیچ الحذر
زهی نامداری چنین هوشمند / که گیرد ز نخچیر در گوش پند
بمنزل چو راندند از آنجا سمند / همه لعل گون کرده از خون سمند
نشستند و خوان بر نهادند پیش / همه گشته مهمان بازوی خویش
ز بیگانه پرداخت چون انجمن / فرس راند طبعش بصید سخن
مرا گفت گوهر برآر از نهفت / نهفته برآر آنچه بایدت گفت
بگستلخ گفتمش کای نره شیر / بخون خوردنت سخت بینم دلیر
ترا دیدم امروز در خون شتاب / چو دشنه بخونی چو تشنه بآب
بسا بی گنه را که سفتی برش / هما نا نیندیشی از کیفرش
بترس ای ز مکافات خون ریختن / ز آزرم روز برانگیختن
مشو با تن بی گنه کینه خواه / میالای از خون تن بیگناه
بخون ریزی ناتوانان متاز / مگر آنچه نتوانیش داد باز
ترا آنچه بر خود نیاری پسند / نباید پسندیده بر مستمند
مشو فربه از پهلوی لاغران / مکن پهلو از پهلوی دیگران
تو از پشه خیره گردد دست / که یک قطره خون مکید از برت
بخونش کشی گت فرو برد نیش / چه سازی بپادافره جرم خویش
مگر ناتوانست ور داوری / بترس از توانائی داوری
پر اندیشه شد نامور چون شنفت / نه تنها مرا این سخن یاد گفت
همه نامه باستان بار کن / که این پیشه ایشان نکردند بن
همه نامه آسمانی بخوان / دگر قول پیغمبر راز دان
مراد عبارتست از قرآن ۱۲
که فرمودمان تا بگیریم بهر / هم از صید برو هم از صید بحر

بدو گفتم ای سرور راست رو
شکار افگنی با ستانیست است

همه چون ره داد دل بسپرده اند
چنان خواستندی که هر جانور

شتاز وز بردست بر زیردست
بهر چندگاهی شدندی سوار

شدندی پلنگ افگن شیرگیر
نه تا پروراننده پهلو و بال

دگر نامه آسمان شنوی
که از صید اگر هیچت آگاهی است

دل آن ژرف دریاست کاندر جهاد
شکارش همه دانش و آگهی است

بجو گوهر علم و دانش از و
فراهم کن اندیشها را نخست

بجز دل آن شست چون افگنی
چه بر صید صحیح الکشد رائی تو

همه خوی های نکو نخچیر اوست

همه رای زشت و همه خوی بد
درین دشت هست ای شکار

ز کوشش کمندی بکف باز گیر
همه این ره و دشت از دام و دد

بنغزی همی سخن گوئی با شیخ شنو
ولی بعده آن انتهای باز جوا

نه بیهوده کس انبیا ز رو دعا
بر آسوده باشند از یکدگر

نیابند شیران به نخجیر دست
پی دادخواهی نه بهر شکار

که بر گور و آهو نگیرند چیر
نه پشت گوزن و سرین غزال

بباید به معنی آن بگروی
نه مقصود گورست و نه ماهی است

بپایی چنو لجه بیکران
سراسبت هر ال کرانیما ماهی است

جز آن صید از شوق رو رام مجو
که چون زیبا نهاست باریک و سست

همه صید معنی برون افگنی
همان هستی تو است صحرای الغی

ز دستان و کین و به و شیر است
فراهم شده در وی این دام و دد

نخستین بر اسپ خرد شو سوار
ز اندیشه تیزبین باز گیر

بپرداز یعنی خیالات بد

بگفتا بلی خصم دارم بسی — پی چاره شان باید از کس بسی
مرا دشمنانند همراه خویش — نه بیگانه آگه از ایشان نه خویش
بشهر اندرون نیست یار از شان — که نه شاه و نه شحنه داند نشان
مرا نفس آز و هوا دشمنند — که هر چار روم این گلشن تن بانند
در آنشهر هست آن سه را اتحاد — زن و ملک و فرزند و سیم و کلاه
فراهم چو آیند چیره شوند — دل و جان زاندیشه خیره شوند
چو از هم جدا افتند این نفر — مرا هست بر آن سه دشمن ظفر
در این کوه این هر سه در بند به — که ضحاک را اژدها وند به
بدیو و دد و روز بردن بسر — به از دیو دل مردم بدسیر
ز غولان کوهم نباشد نهیب — بشهر اند غولان مردم فریب
چو آگاه دل یافتش پادشاه — پیاده شد و گشت از و عذرخواه
که گستاخ اینجا فرس تاختم — تو خود شاه بودی نشناختم
دو دستش ببوسید و در بر کشید — بنرمی بگفتن زبان بر کشید
بدو گفت کای پاک دل مرد کار — چه باشد که درخواهی از کردگار
که بر من ببخشد خداوند من — نبر دهی پاک پیوند من
گرامی یکی نور بخشد مرا — که بر دیدگان نور بخشد مرا
شود از گلی گلشن آرای من — پس از من نماند تهی جای من
چنین گفت ایزد پذیرفت از او — که درخواستت ایزد که بشنفت از او
شب آمد شه آمد بایوان خویش — طلب کرد شمع شبستان خویش
پری چهره آمد چو سرو سهی — خرامان بایوان شاهنشهی
از آن ابر نیسان صدف گشت تر — همه قطرها گشت رخشنده در

چو شاه این خبر گوهر گوش کرد / همه درد و اندوه فراموش کرد

بدهقان ببخشود و رامش نمود / بخواهنده زر داد و بخشش نمود

ز شادی برافروخت چون بهار / بسر در فتادش هوای شکار

بشکرانه آنکه او چاره یافت / بآزار بیچارگان روی تافت

ازان پس که آمد به نخچیرگاه / بشد تا شبستان بدیدار ماه

صدف دید از در پر آخته / یکی بچه نارس اندوخته

به پیچید از درد شد تافته / ولی بی خبر کز کجا یافته

برنگ ریتی باز پرداخت شاه / ز شه بارور شد فروزنده ماه

چو چندی بشد رای نخچیر کرد / سموم از نهانش فرو ریخت درد

چنین باز شه باده شد و هبیر / نهال امیدش نشد بارور

شبی دست برداشت بر آسمان / دلی پر ز درد و دلی پر فغان

همی گفت یا کاجهان داورا / چه کردم که ناکام خواهی مرا

ازین پیش دردم ز نابود بود / ز مایه زیان بود و نه سود بود

کنون رفت سرمایه از دست نیز / که سودی نبینم و خستم یک پشیز

همی گفت و افشاند بر چهره خون / ز لخت درونش همی لاله گون

برو بر ببخشید یزدان فرد / بخواب اندرون شد و این زد بسر

چنان دید کاندر یکی مرغزار / سواره همی راند بهر شکار

در آن مرغزاران یکی باره دید / درون رفت از هر سوئی می چمید

یکی انجمن دید پاکان همه / گروهی دگر دردناکان همه

همه نوجوانان فتاده بخاک / به تن ناتوان و به دل دردناک

یکی چاک پهلویش از تیغ تیز / یکی پیکر از خنجرش ریز ریز

یکی سینه اش سفته پیکان تیر / یکی دیگر از ستم دستگیر
بپرسید کاین قوم شوربخت / بجان ناتوان و بدل لخت لخت
کیانند و از تخمه کیستند / چنین خسته جان از پی چیستند
یکی گفت اینان ز تخم تواند / ملکزاده اند و گو پهلواند
مرا گفت در دهر فرزند نیست / وگر بود کینم پریشان ز چیست
بلی گفت هستند فرزند تو / جگر گوشگانند و پیوند تو
که گشتند خود نارسیده هلاک / ز زخم تو تنشان همه چاک چاک
بر آن زخم کز کین دی بر شکار / بنوباوگان تو زد کردگار
بهر صید کز پا در انداختی / یکی زین عزیزان بر انداختی
ندانی بتن هر کرا جان بود / بر آفریننده یکسان بود
خدا ار شنیدی که فرزند نیست / تبار و زن خویش پیوند نیست
از آن است تا هر که زورآورست / نیازد ز کین زور با زیردست
مکافات یزدان همانند نیست / که چون بنده کار خداوند نیست
چو مخلوق او را بخواری کشی / کشد از تو آن را که با وی خوشی
شه از خواب برجست چون این شنید / سر انگشت حیرت بدندان گزید
شبانگه طلب کرد و بر شد سوار / شد اندر پی پیر در کوهسار
همی گشت تا جست درویش را / بپایش نهاد آن سر خویش را
نیایش کنان گفت آن مرد کار / مر این خسته را توبه بخش آشکار
کز این پس نیازارم از خود کسی / پشیمانم از کرده خود بسی
بخندید دانا و لب برگشاد / ستم پیشه را از گنه توبه داد
دعا کرد و بخشود یزدان فرد / فزون آنچه بُرد از ستمگار مرد

تو شیرازی که اندیشی از واد گس
بیندیش زآزردن جانور

درین عالمت گر نگیرد خدای
بترس از مکافات دیگر سرای

بیا ساقی آن آفتاب شبان
که دشمن بدشمن کند مهربان

بده تا دگرگون کنم کیش خویش
نکوئی کنم با بد اندیش خویش

در بیان یاران همدم و نبازان شریک راحت و غم که بزم صحبت را برغم روزگار جفا توام بسر برند بهم بکمال عیش و نعیم

خنک روزگاری که بی رنج و غم
نشینند آسوده یاران بهم

بتی های غیرت یکدگر
یکی از دیگری صاف خشنودتر

گوارا مئی مایهٔ بی غمی
دلارا بتی گلشن خرمی

یکی آتشی گشته اندیشه سوز
یکی اختری گشته مجلس فروز

سرایندهٔ نغمه اش جان فزا
نوازندهٔ زخمه اش غم زدا

یکی مایهٔ عشرت آواز او
یکی برگ ساز و طرب ساز او

همه همدل همدم هم زبان
برآسوده از کار و بار جهان

دمی خوش برآرند با یکدگر
کز انجام خود نیست کس را خبر

سیوم روز چون ساقی روزگار
برآورد این جام یاقوت سار

به پیموده یکسان بشاه و گدا
ازان جانفزا جام اندهزدا

بفرمود بزمی خوش آراستند
ز رامشگران کام جان خواستند

یکی چنگی از آهنین چنگ داشت
که جان در رهی غم در آهنگ داشت

گر از رحمتی از چنگ غم خورده بود
وی از زخمهٔ چنگ درمان بود

چو در پردهٔ کین سیاوش زدی
ازان راه گل راه بلبل زدی

چنان ساختی پردهٔ پلوش باد
که لب گوش را گفتی نوش باد

ره خسروانی چنان ساختی | که خسرو بشیرین نپرداختی

ز ناهید مانا گرو برده بود | که از چنگ او چنگ او در ربود

دگر باربد وش سراینده | دل از کف بالحان رباینده

چو داود جان پرور آوای او | تو گفتی که بد نای در نای او

دهانش به از غنچه از عندلیب | کزان یکنوا دید از این یک شکیب

برآورد افغان باوای عود | که یا من به کل شیء یعود

الیک افتقاری فقلبی لدیک | علیک اعتمادی وجهی الیک

تجابنت والعمر یهوی الی | تباعدت والارض ضاقت علی

لو مت اصطبارا فضاق المجال | وما الصبر فی العشق الا الوبال

زهی درد تو مایه خرمی | غم عشق تو مایه بی غمی

زهی عشق تو مایه بود من | غمت سود و درد تو بهبود من

زهی یاد تو همدم جان من | خیال تو شمع شبستان من

گرم آرزوییست در دل توئی | ور از عمر سودیست حاصل توئی

ز تست از غمی شادمانی دهد | غمی کو به پیران جوانی دهد

ز تست آن خدنگی که جان پرورد | جگرسوز دانا روان پرورد

توئی گر بزخم درون مرهمیست | غم تست اگر سینه را همدمیست

توئی گر بود جانی اندر تنم | توئی گر برآرم فغان کین منم

تمنای شبهای تارم توئی | پریشان کن روزگارم توئی

گرم آفتابیست آن روی تست | ورم هیچ تابیست از موی تست

بسر چشمه دل توئی کوثرم | بگنجینه جان توئی گوهرم

غم تو ز عیش جهانم خرید | ز تاراج اندوه جانم خرید

گر افسر زنم خاک پای توام | وگر پادشاهم گدای توام
سگ اعدا را توام کز حسد | زمن داغ بر جان شیران رسد
نه پیچم ز زنجیر زلف تو سر | که مجنونم اما نه تا این قدر
بیا ای شکیب من از روی تو | بیا ای دلم صید گیسوی تو
بیا ای خرام تو آشوب دل | بیا ای جفای تو مطلوب دل
بیا ای شبیخون عشقت بجان | بیا ای دلم ناوکت را نشان
بیا ای برخ ایستی شعله ور | که پر سوز تر هر که زو دور تر
بیا ای بیالای نو خواسته | بهالی که خلقش بجان خواسته
بگفتی دل از دست بگذارمت | چو بیدل شوی دل بدست آرمت
مکن کین نه رسم وفاداریست | همه شیوه مردم آزاریست
کسی را که غیر از تو کس را نخواست | برا و گر تو غیری گزینی جفاست
گرم پای بر سر زنی عرش زن | زنم گر کشم سر ز پای تو من
گر از تند خوئی زمن سرکشی | بر هم که با خوی چون آتشی
چو پرداخت گو بنده این راه نغز | تو گفتی پراکندم آتش به مغز
بناگه زمن بی من آمد فغان | که یا لیتنی طال فیک الزمان
فکم اضجر القلب نار الهوی | وکم اکثر الهم ضیف النوی
غدا قربی حبیبی تحجرون | وزاد فی وجدا و هذا الجنون
دعوا اللوم فاللوم غیر المفیق | فکم تمنعونی بما لا اطیق
فلا تجرا فتضاح بذلی ببذل | الی عاذلی قم و ما شئت قل
چنان گشته دوری ببل کار گر | که از طعن بدگو ندارم خبر
چگویم از آن ماه دوری پسند | که چون ناز بر خویش ورزم گزند

ببد گفتم او را ببینا و بس — همین چشم بر چشم من بود و بس
ببیند بی چشم بد خواست سوخت — نخستین بجان من آتش فروخت
دل اکنون عجب جدائی کش است — که می بیند او با جدائی خوش است
چو بیهوده میگویم این شرح چیست — وصال و فراق این سخن است نیست
کجا خالی از اوست تا مل بود — که بیجان تنی زنده مشکل بود
کجا نیست یا راز تو پرتوی — کجا پرتوی آنچه بینیم توئی
بجائی برافروخته نو گلی — بجائی دگر سوخته بلبلی
توئی گر بود سروی افراخته — توئی گر تدروسیت دل باخته
توئی آنکه زیبا گی جلوه ساخت — توئی آنکه بیخود شده دل باخت
زنی تیر دان تیر را خود هدف — دهی قطره دان قطره را خود صدف
زنی چنگ دان چنگ را خود نوا — دهی درد آن درد را خود دوا
تو جام و تو صهبا و تو می گسار — تو باغ و تو دهقان و تو نوبهار
خود افسانه گوئی و خود افسانه نوش — خود افسون خرد خویش افسون فروش
که تاب آورد چون شوی جلوه گر — مگر خود بر آن جلوه آری نظر
گرا پائی با حملهٔ نره شیر — مگر همچو او نره شیری دلیر
چو آن بزم فرخنده انجام یافت — زگفت پریشان دل آرام یافت
سرافراز گفت اندر این انجمن — ز وحدت بسی باز راندی سخن
سخنها بگفتی همه معنوی — نگردیش لیکن بحجت قوی
که بی خویش بودی می افشان راز — کنونش به برهان بیارای باز
تو گفتی کننده یکی بیش نیست — بگردارش این اختلافات چیست
یکی چون بکیدم هزاران شود — زیک جسم چسان جامه الوان شود

چسان هم گلستان و هم عندلیب
چسان هم دلستان و هم دلفریب

یکی چون هم آب و هم آذر شود
هم او آفتاب و هم او زر شود

بدو گفتم ای سرور پاک مغز
تو گوئی و پرسی سخنهای نغز

ببرهان چسان گردد آنگفته جفت
که گوینده اش خود نداند چه گفت

ولیکن چو خواهش کند مرزبان
سخنهای خود را شوم ترجمان

دلیلی براین به ز آواز نیست
و ز آواز جز نغمهٔ ساز نیست

هزاران ره شعبه بنمایدت
گهی غم گهی شادی افزایدت

که آزاد آرد گهی شادران
گهی دلکش و گاه پالیزبان

گهی راه شبدیز و گه راهوی
گهی کین ایرج گهی پهلوی

گهی راه گل که شود خارکن
گهی زیرافکند گردد به فن

از اینها گذر کن ز چنگ و ز نای
سه تائی دف و سنج و زنگ و درای

ز بوق و ز طنبور و طبل و نفیر
ز صهیل و نهیق و طنین و صریر

ز مرغان چکاوک و تذرو و هزار
شباویز و شبخوان و طوطی و سار

وگر نای خوش نغمهٔ آدمی
کزو آرد اندوه رود در کمی

همه هرچه بینی جز آواز نیست
چو دیدی براه گمان بر بابست

چنین هرچه بینی همه هستی است
اگر خود بلندی اگر پستی است

نبینی بجز هستی اندر جهان
ز آب و ز خاک و ز جسم و ز جان

همه در جهان هرچه بینی از او
نجوئی بجز هستی ای نامجو

جدا از خوب و زشت و چه بالا و پست
ز هستی است سرمایه هرچه هست

جهان جمله هستی است یا نیستی است
ببین نیک و تا خود سزاوار چیست

گر هست هستی همه او خوان و بس
وگر نیستی جمله او دان و بس

ببین تا خود از این رو بر هستی
شگفت است سرمایه از نیستی

حکایت بعضی از اهالی هند که به عقل و دانش فرد بود و به سلوک راه حق مرد

یکی نامور بود در هند رای
به هوش و به دانش بفر و برای

چو خورشید تابان بروشن روان
چو کیوان بلندی درش هندوان

خداوند دستی دلی زور و فر
ز جوزا و مهرش کلاه و کمر

بسی سرکشان را سر انداخته
بسی دشمن از پا درانداخته

پر اندیشه جانش ز راز نهفت
در آن بیخ کز وی چنین شاخ رست

همه در دلش کافرینش ز چیست
کسی کو در این تن منم گفت کیست

سر و دست و پا را چو یارا نیان
که من گوید آنکه چنین ناتوان

نباید خود این گفته نیز از حواس
که چون رفت جان گویدش ان مساس

جز اینا نیست آنکس که گفت این چنین
بباید همی جست از مرد و زن

وگر گفتی آن کین منم گفت اوست
چو بی صورت است ایمن از گفتگوست

ز صورت نیاید که گوید منم
چو معنی بود چونش پیدا کنم

چو پنهان بود کس که داند که کیست
به هر جا یکی یا به هر جا یکی ست

نیارم یکی گفتنش در هزار
که هر جا دگرگونه دارد شمار

اگر دیده بر دوز ای رنگ و بو
به هر جا که بینی نه بینی جز او

به هر جا که دانشوری یافت جست
بخواند بپرسید و پاسخ بجست

ز بس در دل اینگونه اندیشه ماند
ز شاهی و فرماندهی باز ماند

به هر ماه چل روز خلوت گزید
ز اندیشه و روی مطلب ندید

چو از حد فزون شد اندیشه و جستجو
خداوند بنمود راهی بدو

چنان بد که آمد یکی روز جشن
بدربار او هندوان گشته گشن

بزرگی ز کار آگهان جهان
که بودش دلی فارغ از این و آن

سر راستی سوده بر آستان
که تا گشته از زمره رهستان

بجان برده بس منت سادگان
کم از سادگان گشته آزادگان

که ناکرده خدمت بمردان فرد
نگردد کس از خیل مردان مرد

مشعبد صفت شد بنزدیک شاه
که روشن کند جان تاریک شاه

بگفتا اگر شاه را درخورم پدا
مشعبد یکی مرز بانی کرم

نمایم بسی نقشها دلپسند
که بیند وزو گردد اندیشه‌بند

بسا طرفه کارم پدید از نهان
اگر رای رای باشد بدان

نغم گفت وادرا [illegible] لهو
مگر تا کند از دل اندیشه محو

چو بگرفت دستوری از شهریار
یکی خیمه افراشت بس استوار

یکی پرده آویخت در پیش او
خود اندر درون رفت هنگام جو

در آن پرده هرگونه لعبت نمود
که شه را دل از آن شگفتی ربود

همه لعبتان را سیا نهان
سر ریسمان در کف حیله گر

نخست از پس پرده کرد آشکار
یکی مرد بر صورت پیشکار

همی رفت راهی بتخت آب
بشد در پس پرده لعب با شتاب

در آمد بهمراه چل خواجه تاش
همه تخت زرین بکف در قماش

نهادند پهلوی هم استوار
چنان که بود درخور شهریار

دو صد پیل با خرطهٔ زرنشان
بسی تختی بر پشتشان هم عنان

دو صد اسپ تازی بزرین ستام
سوارانش همه ترک هندی غلام

پیاده بسی تیغ هندی بکف
برآورده هر سو [illegible] صف

دگر جاه و شان جم هند لعبت پیش
وزان پس از پیل شاهی سوار
فرو آمد از پیل و بر شد به تخت
وزیران ستادندش از چپ و راست
می و رود و رامشگر آورد باز
گروهی برقص ایستاده بپای
یکی جشن آراست بر روی شاه
ز اورنگ رای اندر آمد به بزم
در آن خیمه شد تا ببیند که چیست
چو دید اندر آن خیمه جا پیر داشت
همه لعبتان گشته او را زبون
سر رشته در دست آن حیله ور
همه داده در جنبش و در قرار
نبودی در آن پرده آگاه کس
بهر عضوشان رشته بندی جدا
هر آن دست و پائی که جنبش نمود
یکی نعره زد رائی و از پا فتاد
مشعبد سرش را بدامان گذاشت
که تا رائی از آن حالت آمد بخویش
درم داد بسیار و بنواختش
بگفت از کجائی و نام تو چیست

دواره کنان و تبرها بدوش
ازان پرده رخ باز کرد آشکار
تو گفتی بود خسروی نیک بخت
امیران برابر چنان چون سزاست
کنیزان نوازنده مل نواز
گروهی بکف بربط و چنگ و نای
که ماند اندرو خیره شاه و سپاه
دوان تا بدان خیمه افراشت سر
سر رشته در دست تدبیر کیست
همه رشته در دست تدبیر داشت
اسیر وی از جنبش و از سکون
همه مسخره حکم او سر بسر
بانگشت او رشته اختیار
پس پرده تنها هم او بود و بس
همه بند اوشان بدست و بپا
سر رشته شان در کف پیر بود
که دید از پس پردها گشاده
همه همت خویش بروی گماشت
بخلوت شد و خواند دانا بپیش
بنزدیک خود جایگه ساختش
که همچون توئی خود تبه نیست

در این پرده تا خود چه بنواختی | که از چنگ غم فارغم ساختی
بزرگفت دانا ندارم نیاز | ازان آمدم کت شوم چاره ساز
من و چند تن آگه از سر کار | تفرج کنان بد فلان مرغزار
نشسته بهم بود مان گفتگو | تسلی ده خویش از یاد هو
یکی زان میان برد سرّ حبیب | که بود دوش دلی آگه از سرّ غیب
برآورد ناگه ز سرّ حبیب گفت | فلان ای اخی در دو غم گشت جفت
که چندیست کاندیشه دارد قره | که از راز وحدت گشاید گره
بسی ز آتش غصه بگداخته است | دل آماده آگهی ساخته است
یکی رفت باید بنزدیک او | که روشن کند جان تاریک او
بیاموزدش آنچه دانستنی است | که هستی به گیتی یکی بیش نیست
کند کیمیائی بکار اندرش | که فارغ کند جان غم پرورش
من اندر شدم بهر آگاهیت | که تا وارهانم ز گمراهیت
ازان شعبده جادوئی ساختم | تدبیر کارت بپرداختم
که تا بازدانی که هستی یکی است | زداید اگر در دو رویت شکی است
جهان با جهان آفرین بی سخن | چنانست کان رشته در دست من
نباشد ز خود هیچکس هستیش | ز پیمانه او ست سرمستیش
اگر خواهی آموخت این پیشه را | ز دل پاک کن نقش اندیشه را
برآمد شد فکر بربند راه | دلیلی جز این بهر این ره مخواه
چو از هستی خویشتن بگذری | بیک بودن هستها پی بری
ره کوی وحدت همین است و بس | ولی کم بود مرد این راه کس
چو اندرز دانا نیوشیده شاه | بر او سرور شد مه تخت و کلاه

ره مرد دانا ز جان برگزید | چو عنقا کسی دیگر او را ندید
به صحرا شتابید از آن شهربند | چو آن صید کازاد گردد ز بند
بغاری درون شد بخلوت نشست | در صحبت خلق بر خود ببست
نیاسود و کوشش نمود و شتافت | که گم کرده خویش را باز یافت
چرا آنکه کوشش برای درست | یقین دان که گم کرده خویش جست
تو گم کرده خویشی ای لامعی | بجو خویش را تو که یابی همی
بجستن چه امروز و فردا کنی | چنین چند با خود مدارا کنی
همان به که جویی و پیدا شوی | وگر نه بجویند و رسوا شوی
ره جستن از خویش گم گشتن است | بجویی ببین کاین نکو رفتن است
مجو هستی را که دارد زوال | بجو هستی سرمدی بی ملال
بیا ساقی آن آب آتش نهاد | که او خاک امید بد بد بباد
بده تا کنم هستی خویش گم | کنم زندگی ز آب جان بخش خم

در بیان خوش گذرانیدن زندگی و دانستن دنیا را سرای ناپایندگی

بیا ای که داری بکف دانگ چند | چو گل تازه رویی کن و خوش بخند
چو بر تو گشادند خوش پیشانی | دل دوستان بر و خوان سرای
مپندوز از بهر فرزند و زن | که هر کس خورد روزی خویشتن
مگر بهره دیگران بهر خویش | مشو شهد بیگانه و زهر خویش
چه اندوزی از بهر روزی دگر | که روز دگر راست روزی دگر
بده کز برت کامرانی کنند | منه کز پیت شادمانی کنند
بده تا دعای تو گویند خلق | منه تا فنای تو جویند خلق

صدف را که پنهان کند گوهرش / همه خلق خواهد بدیده سرش

چو گل خوردهٔ خویش پیدا کند / بفرق همه گلرخان جا کند

ندیدم گشاده دل تنگ دست / جهان گر ز سیم و ز گنج بد بدست

ترنج از شگوفه شود سیم بار / همه گوی زرین شود در کنار

درخت ار شود در خزان کاسته / بهاران شود سبز و آراسته

چو در کان فیروزه آمد فرود / ز سبزی یکی کان فیروزه بود

یکی دشت با طرّی و خرمی / که از باغ مینو نبودش کمی

چه مینو درو هر طرف باغها / ارم را ز رشکش بدل داغها

ز هر سو روانه یکی ژرف رود / که از زنده رود آن رسیدی درود

یکی مرز خرم چو بخت جوان / جهان دیده پیری در آن مرزبان

تو گفتی سپهر است با فر و جاه / بقد بند در پشت دو تاه

جهان در نوشته بنام و بکام / بفرهنگ همدوی چو دستان سام

درین روزها بازم آمد خبر / که این پیر شد تا سرائی دگر

بر او از خداوند رحمت بسی / که آسوده جان بود از وی کسی

یکی پور بودش یل و هوشمند / بدانا دلی نوجوان ارجمند

پسر با پدر هر یکی بی نظیر / یکی بخت برنا یکی عقل پیر

پذیره رسیدند زی نامدار / بهمره پیاده بسی با سوار

جوان بخت از باره آمد بزیر / بر در گرفت آن عدو برنا و پیر

سر و روی هر یک ببوسید باز / بباره برآمد گو سرفراز

پذیره شو و خلق بربسته راه / ز ماهی شده گرد تا به ماه

ز خواهنده و خیل و مهمانشان / ندیدم بجز شکر احسانشان

چو آسوده هر کس بجائی نشست / بگسترد خوان مرد مهمان پرست
ز هرگون خورش گر همه جانفزای / ازان پهن خوان جست تن آنچه رای
همه کار تن چون بسامان رسید / خورش را یکی نوبت جان رسید
ز من باز پرسید آن نامجوی / که بهتر کدام از خورشها بگوی
بدو گفتم ای رادمرد جوان / همان نان که او را خورد میهمان
دگر باره پرسید کز هر لباس / کدامین به است ای حقیقت شناس
بگفتم ازاری و پیراهنی / کز او بازپوشی برهنه تنی
دگر باره گفت از برای نشست / بگو کز بناها کدامین خوش است
بگفتم همان بهتر ای سرفراز / که باشد در او بر خواهنده باز
بگفتا چه گوهر بود اندر وجود / بگفتم همان کاید از بحر جود
بگفتا چه کردار آن که جاوید ماند / بگفتم که او تخم نیکی فشاند
بگفت از چه مخزن کند فربهی / بگفتم چو از وی بمسکین دهی
بگفت از چه دشمن توان بر شکست / بگفتم ز بخشودن زیردست
بزر گفت مردم شود سربلند / بگفتم بلی گر ندارد به بند
بگفتا که دولت دهد آبرو / بگفتم نه چندانکه نام نکو
جوان بخت پرسید کاسراف چیست / بگو ایکه با دانشت لاف نیست
چرا خرج کردن بجائی خوش است / بجائی دگر مایهٔ آتش است
اگر هست بخشش مرا سودمند / بجائی چرا سود و جائی است بند
بدو گفتم ای از تو برهان جود / دلت بحر احسان کفت کان جود
بنزد کریم چون خداوند پاک / زر و سیم پنهان بر آرد ز خاک
که رفع نیاز خود از آن کنیم / ستم باشد ار باز پنهان کنیم

جوانمرد

چه پوشی چو زر داش پیدا کند ... چه پنهان کنی کش هویدا کند
وگر می‌بباید نهان کردنش ... نبایستی اول عیان کردنش
نباید به پیری زحمت یکباره گنج ... ورا نکند خود را به تیمار و رنج
چه خوش گفت آن زنده‌دل حق‌پرست ... چو گفتندش ایثار کن هرچه هست
که گر آنچه دارم به مسکین دهم ... چو مسکین به آستان سر نهم
دهش گر خوش است ای جوانمرد راد ... بخویش اندکی نیز بایست داد
چو زر می‌ببخشی به انصاف ده ... نه از خود ستانی [illegible] ده
یکی را ستوه از غم مسکنی ... بسکین دیگر ستم می‌کنی
تمکن ندارد زرت ای کیا ... یکی تخته بیرون یکی ناشتا
یکی را که یک نان خورد [illegible] ... بده خوار کرده نان بده
به انصاف بخشش نماید کرام ... که اسراف بی‌شبهه باشد حرام
ازین درگذر کانکه پاک از هواست ... ببخشند در خویشتن [illegible]
نبیند زحمت از بهر خود [illegible] ... که این کار بس نیست کار زنیست
یکی خواهد از خویش بگذشته ... زفکر پس و پیش بگذشته
که او وزره در غم خویش نیست ... از آن و بر دلش جای اندیشه نیست
سر کس ندارد سر خویش هم ... غم پس ندارد غم پیش هم
اگر آیدش هم نانی خورد ... وگر نایدش از خوان بیچون چه درد
تبن قسمت است او نه تن ناپدید ... که آخور نظرگاه داد و خرد است
غم آب و نان نیستش یک نفس ... که او تشنه همین خویش است و بس
جهان گر بهم برخورد سر بسر ... نه از خود بود نه جهان با خبر
همه در غم خویش و سودای خویش ... که از خویش بیرون [illegible]

چنین کس به در نگذرد زر نخشی است — که او خود بسودای هر نخشی است
ولی آنکه در بند جان خود است — بفکر خود و سوزیان خود است
نباید پراگندیش هر چه هست — بمسکینی آخر پریشان نشست
کرم‌ها نباشد جز این حاصلی — که مجموع سازد پریشان دلی
ولی چون پریشان شود زان کرم — بمردم کرم کرد و بر خود ستم
کرم کن که با حق شوی آشنا — نه از فقر جنگ آوری با خدا
الا آنکه بر فقر داری ثبات — ببخش آنچه داری که یابی نجات
کرم خوشترین خصلت آدمی است — کرم کشت امید را خرمی است
در آنجا که دوزخ زبانه کش است — کرم چیست آبی بر آن آتش است
کرم چیست دارویی غم خوردنست — کرم پرتو آسمان کند مردنست
کرم چیست درمان درماندگی — کرم چیست سرمایه زندگی
کرم چیست نوباوهٔ مردمی — کرم چیست سرمایه خرمی
جهان از چه دارد نوا از کرم — روان از چه دارد بقا از کرم
فلک دستگاه کریم است و بس — بفردوس راه کریم است و بس
که بخشد که حق زانچه بخشد بدو — بجای یکی ده نه بخشد بدو
که در خاک تخمی بامید کاشت — که هر دانه را ده عوض بد نداشت
کرم ورز تا صید دلها کنی — کرم کن که در هر دلی جا کنی
کرم پیشه را نیست دشمن کسی — که خصم از کرم دوست گردد بسی
کرم پیشه خصمی ندارد بکس — که او دشمن مال خویش است و بس
به بخشش هر آن دست کاندر از — نگردد بخواهش بر کس دراز
ز هیچ کرم شاخی آید به بر — که طوبی شد و داد هر گونه بر

ز پشت کرم قطرهٔ آب جست / که خور را شد در کنارت نشست

کنم هرچه مدح و ثنای کرم / نگویم ثنائی بجای کرم

ثنائی ندارم سزای کریم / همین بس که گویم خدای کریم

حکایت مرد مالدار و سخی و جوانمرد و بخشنده و خوش طبع و لطیف و عزم نمودن او بسوی هند همراه یاران خرم دل و ظریف

بخاور یکی مرد دارنده بود / جوانمرد و خوش خوی و بخشنده بود

نهاده تن از بهر مسکین برنج / ز مسکین چنانش مسکین گنج

کشاده دل و دیده و دستگاه / بدرماندگان درگه او پناه

بدیدار مهمان بدی شادمان / نخوردی اگر کامدی میهمان

ز نعمت طعامی بکامش بکام / مگر خسته خوردی از وی طعام

ز سرمایه و سود بخشش بدی / همه در سکار احسان شدی

یکی تا به راحت نه خفتی همی / ببالین راحت نخفتی همی

جهان بندهٔ طبع آزاد وی / وز او نام حاتم بیکبار طی

بکاری روان شد بهندوستان / گروهی همراهش از دوستان

یکی ژرف دریا بیامد بپیش / بترسی ز پهنای اندیشه بیش

طپانچه زده موج او بر سپهر / وزان صدمه‌اش نیلگون کرده چهر

توگفتی بهمراه موج گران / جواهر برافشانده بر آسمان

حبابی است گفتی فلک بر سرش / نهنگی همان کهکشان از برش

فلک غوطها خورده غواص آن / که او گوهرافشانده اند کنار

شناور در او بس دمنده نهنگ / بتن همچو کوه و بدم همچو نهنگ

توگفتی یلی تیغ بر یک شگرف / ز قامت بر آن بهر دریای ژرف

نشستند در کشتی بهینه‌ور — که آرند از آن بهن دریا گذر
یکی بهن کشتی که از بادبان — زده سایبان بر سر آسمان
علم بر فراز ثریا زده — چو ابدال بر آب دریا زده
تو گفتی شتان خفته پیل دمان — بر افراشته پای بر آسمان
عماری همی رفت بر روی آب — بسان یکی باز گونه حباب
ز لنگرش گاو زمین پای گیر — ستونش عصای کف چرخ پیر
بنه‌ها در زرانند در بحر ژرف — دو هم روز ابری بر آمد شگرف
یکی تند باران ببارید از آن — که دریا شد از زیر و بالا روان
یکی سخت طوفان برانگیخت باد — که خاک تنگ بحر بر باد داد
همی موج بر آسمان بر جست — ز اوج فلک بر ستاره نشست
تو گفتی که موسی بدریا شتافت — عصا برزد و آب دریا شگافت
همه اهل کشتی در افغان شدند — بهنگام سختی دعاخوان شده
روان کرده سیلاب خونین بر روی — ز طوفان طوفان شده چاره‌جوی
چو دریا پر آشوب گشته تر — در آن کشتی از کشتی آسیمه تر
گذر کرده اشک سع انشان ز فرق — همه گشته از بیم غرقاب غرق
بر آتش زدند آب از سوز جان — همه گشته بر آب آتش فشان
در آخر فرو رفت کشتی بر آب — که با حکم یزدان نبود پیش تاب
قضا را سفر کرده مرد کریم — ابا همرهان رستاران هول بیم
پس از صد به و غوطه بیشمار — بزد موج و افکند شان بر کنار
ستادند از آن آب بر روی خاک — ستایش کنان پیش یزدان پاک
که گشتند از آن بحر جوشان رها — پرستند باز از دم اژدها

پیاده برفتند تا نیم روز / بتن تفته از آفتاب تموز
بدشتی رسیدند فیروز بخت / براو سایه گسترده از هر درخت
درختان انبوه و دشت فراخ / ره پرتو از برگ بربسته شاخ
ز بس چتر طاوس افراشته / هوا پر ز قوس قزح داشته
ز منقار طوطی بهر شاخسار / شده غنچهٔ سرخ گل آشکار
شمامه بپیچیده بر باد رنگ / همه راه و بر رهگذر کرده تنگ
ز هر سو ترنجی خوش افروخته / مغی سبزپوش آتش افروخته
شده عکس نارنج در جویبار / ز آب آتشی گشته نغز آشکار
شده بوی حج بزد گل و عود و بیل / پذیره کن کاروان باد و سیل
بزیر درختان افراخته / بساطی ملوکانه انداخته
بر آن فرش خوانی بگسترده بُد / دراو کرده آماده هر گونه چیز
وشاقان گل چهرهٔ مه لقا / پرستش گری ایستاده بپا
همه گشته از چهره مجلس فروز / یکی عطرسائی یکی عودسوز
یکی آبدستان گرفته بدست / یکی گل فشان بر بساط نشست
پذیره بر خواجه رفتند باز / که بسم الله از تست این برگ و ساز
بما این چنین گفته سالار ما / که باشد پرستاریت کار ما
فرود آئی کان خواجه آید همی / خرامان بدین سو گراید همی
فراهم نشستند اندیشه ناک / پریشان و بنهاده دل بر هلاک
یکی گفتی این نیست جز جای دیو / که ما رست زینگونه دل پر غریو
یکی گفتی این منزل پر نهیب / بود جای غولان مردم فریب
یکی گفتی این جایگاه پریست / کجا دیو را این پری پیکریست

یکی گفتی این است خواب و خیال   یکی آزمون ساز و چشمی بحال
بدینگونه جمعی پراگنده گوی   که آمد زره خواجهٔ نیکخوی
سواره بیا ز اسپ آمد فرود   همی گفت در خورد هر یک درود
وزان پس بشارت بخوان دو گفت   که باید خورش خورد و لختی نخفت
که از رنج غرقاب و سختی راه   بجانی فگار ید و حالی تباه
بخوردند و خفتند شب تا بروز   وگر روز کافروخت گیتی فروز
جوانمرد از خواب بر پای شد   بمهمان تو مجلس آرای شد
نشستند و گفتند با هم بسی   پراندیشه دل بد از و هر کسی
بدانست مرد حقیقت شناس   که زو شد دل میهمان پر هراس
سوی خواجه و کرد کای بو الکرم   برآسوده دل باش و از من مرم
ندیدم درین باغ حیت نه پری   که کس را فریبم با فسونگری
صنم صورتان کز مهائی تو   که ایزد کرم کرد بر جای تو
همین پیشکاران که پیشت بپاست   پرستاری بندگان خداست
چو زی باغ مینو سفر باشدت   هزاران چو من پیشتر باشدت
چو بر تو قضای خزانی گذشت   بناکه فتادی درین پهن دشت
فرستاد ما را خداوند پاک   پرستاریت را درین تیره خاک
چه میخواست ما را فرستد فرود   همی گفت گویندش از من درود
بگویندش ای میزبان خدا   کنون باش یک چند مهمان ما
بسی کرده میهمانی مرا   تو مهمان کنون میزبانی مرا
هر چند خواهی درین جا بمان   وزان پس عنان شو سوی خانمان
چو بشنید این مژده آن مرد راد   نیایش کنان سر بزمین بر نهاد

بسی شکر بخشنده جان بگفت | که جان مرا با کرم ساخت جفت
وزان پس بدریا فگندند رخت | که خویش ام و پدر ام دیدند بخت
بساحل یکی کشتی آماده بود | ز طوفان در آن ساحل افتاده بود
بسی لطمه خورده ز موج گران | کز ان بحر افتاده بد بر کران
همانا که بخشنده یزدان فرد | ز بهر رهائی آن جمع کرد
بکشتی نشستند و راندند باز | همه کامیاب و همه سرفراز
چو از لطف حق سرفراز آمدند | بمقصد برفتند و باز آمدند
جوان مرد بر نیکوئی بر فزود | که از نیکی آن نیکوئی دیده بود
همه عمر بستی بخدمت میان | فشاندی زر و سیم بر میهمان
در آن دم که بشنیده بود این نوید | نه هم دیده بود آنچه را باز دید
چنان مر کرم باز پیچیده بود | کنون تا زمستی چه خواهد نمود
تو نیز ای که داری دل و رای و هوش | به نیکی فزائی باحسان بکوش
ببخش آنچه داری بنام آوری | مگر صید دولت بدام آوری
بده ساقی آن کیمیای کرم | که دل را بود رهنمای کرم
که عمریست سر بخشیم آرزوست | هم از جان که بخشیم از زر دوست

ترغیب بشنودن نصایح پیران و عمل بآن نمودن جوانان ایران

جوانا سر از پند پیران مپیچ | که بی تربیت کس نیرزد بهیچ
بگیتی درون آن بود بخت ور | که از پند دانا نپیچید سر
چو خواهی شوی شهرهٔ روزگار | مپیچان سر از رای آموزگار
ز شاخی ثمر خوردن آسان بود | که او دست پرورد دهقان بود
نه بیند اگر تربیت بید مشک | بماند نهانی شود چوب خشک

نه بی تربیت سنگ گوهر شود ... نه بی کیمیا خود مسی زر شود

گیاهی که خود رو برآید بباغ ... ز نکهت کجا تازه دارد دماغ

وگر پرورش یابد از باغبان ... شود راحت مغز و آرام جان

به از تربیت نیست فرزند را ... جوانه نهال برومند را

مبادا آن پسر کوست عار پدر ... که گورش به است از کنار پدر

نپذرفت اگر پند صاحب نفس ... بکام پدر گو به پیری برس

بیان بسالم آمدن بعافیت و آرام ازان هولناک زمین و آدای شکر دادار جهان آفرین و اظهار حال جوان نازپرورده راحت قرین

ازان سرزمین باره چون راندند ... بان مرز کش اسپیان خواندند

شبی تیره همچون دل اهرمن ... رهی همچو زلف بتان پرشکن

درختان انبوه هم برده شاخ ... هوا تیره زار و زمین سنگلاخ

یکی ژرف جیحون روان از نشیب ... نیاسوده در وی نهنگ از نهیب

یکی سهمگین کوه بالای سر ... سواره ببایست راند از کمر

اگر پای اسپی بسنگ آمدی ... بزود اندرون بی درنگ آمدی

رونده چو راندی بکوستاخ ... ز شاخ درختان شدی شاخ شاخ

بجو دگر بیر دختی ازبارگی ... بگردن فتادی بیکبارگی

فتادی در آن بیم وردان ... فتادن همان بود و مردن همان

عجب تر که بود آن گذرگاه تنگ ... همه مرج شیر و کنام پلنگ

چو بر سخت سنگ آمدی نعل رخش ... بجستی شراری بسان درخش

چو گشتی درخشان چو برق آن غبرا ... یکی نیز غران شدی رعد آ

ز بانگ پلنگ و خروش هزبر ... ز تن رفته تاب و ز دل رفته صبر

سواران از آن حول / ستوران ز ظلمت سکندر خزان

یکی ز انمیان بود بس تیز سناک / نهاده ز اندیشیدن هلاک

همه عمر در خانهٔ خویشتن / بر آسوده چون مردم چشم من

با و برگذشته بسی روزگار / ولی بود بر جای خود چون چنار

بسی را بپیموده چون آسیا / ولی پای ننهاده بیرون جا

بگلگشتی ار بار زر فتی بباغ / دمی صد ره از خانه جستی سراغ

چو از باغ رفتی سوی خانه باز / بنالیدی از رنج راه دراز

چنان دیده کاین عالم با شکوه / ز شهر اندر عنان تا پیش کوه

در آن شب دل از خویشتن رسته / همه دیده بر مرگ بگماشته

ز قرآن نماند آیتی کش نخواند / نه از نام یزدان که در دل براند

گرفتی چو دامانش خار ز چپ / برآوردی افغان که یاران پلنگ

چنان چنگ در من بزده محکمش / که خود می نیارم کشیدن ز دستش

بپای درختی شد آن تیره بخت / گرفت آستینش بشاخ درخت

برآورد افغان که شیرم شکست / زهی نامور مرد مهمان پرست

ز شهر خود آواره ام ساختی / بچنگال شیرم در انداختی

سرافراز را دل بر او بر بسوخت / بفرمود تا هر کس آتش فروخت

چو روشن شد آن شیر اندیشه بود / که مرد هراسنده را دل بود

مرا خود فغان زاندیشه است / که پشت مرا هیبتش بشکست

بهانه است همین شیر اندیشه خورد / چنین سهل آسانش نتوان شمرد

نهیبش مرا استخوان آب کرد / که چشم مرا پر ز خوناب کرد

بسی سیری از وی ببردم گله / بر آن کش بگردن نهد سلسله

مرا گفت داننده رهشناس | که شیر آید از آتش اندر هراس
ز عشق آتشی کن به دل شعله‌ور | ازین شیر تا رَست بیم خطر
چو ز آتش کنند شیر رخ باز پس | ز عشق آتشی شیر اندیشه بس
تو نیز ار چو من دل پر آتش کنی | ازین شیر باید دلی خوش کنی
چنین دل پر آشوب از آن تنگ راه | نوشتیم خود هیچ فرسنگ راه
چپ و یکی جاده بس فراخ | بدان ره شدیم از خیابان سنگلاخ
ز دم گرگ چون سر زد از کوهسار | یکی گله از دشت شد آشکار
ز مردم تنی چند صحرانشین | سیه‌خانه چون مردم حورعین
ز یک سو تنی چند دیگر سوار | پذیره رسیدند زی نامدار
جوانی فروزان نشسته بر اسپ | چو آذرگشسبی بر آذرگشسپ
گذشته بر او سال یکبار ده | گذشته به روی از مه چارده
ببالای او سرو کشمر نبود | بسیمای او مهر انور نبود
خجسته به دیدار و فرخ بنام | همه پرتو مهرش از چهر وام
جوان بخت را بود پوری عزیز | چو پیش پدر شد پسر خفت زین
بیامد رکاب پدر بوسه داد | سرافراز را دل برو گشت شاد
به اسپ اندر آمد بفرمان باب | چنان چون برآید بکوه آفتاب
همی راند تا هور شد بلند | بمنزل رسید آن گو ارجمند
نشستند رومی نهادند خوان | چو پرداخته شد گفت روشن‌روان
که بختی برآمد آنچه داری نهفت | وزان پس ببود گرانمایه گفت
که این ژرف دریا چو آمد بجوش | هر آن دُر که افگند بر گوش هوش
چنین دیدم آزاده را مصلحت | که با بی برادر خوانم از تربیت

بدو گفتم ای مادر مهربان | مبادی ز آسیب گیتی نوان

همیشه پدر سایبان تو باد | ازان سایه پرورده جان تو باد

بزرگیت گر باید و سروری | روان بر تو یاب از هنر پروری

بفرزانگان همنشین باش و بس | جز از زاد و فرزانه مشنو ز کس

مشو سفله پرور مشو هرزه دوست | که این هر دو خاک گنج را بر است

سخن چون بگوئی پسندیده گوی | با هستگی گوی و سنجیده گوی

بگیر از کسان هنرمند پند | ازان پیشتر کز تو گیرند پند

مشو با بدان ای نکوبخت یار | چو خواهی شوی در جهان بختیار

همه با نکوخواه و دانا نشین | ز نادان بدخواه تنها نشین

سخن با بزرگان با آزرم گوی | درشتی مکن ای پسر نرم گوی

بلندیت باید بهمت گرای | ازین نردبان بر بلندی برآی

بدون همتی تا توانی مپوی | ز دون همتان نیز یاری مجوی

برتبت هر آن کز تو بالاتر است | ورا در نشستن مکن زیردست

غرور جوانی ز سر باز نه | که افتادگی زیور مرد به

ز دانا سخن بشنو و در پذیر | حدیث بزرگان بخردی مگیر

میالای در طعن مردم دهن | بیندیش از طعنهٔ خویشتن

بشوخی میفزای طیبت مکن | بکس گرچه خصم است غیبت مکن

زبان باز کش تا نبینی زیان | که کس هر زیان دید بیند زیان

کسی کز تو افزونتر است از هنر | دگر کمتر است از خود افزونتر

قناعت کن الا ز آموختن | هنر جو همی گر خواهی اندوختن

[illegible] بایست آیدی | پروی کسی بینا و رهموئی

مکن دیده بر مردم ناپاک بین ... همه باش با مردم پاک بین
به بیگانه الفت مکن زینهار ... بر آشنایان مکن خویش خوار
همه آتش خویش بی دودمان ... تو شمعی مشو دوده دودمان
بنادان میامیز اگر بخردی ... که دور است از و فره ایزدی
بدانا نشین تا که دانا شوی ... به نیروی دانش توانا شوی
پرستش گری خواهی از دیگران ... خدا را پرستش کن اول ز جان
که هر کو سر از کار داور کشد ... همه آفرینش از و سر کشد
سر عجز نه بر در بی نیاز ... وزان پس نگه کن فراز آن بناز
نپاید بزرگی در آن خاندان ... که گردن کشند از خدای جهان
نه دولت کشد نیز پا اندری ... که بیند بجا کار ادبار سری
شهی بود او را دو دستور بود ... دلش روشن و ملک معمور بود
یکی زان دو دستور نیک رای ... وز نیکوئیها بخلق خدای
وزیر دوم ناکس زشت خوی ... همه با کسان بد دل و کینه جوی
جفاجوئی با مردم حق پرست ... کشاده ولیکن بآزار دست
ز خویش دل عالمی سوخته ... ز بیمش لب از شکوه بر دوخته
از و خلق چون روزگار تباه ... بشه بسته بیمش ره دادخواه
ستوده بر شاه والا منش ... تنی چند را همچو خود بد کنش
همه چرب گویان نغز کرده یار ... که آتش ز روغن شود شعله ور
بسی رخنه افگنده در ملک شاه ... ولی رخنها بسته بر دادخواه
گر آن پاک دستور نیکو سرشت ... بشه شکوه بردیش ز اعمال زشت
بشه مشتبه کردی از مکر و فن ... که صاحب غرض کینه دارد بمن

چو شاه از وی‌ام پایه افزون کند | بدم گر نگوید شه چون کند
بهر جا هنرمندی آزاده بود | بزرگی و زود آدمی زاده بود
ز بدگوییش پیش شه کرد خوار | که جرمی بر او بسته کردش نزار
بجز سفله چند را او نداد | که با سفلگان شاه را خو مباد
هم از بدگویی پاک دستور را | چنان کرد کان گفت رنجور را
پی مشورت گفت در کار نیست | بدست وزارت سزاوار نیست
چنان بینم ای خسرو روزگار | که شهزاده را باشد آموزگار
در آموزگاریش مانند نیست | که چون او دبیری هنرمند نیست
وزین خواست تا شاه آزاده را | فریبد کند خوار شهزاده را
که شه را همین یک پسر بود و بس | همی خواست نشناسدش هیچکس
یکی شهر ویران در اقصای ملک | که چون ساحلی بد بدریای ملک
بدانجا فرستاد شهزاده را | همان پاک دستور آزاده را
خود اینجا چو دیوی با فسونگری | کز انگشت جم گیرد انگشتری
به نیرنگ خلقی بخود رام کرد | بآرام بس عیش پیدام کرد
از آنسو ملکزاده با رهنمای | در آن بوم ویران گرفتند جای
وزیر آن همه حیله دانسته بود | ملکزاده را نیز آگه نمود
ز دستور شه چاره جو پور شاه | که چون بازجویم دهیم و کلاه
بر او خواند با بی وزیر از شکیب | که کس بی شکیبی نیابد نصیب
بدو گفت کای فره ایزدی | مجو جز خردمندی و بخردی
تو اکنون بیاموز رسم شهان | هم آیین و آرام کارآگهان
دگر با رعیت نمودن سلوک | همه راه شاهان و رسم ملوک

سواری بیاموز و شمشیر زن ... همه روزه بنشین با رایزن
بفرهنگ و دانش بیارای مغز ... بیاموز رفتار و گفتار نغز
همه دل بیاد ار گیتی پناه ... که او ملک بخشد نه گنج و سپاه
تو از سعی خود باز منشین دمی ... که لطف خدا کم نباید همی
گمانم که بی موجبی کرد کار ... نیکی کند دور تر ملک و دیار
بدین کرد کای شاه یزدان پرست ... شوی آگه از حالت زیردست
که آنرا که آسان رسد تاج و تخت ... ندارد غم مردم شوربخت
و دیگر که میراث خواند ورا ... ز نشناسش حق نداند ورا
چنین کرد و آموخت آموزگار ... هر آنچه آن بود در خور شهریار
همه روزه می بود با بخردان ... همی جست آئین و رسم روان
وز آنسو بد اندیش مرد وزیر ... به نیرنگ و دستان شه گشت چیر
در آخر طمع کرد بر تاج و تخت ... بشه بر بشورید شوریده بخت
ملک را بکشت و بجایش نشست ... که پروردگاری که از وی نخست
مباد آنچنان شاه نا ارجمند ... که بر خلق رنج ست و بر خویش بند
دل شاه از اندیشه خالی مباد ... ولی بیهده لاابالی مباد
که آخر کند ملک و دولت رها ... دهد خلق را در دم اژدها
چو شد شاه دستور ناپاک دل ... جهان شد پریشان و غمناک دل
فرومایه چون ملک و دولت بیافت ... نه از راه بیچاره مردم شتافت
اگر روبهی پادشاهی کند ... گدای تو آن پادشاهی کند
فرومایه چون پایه بیند بلند ... نیابد کس ایمن نشست از گزند
چو منصب بتند و ز کف ناکسان ... کسان را عزای اشنا رسان

گدا پیشه چون شو و کند چندها … خدا خواست گویی جهان را گدا

بخواهندگی نان مردم گرفت … کنون آب و نان سود بدین گفت

مبادا که و ونان بغربت رسند … زمین پست و با آسمان سربلند

چو خاکی ز بادی به بالا رود … مبادا آب گر چشم بیارد

مبادا که گرگان شبانی کنند … و یا ریز تان پاسبانی کنند

چنان کان چو غل پیشه زشت مرد … ازان جمع زنکیسر آورد گرد

همه مردم از وی بجان آمدند … زن و مرد فریاد خوان آمدند

یکی لشکرش آماده کرد شه … روان سوی ملک ملکزاده کرد

بفرمود تا دستگیرش کنند … به بند بلا در اسیرش کنند

همان پاک ستور و انشورش … برانند تا تیغ بلا بر سرش

خبر شد ملکزاده را کاندر غا … سپه راند بیرون بعزم وغا

به پیکار او چون نبودش تاب … گریزان ملکزاده گرشد شتاب

بشهری درآمد که فرمان دهش … بدل بود پیوند شاهنشهش

چه خسرو خبر گشت بشناختش … پذیره ز شهزادگان ساختش

بشهرش درآورد تیمار داشت … ز هر گونه پیشش پرستار داشت

چو نیک آزمودش هنرمند بود … هشیوار و در خورد پیوند بود

ببامادی خویش بنواختش … باوج ستاره سر افراختش

یکی هفته بر سور رامش فزود … هشتم در گنج زر برگشود

سپه‌های جنگ آماده ساخت … دو شهزاده همراه شهزاده ساخت

همی گفت با آنکه فرخ پسر … که از رای و دانش بیدبر

ملکزاده را در بر خود نشاند … ز اندر زبس گوهرش برفشاند

بگفت ار چه نیک آزموده تو را — چو بستوده بودی ستودم تو را
ولی بر خلاف گرامی پدر — مشو این از مردم بدگهر
همه یار مرد خردپیشه باش — ز نابخردان دل به اندیشه باش
همه کشور از داد آباد کن — سپاه و رعیت ز خود شاد کن
بنا آزموده مده کار ملک — مکن سفلگان را نگهدار ملک
سپهبد دل آزرده از خود مکن — چو آزرده ای او را سپهبد مکن
به آزار روز و راز کسی رنگیر — هم از بددلان نیز لشکر مگیر
همه پاس خویش از بداندیش کن — ز خود مایه عبرت خویش کن
ظفر از خدا جوی بس لابه سیر — نه زافزونی لشکر و گنج زر
بیکبار بر قلب دشمن متاز — پس پشت خود جای دشمن مساز
کمین را بپرداز و بین پیش را — سپه چون نماند به تنها ممان
به تنها نه مردیست در تاختن — به بیهوده ناگاه جان باختن
گر این رزم خود بر مراد تو نیست — مرا آگهی ده که لشکر بسی است
بگفت این و بر روی او بوسه داد — با یوان خرامید خندان و شاد
وزان سو گذر از آن جهان شاه نو — سر چتر او سوده بر ماه نو
همی راند تا دار ملک پدر — یکی از خیانت کشانش ظفر
خبر شد بدستور ناپاک رای — که آن دولت رفته آمد بجای
بیامد که این باغ پی خو کند — بنای کهن گشته را نو کند
یکی لشکر آراست برگشته بخت — در اندیشه کاسان کند کار سخت
گروهی پراکنده را جمع کرد — چه آید ز جمعی پراکنده مرد
همی تشنه شان کرد بهر ستیز — بخونش دلی تشنه چون تیغ تیز

دو منزل بر آمد پذیره بجنگ
بناکام ور شد بکام نهنگ

دو لشکر برابر کشیدند صف
دو دریاست گفتی برآورده کف

گذرگه بهم برگرفتند تنگ
هوا گشت از تیغ الماس رنگ

بخون پدر شهریار جوان
بسی جوی خون کرد بر هر سو روان

بقلب اندرون سوی ستور تاخت
ستمگاره را دید و بر وی بتاخت

بزد تیغ زهرآبگون بر سرش
بدرید آن تیره گون پیکرش

بخاک اندر افتاد آن بدسگال
شد از سم اسپان تنش پایمال

چو دیدند لشکر که خسرو چه کرد
فگندند یکسر سلیح نبرد

نهادند سر بر ره مرزبان
ببوزش گشودند یکسر زبان

که بخشای شاها که ما بنده ایم
زکردار بد نیک شرمنده ایم

گنه نیست بر ما و ایزد گواست
که این خود همه کرده پادشاست

شهنشاه او را بما چیره کرد
همه روز روشن از او تیره کرد

همه دست کز ما بکینت گشاد
بریده هم از تیغ کین تو باد

ببخشود بر جمله آن نیکرای
بلشکر کی که بخشود بر وی خدای

در کینه بر روی ایشان ببست
بجای پدر شد بشاهی نشست

سپه را فرستاد زی شهریار
ابا نامه و تحفه بی شمار

نکوخواه دستور را پیش خواند
بر او آفرین کرد و پیشش نشاند

بگفت ای بتدبیر و رائی درست
پس از کردگار آنچه دارم ز تست

که از تو فزود این هنرمندیم
که بپذرفت آن شه بفرزندیم

زمن گر ندیدی هنر پادشاه
ندادی مرا تخت و گنج و سپاه

خداوند را برد باید نماز
که جانی پذیرنده ام شاد باز

تو نیز آنکه می بایدت عز و فر — هنرمند شو کز هنر برخوری
بیا ساقی آن مایهٔ جان بیار — می دست پرورد دهقان بیار
می دیده در خم بسی تربیت — می گشته سرمایهٔ معرفت
بده تا بتن پرورم روح را — ز دانش به بینش بر روح را

قبضه کردن مصنف در صفت شمشیر و سنان و آن تیغ زبان را بر سنگ تحریر

زهی زور بازوی تیغ آوران — که آرام جستند از و دیگران
فتاده پی دیگران در تعب — که روزی بآرام سازند سبب
ندانم به از تیغ رویین تنان — از و رهروان ایمن از رهزنان
ز تیغ این جهان کهن را قویست — هم از پشت او پهلوی دین قویست
هم از تیغ گردن نهد ناسپار — هم از تیغ کافر شود حق شناس
غزا از چه خیزد ز تیغ یلان — جهاد از که انگیزد از پردلان
ندانم بجز تیغ آتش فروز — هلالی که گیتی فروزد چو روز
سکندر که سدی ز آهن نمود — بیاجوج آن ز آهن تیغ بود
بگردن کشان تیغ کیفر ده است — ز راهست و اسلام ز و فربه است
ز تیغ است کاسلام با رونق است — گواهم برین غزوهٔ خندق است
خوشا آنکه اندر ره بد دلی — شود چیره و شاه مردان علی
که تیغ او خانهٔ روی دین — جهادش نبود از ره خشم و کین
دگر منزل نامدار سترگ — وگر رهد جا بهی سالار ترک
که بودش برادرش کهتر سپاک — خداوند برز و بر و شعشعه یال
یکی پایهٔ ترک تازی اسل — بگیتی ورا تا بتهمتن یادگار

نرفته همان سال عمرش لبی | نه از ترک چون او نه از تازیی
بلند آسمان خسته تیر او | اجل جسته پیمان شمشیر او
ز تقلاب شبگیر او تا بجست | بیه جوشن پر تیر او چه پرند
گر آتش بپیش آید ور آهن است | که آب سنان وی آتش کش است
نیاساید از رزم و کین توختن | که آتش نیاساید از سوختن
همالش برزم ار بود پور زال | براو تازد آنسان که بر پیر زال
برزم اندرونش بجوشن نه گبر | که بی جوشن و گبر کو شد هژبر
ای پسر رستم ۱۲
بکوشد همه دشت اگر رستم است | که این طعمه شمشیر او را کم است
نیارد یا بنوه لشکرش نیست | که پشتی به بازوی خنجرش نیست
بپرورده شیران از و بیشها | ببر دل ز بیم وی اندیشها
به تنها ز مردی به تنها زده | ره خواب بر اهرمنها زده
همه حال کرد ۱۲
ازان لعل جز کهربایی مجو | که بیند درخشنده الماس او
پذیره نبرد برادر رسید | ببوسید و چون جانش در بر کشید
بهم اهش از بخت یاری گروه | پراشان تنی چند از دستوه
گر این پیش از سرکشی دم زدند | همه پای بر تخت خرم زدند
چنان بد که پنهان دغل ساختند | باهل سرافراز پیل آختند
سرافراز ایمن ز دستانشان | وزان حیله و مکر پنهانشان
که روبه چو روزش برآید بسر | کمین سازد از حیله با شیر نر
بنگاه آن سرور ارجمند | ز گرگان تبه شد بسی گوسفند
دگر دست غارت کشودند نیز | بر اسپان تازی و رخت و جهیز
شگفت آنکه هر ساله زی بهر راز | شدندی ابا ناله و با نیاز

جوان بخت شاهان بزنبو اختی | زیغما فزون تیغ نشان ساختی
چو قدر جهانبان و زن شناختند | بخود روز روشن سیه ساختند
بلی گرگ چون گردد از خویش سیر | کشد آز رویش به پهلوی شیر
برآشفت برنا چو آگاه شد | بر آن سرکشان روز کوتاه شد
همیگفت بر خود جهان کرد تنگ | گوزنی که تازد زکین بر پلنگ
چو آورد بر شیر زر کور زور | برآورد شه جهان کور و بر شیر سور
بتر کان به انسان نشوریده بخت | که بر بختیاری سپارند رخت
چو من کوششم و بخت یاری کند | جهان پشته از بختیاری کند
فلک دیده تا تیغ من بی غلاف | بدزدیده از بیم بر پشت ناف
بگفت این و زین ترکتاز و نهاد | سوارانش از پی بگردار باد
براند از پس خصم بی پا شتاب | بر و بوم شان کرد یکسر خراب
هم از شهر شد نام و ربا گروه | ز لشکر سیه کرد صحرا و کوه
سپاه از پس دشمن شوم راند | بملک اندرون بختیاری نماند
زکین پس بلند آتشی برفروخت | بهر جا که بد خرمنی پاک سوخت
شدند آنچنان شورش و دار و گیر | بسی مرد و زن کشته و دستگیر
چو از کرده خود پشیمان شدند | فراهم گروه پریشان شدند
سپردند رسم و ره کهتری | برایشان ببخشود از مهتری
چو آمد پیره سوی نامدار | همره بیاورد از ایشان سه چار
سر و برهی شان ایلخان بعد او داد | نکرد از گذشته بدل هیچ یاد
دگر شیر غران دشت وغا | بنوائی هشیوا روز رزم آزما
که بد زان برادرش کهتر بسال | نبوده کس از مهترانش همال

جوانی چو شمشاد نوخاسته ... پدرش از خدا با دعا خواسته

گشته زره‌پوش ترکش همان ... زره بسته با ترکشش آسمان

بنام ایزد آن فره ایزدی ... ز چهر خوشش دور چشم بدی

پیاده شد و رفت زی سرفراز ... جوان بخت رویش ببوسید باز

وزان پس بمنزل رسیدند باز ... نشستند و خوان برکشیدند باز

چو پرداخته شد خوان آنگهی گفت ... بیا ای که در دشت نیست جفت

که این سرزمین ابلدی پایر است ... که بنگاه این شیر کند آور است

دلیرانه باید سخن ساختن ... به تیغ و بگوپال پیکار آختن

ز گردان کنون آستان جنگ شیر است ... که در راه سرکشی باده در خور است

بر بلبل از رنگ و بوی بهار ... بر عاشق افسانه وصل یار

ز تقوی بر مردم پاک دین ... ز هیأت بر مرد افلاک بین

بر میگساران ز سور و ز بزم ... بر شیر مردان ز جنگ و ز رزم

سخن با دبیران دبیرانه به ... ولی با دلیران دلیرانه به

تو امشب بیان مرکنام پلنگ ... که من بر غزالان کنم تیز چنگ

بگفت این و شد در شبستان خویش ... رها کرد با شیر مهمان خویش

از آنجا که با هر دلی همدمم ... سخنهای شیرانه جستا زدم

بدو گفتم ای شیر پرخاشخر ... که از آتش چو شیران بیاری خبر

پرند تو خارا شکاف دهی ... سمند تو دریا شکاف آمدی

بجود ابر بارنده در بهمنی ... بکین بحر جوشنده در دشمنی

ز فر تو گیتی پرآوازه گشت ... ز تیغ تو روی جهان تازه گشت

ز سهمت بکشور بداندیش نیست ... بملک از بداندیش تشویش نیست

بود گر چه از قهر پروردگار ترا تیغ سوزنده آبدار

بر آن کوش کز لطف تدبیر خویش نیازش نیفتد به شمشیر خویش

چو از لطف دشمن توان کرد رام چرا تیغ باید کشید از نیام

مرو خیره در کشتن بی گناه بخود بر مکن دین و دولت تباه

بخونریزی بی گناهان مگرد که چون شیر خوانند تا اندر نبرد

بر یزدان نا ستوده بود که انسان بحیوان ستوده شود

دلیری که پاک از غرور و هواست نه چون شیر بیشه است شیر خداست

کسی گر خلاف تو گوید همی نباید بخونش بکوشی همی

بکش هیچکس را ز بهر هوا که بهر خدا و بامر خدا

ترا دشمنی بدتر از خویش نیست که چون خصم پیش کس اندیش نیست

اگر مرد کاری و خصم افکنی نخستین ببایدکه بر خود زنی

دلیر آن نه خوانندت ای هوشیار که از نفس توسن بر آری دمار

چو خصم افگند مرد بر خاک سر کشد دشمنی را که نزدیک تر

که نزدیک را چون بکش نشمرد چو شد دور بر وی کمین آورد

ز کشتن نخوانند کس را دلیر دلیر آن بود کو بخود گشت چیر

ز خود خشم و ناز و هوا دور دار وز آن پس در آور صف کارزار

بسا کس که خونش فرو بست چشم ندانست از دوست دشمن ز خشم

اگر حلم بر کار بندد دلیر نیفتد نیازش بشمشیر تیز

تحمل کند سرکشان را ز بن تحمل کند خصم را سرنگون

اگر خوانده باشی که شیر خدا چو بر دشمنی چیره شد در غزا

بر آن شد که با تیغ برد سرش خیو زد بروی مه انورش

ای تف زد براق ۱۲

بیفگند شمشیر و برجست شاه — بدو گفت خصم ای شه دین پناه
چرا چون ز رزمم درانداختی — ز مردی بجنگم نپرداختی
بدو گفت شاهنشه نامجو — که بر روی من چون فگندی خیو
ز گرد تو آئینه ام تیره شد — بمن خشم و آشفتگی چیره شد
اگر راندمی بر تو تیغ هلاک — بدی از خشم نی بهر یزدان پاک
نشستم که بنشیندم کین و خشم — شنید این سخن خصم و راند آب چشم
بیفتاد بر پای شیر اله — پذیرفت دین و اندر آمد براه
دگر نیز دارم از آن شه سخن — بدین یک سخن خویش قانع مکن

ایضاً در بیان رزم اسد الله الغالب علی المرتضی و کشتن بذوالفقار آنحضرت خیل کفار
بی صدق و صفا و آوارگی و بربادی خان و مان ایشان تنها

نخواهی شنو قصه ام خود را اگر — یکی نکته از غزو خندق شنو
که سالار بطحا زمین بهر حرب — به بدر و احد دید بس طعن و ضرب
همه گشته یکسر سران قریش — ز مردان و نام آوران قریش
چو بوجهل و چون عتبه ابن نامدار — شده خسته در طعنهٔ ذوالفقار
ز هر سو بخون دل آغشته — پدر گشته بی پسر گشته
زنان گشته از اندهٔ شوهر خویش — سیه روز و آشفته از شوی خویش
یتیمان ز افشان بی اقربا و بیم — زبیروائی تابنده در بیم
یکی انجمن کرد از رای زن — سران عرب جمله در انجمن
همی گفت و اشکش نه دریا گذشت — که هرکس نفت انچه بر ما گذشت
چه مایه جوانان شمشیر زن — که شمشیرشان کرد لعل کفن
چه خورشید رویان نعم خاسته — که در بدر چون ماه نو کاسته

احد بسکه از خون ما یافت بخش / چو کان یمن گشت و کوه بدخش
بما رنج و سختی چنین ان گذشت / که آسان ازین کار نتوان گذشت
بمردی نه کز ساز کین فی کنیم / بگیتی سر از ننگ چون برکنیم
درین کار نتوان نمودن درنگ / بکوشید اگر نام دارید و ننگ
علی گرچه بس شیردل تیغ زن است / نه گوئی ز پولاد یا آهن است
یکی ز قریش است خود بیش نیست / ازو اینقدر جای تشویش نیست
به نیرو و قدرت چه از وی کمیم / نه او از فرشته است ما از آدمیم
بدینسان بما گر شود او ستاخ / بما تنگ دارد جهان فراخ
چو آن دیو دم بست از این مدمه / بلا حول لب باز کرد آن همه
که چند این سخنهای خاطر پریش / چه خصمی است از بهر خویشان خویش
بس است آنچه بردی گردی تباه / تباهی این هست دیگر مخواه
مگر قصهٔ بدر رفتت ز یاد / که بر ما ز دشمن چه بیداد رفت
ندیدی مگر دستبرد علی / همان حیدر و بالا و فر و یلی
ندیدی مگر شیر کوشنده را / ندیدی مگر بحر جوشنده را
ندیدی چو الماس رخشان کند / همه دشت کوه بدخشان کند
بکوشد همه دشت اگر دشمن است / نترسد اگر دشمن اهرمن است
هراسان نگردد ز میدان رزم / چه میدان رزمش چه ایوان بزم
نتازد بشیران چه شیران بگور / نتازد چو گردان بازو و زور
نیفتاده همسر نیفتد سنانش / نه پیچیده لشکر نه پیچد عنانش
سنانش نه آهن که آهن رباست / که نوکش همه خود و جوشن رباست
بلند آفتاب است و روز نبرد / ولی روز را تیره سازد ز گرد

چو دریای تیغش بود موج دار — همه گوهر جان فشاند بر کنار

کسی کز دم تیغ او جان برد — گمانم که گیتی بپایان برد

کسی را که برگشت از روزگار — بدو رو کند وصف کارزار

به بیهوده راهی بتیغش مکن — زما تحفه تیغ تیزش مکن

بما اختر شوم را بر مشور — مخوان ماهی از آبدان در تنور

ز حشر اره جیحون چه بیند کسی — بدین کار دانا نخندد بسی

چو سالار قوم این سخن گوش کرد — زمانی لب از گفته خاموش کرد

فرو شد در اندیشه وانگاه گفت — که بر کس بر آرید راز از نهفت

بگوئید تا چاره کار چیست — که بر کار بیچاره باید گریست

بزد هر کسی رای نادلپسند — نیفتاد صید مرادی به بند

یکی زانمیان پیش سالار خود — سخن راند از عمرو بن عبدود

بگفت از وی ار عهد پیمان کنند — بما شاید این کار آسان کنند

که او ژنده پیل پلنگ افگن است — تو گوئی یکی دشت آهرمن است

سنان ورا بر نتابد کسی — بآسایش از وی نخواهد بسی

ز گردان شایسته کارزار — برابر بود با سواری هزار

بسا کوه با در و پرداخته است — شتر گرده را سپر ساخته است

سنانش ز ده من فزونتر بوزن — رمان شیر از و چون ز شیران گوزن

مگر کز دلیری و زورآوری — به بند در ره حمله حیدری

بدین چاره شد رای ایشان تمام — که خواهند از آن نامور زینهار

برفتند و گفتند و پذرفته شد — بر او روز خوش گفتی آشفته شد

قضا در نهان خنده زد کاین شگفت — مگس را بپیکار عنقا گرفت

ز صحرانشینان دگر خیل خیل / شتابان سوی شهر یثرب چو سیل

ندانسته کز سیل دریا زیان / نگردد ز روباه شیر ژیان

وز آنسو خبر شد بسالار دین / که شد موج زن باز دریای کین

پر اندیشه شد سرور سرفراز / که شد وز در یاره سیل باز

دلیران و پروانگان باز خواند / ز هر در سخنها بر ایشان براند

سخن گفت از آن جیش پر جوش و طیش زنند / ز عمرو و ز سالار قوم قریش

سگالید پس چاره کارشان / هم از صلحشان هم ز پیکارشان

همه هم زبان باز گفتند جمع / که ای خیل پروانگان را تو شمع

ز با پور حرب ار چنین کینه جست / ببایستمان آشتی دست شست

همه کینه را بست باید کمر / تو سردار و آنگاه پروای سر

زمین بوسه داد از ادب روزبه / بشه گفت کای وزت از روبه

یکی کنده بایستمان زود کند / که در پارس بنیان کنند شهربند

بدینسان بود رسم آن مرز و بوم / که چون دشمن آرد بملکی هجوم

همه گرد آن شهر را بر کنند / که بر خود ز دشمن پناهی کنند

چنان کرد کش گفته بد رهنمون / عرب نام آن کرد خندق کنون

بکردند اندر شمار زمان بلند / یکی کنده گرد از در شهربند

چو لشکر تبر دیک یثرب رسید / ز گرد سپه چرخ شد ناپدید

گرفتند آن شهر را درمیان / چو این توده خاک تا آسمان

تقلب اندرون عمرو بن عبدود / ز بطحا به یثرب رسیده احد

خروشان ابر باره راهوار / چو رعدی که بر برق گردد سوار

ز پولاد و آهن سراپا بغرق / یکی کبر رومی نهاده بفرق

نهفته سر و تن به برگستوان / چنان چون بود راه و رسم گوان

برافشانده بر کف درخشان سنانش / چو شیری دمنده شعله‌ور افشانش

نهفته تن اندر زره بهر جنگ / نشسته اندر آنجا و گفتی نهنگ

چو آن از برش تیغ آتش‌فشان / چو از کوهسار اژدهای دمان

برانگیخت پس بارهٔ راهوار / به بارو بیامد به پای حصار

بغرید مانند شیران مست / سرافشان یکی تیغ هندی به دست

همی گفت منم گرد روئین تنم / که چون شیر درنده در جوشنم

بلند آسمان زیر دست منست / سر خصم چون خاک پست منست

چه سازم پر و بال بر و پر چنین / تو گفتی که بود موج دریای چین

همال ار بود گنبد لاجورد / ز خونش عقیقی کند در نبرد

ز سوزان سنانهای من رستخیز / اگر شیر دارد ز آتش گریز

شود هم نبردم گر اسفندیار / ز من عار باشد از و ننگ و عار

نهنگ است تیغ من اندر وغا / که سازد به دریای خون آشنا

کنون نوبت کارزار من است / عرب جمله در زینهار من است

کسی گر تنگ آید از جان خویش / من اینک ستاده ستم آید به پیش

بدینسان رجز خوانی اندر نبرد / بسی کرد و کس آهنگش نکرد

بگردان یثرب همی زد ندا / پیمبر که جانهای پاکش فدا

که آن کیست کو ترکتاز آورد / بر من سر عمرو باز آورد

بپردازد از شیر این بیشه را / وزین دیو خالی کند شیشه را

بسی گفت وز ایشان نیامد جواب / که دلها شده بود و جانها کباب

در آخر علی گفت یا مصطفی / که ای در رخشان بحر صفا

نه بینم کسی را ز مردان مرد / که در رزم با او شود هم نبرد
گرفتم نهنگی بود کینه جنگ / به دریای آتش چه باز و پلنگ
منش دیده‌ام ای پادشاه نام / که یکتن چها کرد در راه شام
بزد خویش را بر سلوعی هزار / برآورد از جان ایشان دمار
یکی کره اشتر بجای سپر / بهر بر کشید این یل نامور
از آن زخم کز شیر مردان سزد / تنی را ندیدم که بر سر زد
تو ما را به دریای آتش مخوان / زمین چون برد حمله بر آسمان
دم اژدها دیو سیا این بد سرشت / نجست آدمی رزم با دیو زشت
شنید این سخن شیر یزدان علی / بزد بر کمر دامن پردلی
بیامد ببوسید پای رسول / بدو گفت هرگز مبادی ملول
منش هم نبردم چو غربان رسید / سپاس تو ام بر دل و جان رسید
نه عمرو این قدر جای تشویش نیست / که او نیز چون ما تنی بیش نیست
بگیرم به دریای آتش روم / خلیلانه بنگر که چون خوش روم
نه عمرو ار بود آسمان بلند / چو فرمان دهی آرمش در کمند
چرا بود با پیل و بی هراس / نترسد ز کس و یزدان شناس
پیمبر ببوسید رخسار او / پر اندوه دل شد ز تیمار او
بدو گفت کای شیر روز آزمای / اگر چند شیری برو باز جای
که این شیر درنده اهرمن است / یکی بحر جوشنده در جوشن است
پرندش نه بینی که خارا برد / سمندش نه بینی که دریا پرد
مبادا که بر جانت آرد گزند / که پروا نه دارد ز چرخ بلند
دگر باره عمرو اندر آمد بجوش / برآورد چون بحر جوشان خروش

همی جست نام‌آوری هم نبرد — کسی کز بیم رای نبردش نکرد

چنین تا سه بار آن نبرده سوار — هماورد جست از در کارزار

وزین سو بیامد برون تک‌تنا — کرا پای با جنگ آن اژدها

بیامد به پیش نبی با کرب — مه برج دین آفتاب عرب

ببوسید خاک و بصد لابه گفت — که جانم به تیمار رو در رو جفت

ز بس چو بید این شیر رزم‌آزما — هم آورد و بگزین نجنبد ز جا

بخاک اندرون به سر نامور — که ننگی چنین آید او را به سر

تن نامور گشته در دشت جنگ — بسی بهتر از زنده بودن به ننگ

بگفت این و سوگند بسیار داد — که تا دل بر فتنش با چاره داد

بگفتا ز دل جنگ داری بخفت — دلیرانه باید سلیحت بجست

که نتوان شدن بی سلیح نبرد — بر رزم ارچه لبش وردست گرد

نخستین زره بر تنش کرد راست — تو گفتی ز دریا یکی موج خاست

چنان در زره پیکر آنجناب — که در پشت پرویزنی آفتاب

بپیچید دستار خود بر سرش — ز گردون گردان گذشت افسرش

همش بر کمر تیغ برنده بست — هلالی بخورشید رخشنده بست

نباشد به فرموده کردگار — جوان چون علی تیغ چون ذوالفقار

سپر بست بر کتف چون بوتراب — بگردون بر آمد بلند آفتاب

به تن چون سلیح نبردش ببست — برادار زنده بر دوش دست

که یا رب علی را نگهدار باش — به هر کارش از لطف خود یار باش

ببوسید فرخ رخ بوتراب — ستاره بیفشاند بر آفتاب

بدو گفت رو ایزدت یار باد — دلت روشن و جانت بیدار باد

پیاده بشد شیر پروردگار — پیاده رود شیر در کارزار
چو شاهین سوی صید پرواز کرد — بمیدان رجزخوانی آغاز کرد
منم شیر یل گفت حیدر بنام — که از تیغم آتش کند شعله وام
اجل بندهٔ تیغ تیز من است — ندید آنچه گردون گریز منست
چه پایانه پایم اکنون تیغ — روان بداندیش را بی دریغ
چو کوشم عدو کیست تا جان برد — بگیره بگردون گردان برد
نترسم که ایزد مرا یاور است — عطا از غم و ... پایم آور است [illegible]
الا ایکه بیمو استی هم نبرد — نه دیر آمدن دل مقرر بادی بمرد
ز عمرت همانا دمی ماند و بو — که دیر آمد این کر ستیش برو
بجا باش کاکنون دلیرانه ام — دلیر آمدم گرچه دیر آمدم
شنیدم این سخن عمرو گفتا جوان — تو کی دیده دست بدکوان
همان بر تو بگذشته بس روزگار — چو مردان میا وصف کارزار
نداری دریغ از جوانی خویش — ببخشای بر زندگانی خویش
و دیگر که برگو نژاد تو چیست — که با بدنژادان مرا کار نیست
بگفتا علی پور بوطالبم — که دایم چنین روز را طالبم
بهین گوهر عبد مناف — پسر عم پیغمبرم بی گزاف
هم از جان هواخواه پیغمبرم — بجز راه پیمان او نسپرم
بدو گفت اگر پور بوطالبی — به پیکار عمرو از چه بو راغبی
مرا با پدرت آشنائی بسی است — نبرد تو کی کار چون من کسی است
بر او دست تیغ شمشیر تیز — بپور برادر گر آرم ستیز
گرامی نژاد و نکو گوهر است — دلی باش کاید بکین دیگری

جهان گر بهم بر خورد کو مخور | که من خود نه بندم بکینت کمر

چنین گفت با عمرو شیر خدا | که ای نامور مرد زور آزما

شنیدم سه خواهش کنند از تو | یکی زان سه بپذیری ای نامجو

بگفتا چنین است و این لاف نیست | گرت آرزو نیست بر گو که چیست

شهش گفت چون با منی آشنا | نخواهمت بیگانگی از خدا

ز یاری گر اندرز من بشنوی | [illegible]

[illegible] | [illegible]

[illegible] | [illegible]

شهش گفت [illegible] | [illegible]

[illegible] با ز پیکار ای جنگجو | نه با ما شوی یار و نه با عدو

نه پذرفت ز افتاده والا منش | بگفت این شود مایهٔ سرزنش

به پیش من این قوم گشته تر | نهادند رو می اندرین [illegible]

چو عثمان در این عرصه کین نهم | میان عرب تن بنفرین دهم

سوم آرزو گوی تا آن کنم | مراعات آن عهد و پیمان کنم

بگفت آنکه بندی لب از گفتگو | به پیکار با من شوی روبرو

شنید این سخن عمرو برتافت تخت | بگفت ای [illegible]

نمی خواستم ای گو صف شکن | بخواری شوی کشته بر دست من

شهش گفت روزی مرا خوب تر | که روزت به پیش من آید بسر

بر آشفت بدخواه برگشته بخت | بتندی بشه گفت دشنام سخت

فرود آمد از اسپ پی کرد اسپ | تو گفتی برافروخت آذرگشسپ

دو گردن ز هر سو بر آمیختند | همان گرد و کین را بهم بیختند

ز بس آتش خنجر و تیغ تیز
تو گفتی که دنیا همی شد رستخیز

چنین تا که از روز شد دو پاس
نه آن را گریزد نه این را هراس

بناگه بداندیش بد روزگار
یکی حمله آورد بر شهریار

سپر بر سر آورد سالار دین
گذشت از سپر ضرب آن آهنین

بشد تیغ بدخواه با کبر و لاف
چو سبابهٔ احمدی مه شگاف

چو شه یافت آسیب ازان مرد گبر
بپیچید دستار بر بست سر

بیک پاس دیگر بکوشید سخت
وزان پس همی گفت کای شوربخت

چو نیرنگ بود اینکه آراستی
که از لشکر خود مدد خواستی

بپیچید روی آن خر دهکار
که تا بنگرد حالت کارزار

بر او حمله کرد آن شه نامور
بزد بر سرش ذوالفقار دو سر

بیک ضربت شاه لشکر شکن
چهل گام سر دور ماندش ز تن

برآورد تکبیر غرنده شیر
درآمد که بر خصم خود گشت چیر

نبی گفت تکبیر آن چون شنفت
پس آنگاه رو کرد با جمع و گفت

که یک ضربت بازوی حیدری
به از طاعت آدمی و پری

رسید آنزمان شیر پروردگار
بکف بر سر دشمن نابکار

شکسته همه دشمن از بیم او
ببطحا ز یثرب نهادند رو

چو سالار دین روی حیدر بدید
ببوسید و چون جانش در بر کشید

دو بد دل که بد کینشان با علی
درآمد که کوشید از بزدلی

چو پیغمبر شد کوشش آن نفر
شنیدم که گفتند باید گذر

که با عمرو برمی بیاید علی
که باشد سپهرش نشان علی

نه بینی که بس کینه‌شان در سر شد
علی گو بلی از جان خود سیر شد

رسول خدا گفتگوشان شنفت بدل در نهفت و بروشان نگفت
چو شیر خدا بازگشت از نبرد بدو گفت پیغمبر ای شیرمرد
بگو کز چه سودی رشد کارزار تو در کین عمرو بی کندی ذوالفقار
بزد بوسه پای علی برادرش را که ای رتبت از پایهٔ عرش را
نه من کند بودم نه تیغ دوسر نه عمرو از من افزون بد از کروفر
در آغاز رزم آن گو بدنژاد زبان را بدشنام بر من گشاد
دل من چو دریا بر آمد بهم ازان تیره دل سخت گشتم دژم
چو می بردمی حمله ای دین پناه نشد کوششم خاص بهر اله
ازان دیر شد روزگار نبرد که اول برآوردم از خویش گرد
دو خصم قوی یافتم پیش خویش ز خویشم بهم آوری بیش خویش
نخستین علی را زبون ساختم بعمرو آن زمان باز پرداختم
ببر در گرفتش رسول از وفاق بفرمود زان پس باهل نفاق
که شیر خداوند زینسان بود که هر کارش از بهر یزدان بود
ز شرم آن دو تن زار و بیجان شدند بپوزش بر شیر یزدان شدند
ز شه عذر جستند و بخشودشان یکی جرعه از عفو پیمودشان
تو نیز ار تنی زورمندت بود همین داستان طرفه پندت بود
بکوشی که در راه و رسم علی شوی پیرو شیر مردان علی
بیا ساقی آن کوثر جانفروز بمن ریز و خود بینی من بسوز
بکن تا چو صافی شود گوهرم دهد ساغری ساقی کوثرم

اظهار حال مستان بیک کردار یکسان شیر مردان حق [illegible]

خوشا عیش مستان بزم الست ز مینا می هشیاری افتاده دست

نه هستی و نیستی کرد جلی
رخ شاه جلوه [illegible]
نه زان جلوه خرم [illegible]
درین پرده با دوست در گفتگو
نگیرند یاری که گیرد ملال
بری کرده باغ دل از هست و [illegible]
که هر دل که شد بسته رنگ و بو
دگر [illegible]
نه نیستی خویش و بنگر که کیست
دگر شب چو پیر و سالار روس
بجا ماند از و مشعلی نیم سوخت
دهم شب ز مه بود و مه نیم تنگ
سرافراز بل بر رخ میهمان
همه خیمه ترکان بهرام فن
همه حلقه بر زلف مشکین زده
همه داده از نرگس دلربا
وشاقان بگیسو نشاده بپای
همه طره بگشاده در دلبری
همه مست از غمزه خنجر بدست
زبس چهره بهتر نه جستم سپهر
ز ترکان نوازنده نغمه [illegible]

بسا پایه مردان پرده پای
که گه جلوه فرما و گه پردگیست
نه زین پرده غمگین ز هجر مدام
و زان جلوه با یار در صحبت انس
نخواهند عیشی که آزرده دل
ز سودای یار بگزین در بست
چو شد رنگ [illegible] بود اندر [illegible]
[illegible] دست حسرت که بر سر زند
که سرمایه هستی و نیستی است
بشاه حبش خرگه آبنوس
خدیو حبش بزم از و بر فروخت
چو در خط رخ مهوشان رنگ
بیار است حبشی زمین نشان
بغمزه نیزی از غمزه ناوک فکن
گره بر سر نافه چین زده
چراگاه آهوی چین در ختا
برخ دلفریبی بقد جانفزای
عجب نبود از ترک غارتگری
حذر کردن از ترک خاصه مست
ولی جای او بود بیرون ز [illegible]
که ترکی رخ و پارسی مغز داشت

سزد گفتی از نغمهٔ جانفزاش — زخون سیاوش برشیم بهاش

همه علم داود معلوم او — ز ترگان دل آهنین موم او

سرود این غزل را بآهنگ رود — که نتوان ازین بیش بی دست بود

چرا شعلهٔ جان به تن نفگنم — چرا این قفس را به تن نشکنم

چرا سوز دل بر زبان ناورم — چرا عالمی در زیان ناورم

چرا شمع بی روی او بر کنم — چرا پی مهش سو باختر کنم

چرا خون ننوشم چو ساقی نماند — می لعل در جام باقی نماند

بدل تا بکی داغ پنهان نهم — جگر چند در کام دندان نهم

بگویم شود راز دل فاش گو — وگر بیم طوفان بود باش گو

اگر من نباشم ز گیتی چه سود — که باید بدل شعله پنهان بود

ز نم ناله گو عالمی بر فروز — کشم آه گو خلق عالم بسوز

مه من نهان مه تا بندگی — نمیرم چرا با چنین زندگی

باین درد افزون نیم مرد خویش — بمردن کنم چاره درد خویش

سرودی چنین بانگ رود جهان — ربود از غم عشق هر کش عنان

فغان بر کشیدم با وای چنگ — که ای بیدلانت بدل داغ رنگ

ز زلف تو جان مرا تاب نیست — ز چشم تو چشم مرا خواب نیست

کجا خوابم آید بچشم پر آب — که از دیده آبم فرو شسته خواب

مرا بیش ازین تاب دوری نماند — به تن تاب در دل صبوری نماند

مگر باد شبگیر یاری کند — ببوی توام غمگساری کند

ولی جای افتادهای ای سپهر — که نبود صبا را بدانجا گذر

نه ای وصل تو مایهٔ زندگی — غم عشق تو اصل فرخندگی

زهی شادی روزگار همه — غمت یار ما و تو یار همه

خیال تو شمع شبستان دل — وصالت بهار گلستان دل

غمت یار و یاد تو همسایه من — خیال رخت غصه پرداز من

گرانی ببر سینه‌ام از غم تو — وگر نائی از فرقت روی تو

غمت بهر من آتشی بر فروخت — که نزدیک بگداخت ز دور سوخت

ز دوری تابم نیست گفتم دگر — فراموش کاری ز دوری بتر

بخوابم درآئی که خوابم بری — بحالم نمائی که تابم بری +

پراگنده گوئی چرا از حد گذشت — پراگنده حالم دگرگونه گشت

چنان بیخود از یاد جانان شدم — که چون تار زلفش پریشان شدم

شدم بیخود از یاد آن چشم مست — که افتادم از پای و رفتم ز دست

ز من ترک ساقی شد اندر شگفت — که بی باده چون راه مستی گرفت

بدو گفتم ای مه ز رویت بتاب — ز عکس رخت جام چون آفتاب

زمستان عشقش طرب در میست — که این می کم از آب انگور نیست

مرا شور مستی ز پیمانه ایست — مرا در سر از عشق خمخانه ایست

اگر بینی آن گردش چشم مست — میت افتد از چشم و ساغر ز دست

تو ای آفت عقل و تاراج هوش — اگر بینی آن لعل صهبا فروش

سجامت بجائی می تابناک — اگر آب خضر است ریزی بخاک

چه بودی که دیدی لب پرفنش — همان چشم ترکانه مردافکنش

نجستی دگر باده خوشگوار — نگفتی ز ترکان خنجرگذار

چه بودی که دیدی رخسار او — شدی بلبل مست گلزار او

چه بودی که دیدی بالای او — شدی قمری سرو رعنای او

نه بینی کسی را که شد جلوه گر — نه سودائی سامان آن پرّای
کسی را که شد زلف او دام دل — نه دل یافت دیگر زه آرام دل
از او هر سر و صد هزاران هوس — از او هر دل و یکجهان ملتمس
زتن گر رود جان نپیچد از او — چنان نیست کز دل رود تیر او
اسیری از جان ندارد دریغ — که آید در عیش برآنده ست تیغ
شکارش نجنبد ز آسیب بند — بدان تا کمر تنگ بلا ند کمند
غمش خوشتر از یکجهان شادی است — اسیریش بهتر ز آزادی است
کبوترک کاین گفتها گوش کرد — ز ساقی و مطرب فراموش کرد
بپرسید فرخ برادرش را — ستود آن گرانمایه گوهرش را
چنین گفت کای آسمان در ثبات — کمر بسته چون من یکی جاکرت
نماند این پرند کج شعله فام — بدل هیچ خصمم تو را فکر خام
ببین تا چه میگوید این ساده مرد — که از هستی من برآورد گرد
ز جا شد دل از ناله زار او — بجان شعله زد سوز گفتار او
بهر که دارد بگو دل گرو — که هستی نیرزد به پیشش دو جو
نه آنست این مرد بیدار هش — کز این پیش میدید پیشش شاد و خوش
کجا پای خاطر بسنگ آمدش — که یکسر همه نام ننگ آمدش
تبسم کنان گفت سالار فرس — کز او هم حکایت از او باز پرس
حکایات محبوب پرس از حبیب — فسانهای گل بشنو از عندلیب
گرانمایه آمد نبرمی و گفت — سخنها چو در گرانمایه سفت
که ای یاد کدام مرد روشن ضمیر — چرا بینم اندر جوانیت پیر
کمر بسته طره پر خمی — که زینسان برآشفته و درهمی

مگر چشم مستی ندیدست از خواب / که بی خورد و خوابی چو مست خراب

مگر دیده‌ای غنچهٔ خوش سخن / که چون گل زدی چاک در پیرهن

مرا خواهم از خویش آگه کنی / ز من دست اندیشه کوته کنی

بگویی همه رازهای نهفت / نپیچی سر از راستیها بگفت

بدو گفتم ای مایهٔ سروری / بگیتی سمر در نکوگوهری

مرا در درون آتشی هست تیز / ازین آتش ای شیر پر دل گریز

چگویم ز رازی که پنهان خوش است / که این آتش اندر دل و جان خوش است

کس از نام آتش نیابد زیان / ولی نام این آتش افتد بجان

زبان خود از کشف این راز کش / وز این شعله دامان خود باز کش

سری دارم ای سوده از گیر و دار / دلی فارغ از اندهٔ روزگار

مجو آنچه آسایش از جان برد / چو آید بسر فکر سامان برد

بدل منع من آتشش تیز کرد / که از منع افزون شود حرص مرد

دگر باره گفت آنچه داری نهفت / بناچار می بایدت باز گفت

که منع تو اندیشه‌ام بیش کرد / درون مرا جای تشویش کرد

چو دیدم کز این در نخواهد گذشت / پر اندیشه جانم همی خیره گشت

بدو گفتم ای خسرو سروران / کز آسیب گیتی مبادی نوان

نه این گوهر از سفتن توان / نه جز راستی با تو گفتن توان

ولی با تو در پرده رانم سخن / که آگه نگردند از آن انجمن

یکی داستان خوانمت باز بیش / نهفته در او یکسر احوال خویش

انکشاف حقیقت حال خویشتن بسبب جلای محبوب پرفن بباعث ترک وطن و باز آمدن و صورت اصلی نمودن

یکی بودم از دوستان قدیم / شب و روز با هم بدیش ندیم
شگفته چو گل بر رخ یکدگر / ز نیک و بد یکدگر باخبر
خردمند و دانشور و نیک‌خوی / سخن‌سنج و روشندل و بذله‌گوی
مرا عیش شیرین ز گفتار او / شبم روز روشن ز دیدار او
قضا را سفر کرد سالی چهار / جدائیش بر من جهان کرد تار
اثر کرد زهر فراقش بدل / زد آتش غم اشتیاقش بدل
سپهرم بدل باز منت نهاد / که جانم بدیدار او کرد شاد
چو آمد به پیش آن رفیق من / نه آن بود کاول شدی پیش من
گلش گشته افسرده سروش خزان / شده چهره خیریش پر زعفران
رمیده نشاط از دل شاد وی / شده نوبهارش بتاراج دی
چو گفتم نه آنی که بودی چرا / نه آن هنرهایی که بودی چرا
بگفتن چرا ره زدت خامشی / بدل شد بمهجوریت سرخوشی
بر آشفت و آهی دو باز گفت / که نتوان بر هر کس این راز گفت
ولی پاس عهد کهن لازمست / بمن آنچه رفته است بشمارمت
بدان ای گرانمایه یار کهن / که چون برگزیدم سفر از وطن
دلی قانع از این و آن داشتم / همین نه آدمیت نشان داشتم
که بایست بگرفتن از شهرها / چو حیوان نه آب و علف بهرها
بباید ز هر بوم و بر جست راز / ز احوال گیتی نشان جست باز
بدانست هر نوع علمی که هست / ز هر صنعتی چه بلند و چه پست
ز مردم کسی که مشهورتر / بزور و زر و ملک مغرورتر
چنین می شدم تا بهر کشوری / دل شاد و آسوده از هر بری

بدین خوش که چون آن گروه دید یار مرا پخته خوانند خامی سه چار
بصدرم نشانند در انجمن سپارند خاطر بگفتار من
که کار آزموده است و گیتی نورد جهاندیدهٔ آگه و سال خورد
شنیدم که هستند جمعی فقیر بمعنی بزرگ و بصورت حقیر
قرار زمین است از نام شان مدار سپهر است بر کام شان
همه آگه از راز هر نیک و بد ز دم شان شود مرده زنده ابد
یکی باشد از اسم اعظم خبیر یکی واقف از رازهای ضمیر
یکی صاحب کر و دار و جلال یکی راست قدرت بامر محال
بدل گفتم این قوم خود کیستند ببایست جستن که بر چیستند
بباید طلب کردن اندر حیات که خضر از طلب دید آب حیات
چو دیدم همه حیله و شید بود که بیننده را دل ز حیلت ربود
چو آن کس که می جست آب حیات که تا جوید از مرگ راه نجات
یکی گفتش آن چشمهٔ دانش است اگر طالبی دانش آور بدست
چرا نقش صورت زدت راه هوش برو آب علم از دل خضر نوش
مرا نیز صورت ز ره باز برد بر آن قوم همی دیو زد دستبرد
همه طره و بند و دستار و ریش همه جبه و دستک لیک [illegible]
بسوی مریدان همه تا پگاه زده آب و رفته در خانقاه
چو آن مورگیری که از نرم خاک کند صاف و لغزنده گرد مغاک
که چون مور مسکین در آن ره کند ز جا لغزد و جای در چه کند
تنیده همه رشته چون عنکبوت ز بهر یکی از مگس کرده قوت
همه بندگی جسته از خلق و بس ولی مایه شان رشته و دلق و بس

یکی را شنیدم که مرد رهِ است | حقیقت شناس است و آگاه است

شدم تا خبر یابم از حال او | ببینم کرامات و افعال او

چو دیدم یکی پیر دیدم لق بود | که چون خلق بود و نه چون خلق بود

تو گفتی یکی ژرف دریاستی | بطوفان از موج کم خاستی

فرو رفته در خویش گرداب وار | نه قعرش پدیدار بد نه کنار

گذشته بسی از وجود و عدم | قدم زد فراتر بچندین قدم

خضر پیش لعلش ز شرمندگی | نهان گشته چون چشمهٔ زندگی

بکویش تمنا عنان کشید | که زین در توان در تمنا رسید

لبم شد ز خاک درش بوسه چین | همه مشک چین کرده در آستین

بگفتم درود و شنفتم جواب | جوابی که برد از دلم صبر و تاب

اشاره بسلام

نشستن بفرمود و اکرام کرد | باهستگی توسنم رام کرد

بپرسید و گفت از کجا آمدی | که در چشم من آشنا آمدی

بگفتم بلی آشنا آمدم | ولی هم تو گو کز کجا آمدم

که من نیستم واقف از راز خویش | ندانم ز آغاز و انجام خویش

بسی گشته ام تشنهٔ عمر و زید | بسی دیده ام عشوهٔ رنگ و شید

تمنای دل جستم از هر دری | ندیدم بجز دام حیله‌گری

بخندید چون از تمنا شنید | دل از خنده اش در تمنا رسید

بگفتا بگو تا تمنات چیست | بگفتم که دل را تمنا بسی است

ز هر گون شگفتی که در عالم است | ز اسم خداوند کو اعظم است

که خوانی چو بر کوه جان بخشدش | چو بر مرده خوانی روان بخشدش

دگر هر چه کس را گشایش دهد | بجاه و بدولت فزایش دهد

زو رود درچله انچه حال آورد — برد نقص مرد کمال آورد

برآشفت دانای سنجیده گوی — که جز من برو دیگری را بجوی

نه برخویش ره درد سری بتن — که من نیستم زاهل تزویر و فن

نیاز و هوس مر مرا کار نیست — نیاز م بدکان و بازار نیست

اگر راه من جوئی ای راه جوی — بجز پاک یزدان مپرس و مجوی

تصرف بکاری مکن زینهار — برو کار خود را بحق واگذار

ز احوال گیتی مشو راز جوی — وگر راز جوئی زخود باز جوی

ازین بیشتر گفتنم روی نیست — که گنجایش بحر در جوی نیست

ازین گفتگو آتشی برفروخت — خیالات خامم مرا پاک سوخت

بدل هیبتی زان شهم زد زیاد — که گفت و شنیدم همه شد زیاد

بسالی دو خاموش ماندم برش — فزودم بدل مهر جان پرورش

زعشقم بدل آتشی برفروخت — همه خرمن هستی من بسوخت

که عاقل غمم دل بیندار گفت — نه مستی که از جام پندار خفت

تو بیخویش شو تا بخویشت کشند — زخود دور شو تا به پیشت کشند

مع القصه بودم چنان تا دو سال — نه از وی جوابی نه از من سوال

لب خویش بربستم از گفتگوی — بخاموشی از وی شدم راز جوی

زجام خموشی شدم جرعه نوش — شدم از ره بیهشی با هوش

چه دیدم آنچنان یار آزاده ام — غم اندوز و دلدوز دل داده ام

ببزم خودم خواند و اکرام کرد — زلعل خودم باده در جام کرد

دل از لعل او ساغری نوش کرد — زهستی و مستی فراموش کرد

چو بیخود شدم پرده از رخ کشود — رخ خویش بی پرده با من نمود

بدیدم جمالی که از آفتاب — سبق جسته از زیر چندین نقاب

ز نورش مه و مهر تابان شده — بعکسش جنان یوسفستان شده

بر آن شد که اعضای من از نشاط — ز هم بگسلد رشته ارتباط

زدم نعره کردم چو در روی نگاه — که هٰذا الذی کنت اعبد سواه

همین است و بس مایه خرمی — همین است و بس جوهر آدمی

همین است ذاتی که او باقی است — جهان را ز مینای جان ساقی است

بر آشفت و گفتا ازین دیوانه — بیک جرعه مگذار ز خمخانه

بیک نغمه صبر از هزاری مکن — بیک گل شکیب از بهاری مکن

گهرهاست این بحر زخار را — ثمرهاست این باغ پربار را

زمینی همان آسمانی مکن — چنین همان نکته دانی مکن

تورا برگ سبزی ز باغی رسید — تورا ز آفتابی چراغی رسید

جز این جلوه معشوق را جلوه‌هاست — کزان هر یکی نقد جانش بهاست

یکی خوشه از خرمنی بازدان — یکی شاخه از گلشنی بازدان

ز جیحونت چون کوزه پر گشت هان — تو آن کوزه را ظرف جیحون مخوان

لب نانش از قسم درویش بود — بخوان شهان صد خورش بیش بود

بخویشش آمدم زان سخنهای نغز — خرد را یکی راه دادم بمغز

بدو گفتم این روی چون آفتاب — ز من از چه بد تا کنون در نقاب

دو سال اندرین جستجوتم بافزون — چنینت ندیدم که دیدم کنون

چو موسی نهان عاشقی خور نصیب — و یا بودی از چشم من در حجیب

بگفتا که مه در حجابم نه بود — بجز هستی تو نقابم نه بود

کجا پرده وین عارضم پرده سوز — کجا ظلمت و این مه شب فروز

حجاب مهم بود پندار تو / همان خودپرستی و انکار تو

زخود هر قدر چشم پوشی کنی / زجام لبم جرعه نوشی کنی

زتن دل به پرواز تا جان رسد / باندازهٔ خانه مهمان رسد

ازین فکر و وسواس بالا تورا / مهم تر بسی کار باشد تورا

تورا زاسم اعظم چه سودای سر / روا زاسم سوی مسمّی نگر

شکیبد کجا تشنه از نام آب / کی آساید از نام نان ناشتاب

رهی رو که آیی بمنزل فراز / نه تو خسته مانی و منزل دراز

برو دل طلب کن ببین گر دلست / چو دل یافتی اسم اعظم تو راست

چرا گرم چون زاهد باردی / ز دردی که ناید ازو داردی

اگر یار خواهی بجوئی و مگوی / که از ذکر پر می نگردد سبوی

اگر یار اندر میان آیدت :. / کجا کار چشم از زبان آیدت

بکن کاخ هستی خود را خراب / مر آن گنج نایاب را خوش بیاب

ازاندم که آن گنج را یافتم / بویرانی خویش بشتافتم

مرا حالت این است ای دلنواز / مرا خواهی از مهر با من بساز

میان من و آن گرامی ندیم / چو بود اتحادی ز عهد قدیم

همه قول او راست پنداشتم / هر آنچ او بدل کاشت من کاشتم

ره او گرفتم که راهی خوش است / بهشت است با دوست گر آتش است

تو گفتی که این داستان بشگفت / یکی شعله گشت و بمن در گرفت

شب و روزم این شعله اندر دلست / درین آتش آسودگی مشکل است

تو نیز ای جهان جوی تا با فروغ / خبر از تشنگی دیگر از من مخواه

مرا حالت این است ای یار من / ازین بیش من رنج و تیمار من

بیا ساقی آن خصم هستی بیار / همان دشمن خود پرستی بیار
که کاخ وجودم چو ویران شود / عیان بر من آن گنج پنهان شود

بیان ولولهٔ اشتیاق در راه معشوق یگانهٔ آفاق و قربان کردن دل و جان بر حسب رضای آن حور لقا یکتای زمان و آفاق

بیا جان کن ایدوست قربان دوست / که جانی ز تو بخشدت جان دوست
نه جانست آنکش غرور و منی ست / نهان آتشی اندر آب منی ست
مدان آدمش هر که او سرکش است / که دیو است کش زندگی ز آتش است
نه پندارم ار نی بجانان بری / که گر آب حیوان خوری جان بری
از آن آب حیوان بود نام او / که حیوان بود زندهٔ جام او
گذر ز آب و آتش کن از بندگی / نه ز آتش نه از آب کن زندگی
فشو تا توان تا توانیت هست / بجانان بیفشان چو جانیت هست
از این به ندانم چه سود آوری / که فانی فشانی و باقی بری
دگر روز کز این رواق کبود / عیان گشت خور همچو آتش ز دود
ز تیغی که خط شعاعی کشید / سر گوسپندان انجم برید
چو از ماه قربان و هم روز بود / فلک نیز دستی بقربان گشود
برسم خلیل آن نکو ارجمند / بفرمود کشتن بسی گوسفند
چو روز نبردش در آن پهن دشت / بهر گوشه از کشته صد پشته گشت
ز خون جانور بس که شد بر روان / بهر جا یکی رود خون شد روان
چو فارغ شد از کار خون ریختن / هم از پای جان رشته بگسیختن
بحجره درون در شد و بر نشست / پی ورزش سربلندانش پست
سر الفت دانشور راز جوی / که دانشورا بشنو و باز گوی

بگو چون خلیل آن سرافراز مرد ... بجو چون پسر دست را باز کرد
چه سودا بمغز اندرش جست راه ... که بد چاره آتش گشتن بیگناه
چرا شد دگرگون و خنجر بهشت ... چه بود آن فدا کامدش از بهشت
گر او خود نه این پرده در ساز داشت ... چرا دیگران را بر آن باز داشت
یکی پای بگشاده هر سو شود ... کسی را که پا نیست رهجو بود
یکی راه تا زد براه فراخ ... نه بر لاشه و انگاه بر سنگلاخ
ز سیمای می دیگری گشته مست ... مرا از چه باید برافشاند دست
سماع این کند آن برآرد نفیر ... شراب آن خورد این کند دار و گیر
یکی که خدا دید و شد سوی ده ... مرا کاشنا نیستم خانه به
صفا دید آن تا صفا شد برقص ... مرا بی صفا رقص باشد نقص
چو بوسد سیه سنگ نیست باک ... چو بیند درو نور یزدان پاک
مرا چون نداد آنچنان دیده دست ... اگر سنگ بوسم شوم بت پرست
اگر زاب زمزم شوم دور به ... مرا کاب شیرین نیم از شور به
چه دانی درین راه با من بگوی ... خلاف ره راست گوئی مپوی
بدو گفتم ای سرور هوشمند ... مبادت گزند از سپهر بلند
همه کام دل جز ز دور سپهر ... بکام دلت گردش ماه و مهر
سخنهای نغزت منت یاد باد ... جز این در بگوشت همه یاد باد
چه پرسی چه بود آن خیال خلیل ... ذبیح گرانمایه پور خلیل
چه آمد به پروانهٔ سوخته ... که ز خویش بر شمع افروخته
بدان ای گرانمایه کان نوریاب ... که شد مظهرش از سمک تا سماک
همه هستی از خود پر آوازه کرد ... بهر صورتی جلوهٔ تازه کرد

چه عاشق چه عجز و نیازش همه | چه معشوق و چین غنج و نازش همه
چه عقل و چه آن خانمان سازیش | چه عشق و چه آن خانه پردازیش
چه دین و چه آن چهر جان پرورش | چه کفر و چه آن زلف غارتگرش
چه ناز و چه آن کبر و خودبینیش | چه خاک و چه آن عجز و مسکینیش
چه شیخ و چه آن خشکیش در دماغ | چه رند و چه آن باده اش در ایاغ
چه زشت و چه نیکو چه پست و بلند | بود جلوه گاه بت خودپسند
ولی ز اختلافات این رنگ و بوست | که این زشت و زیبست و نیکو نکوست
چو از دیده راست بین بنگری | ز خوبی و زشتیش بینی بری
چو از ما حقیقت بغیب اندر است | بگویم کان دیگر آن دیگر است
از آنست کاین اختلافات خاست | یکی ایزد آن دیگری لات خواست
دلی را که یزدان گشایش دهد | ز هر آزمایش فزایش دهد
گه او را کند فتنه بر زلف و خال | بجاهش گهی ره زند گه بمال
گه از کفر گردد بر و جلوه گر | که کفرش همه دین شود سر بسر
گهش رخ نماید ز سیمای دین | که کفرش شود خیز تولای دین
گه از تیرگی گه ز تابندگی | گه از بادشاهی گه از بندگی
ز هر سو بر و آشکارا شود | چو بسیار بیند شناسا شود
چو گشت آشنا هر کجا بیندش | گر از خار باشد چو گل چیندش
ز هر جا برآرد سر آن نازنین | چه از کفر بشناسدش چه ز دین
شناسائی می نه پردازد او | نظر فش که شیشه است او یا کدو
چو بر ظرف بیند نداند یقین | که باده است یا سرکه یا انگبین
چو از چشم معنی ندارد نظر | نیارد ز صورت نمودن گذر

گرش می دهی ناپسند آیدش   نخورده است می زشخند آیدش
کسی را که کور آید از مادرش   ز بینا نیاید سخن باورش
وگر نیز باور کند دیده نیست   شنیده است از وی کش دیده نیست
خلیل خدا نیز مهر پسر   بدل یافت چون بینیش اندر نظر
ولیکن بداوارش انباز یافت   کش از پاک داوار همتاز یافت
بگفتا بیک دل نگنجد دو مهر   بر آن شد که بُرد سر خوب چهر
چو آورد با خود بقربان گهش   خدا کرد از هر کار آگهش
به چشمش یکی سرمه اندر کشید   که انباز را عین دمساز دید
چو نیکو نظر کرد یک نور بود   که گه یار او بود و گه پور بود
بمالید چون چشم بار دگر   رخ یار خود دید از هر شجر
نه از هر شجر بلکه آن آفتاب   به کلی ز هر ذره بودی بتاب
همی گفت و افگند برنده تیغ   که با دوست گستاخ بودم دریغ
ازان پیش میدیدمش غیر دوست   روا بود اگر میدریدمش پوست
کنون دوست را پوست چون بنگرم   که گر بردرم دوست را منکرم
چو ایزد ببردی وی این در گشاد   بگفتا نشانیش باید بداد
که هر کو ببیند نشان مرا   به نیکی زند داستان مرا
درین بد که جبریل گفتش بلند   که هان ای خلیل الله این گوسپند
بیاوردم او را ز باغ بهشت   که بهر فدا ایزد آن را سرشت
بهشت است گیتی نظر کن درست   بهشتی کسی دان که حق را بجست
بهشت است جائی که آنجاست یار   بهشتی کسی کایدش در کنار
همان را که با ور دد دوری رضاست   که مینو بود دوزخ جا نگزاست

خلیل آن فدا را فدا کرد زود | چو بر وی در آشنائی گشود

دیگر هر کجا یافت کام و مراد | باگاهی ما نشانی نهاد

بهر جا که ره یافتند انبیا | نشانها نهادند از بهر ما

که ما چون بتقلید در ره شویم | مبادا در آن راه گمره شویم

بدان ای گرانمایه بی نظیر | گز این راه رفتن بود ناگزیر

چو ناچارمان باید این راه رفت | خنک آنکه با یار آگاه رفت

ولی شکر کز فیض احمد کنون | در این ره توان رفت بی رهنمون

که از پس نشانها در این ره نهاد | شده جاده روشن بارشاد

نشانهای ره پیروان وی اند | که مست از می جاودان وی اند

نگویند از و آنچه نشنیده اند | که بر رهروی خویش همه دیده اند

چو گفتی بتقلید چون ره روم | بنا دیده بر دیده چون بگروم

چو با کدخدا نیستم آشنا | چرا بایدم رفت تا روستا

دلت گر نه با کدخدا آشنا است | با آن آشنا شو که با کدخداست

که تقلید باشد ز نابخردی | اگر هست تقلید همچون خودی

ز گم گشته گم گشته کی راه جست | ره ار جست از مرد آگاه جست

تو دامان دانا نگهدار سخت | که نادان نباشد کم از شوربخت

چو تقلید دانا نباشد نخست | نجوید هیچکس فضل و دانش نخست

کسانی که دانش بیندوختند | بتقلید هر پیشه آموختند

بیان شاهی ذی اقتدار و محبت داشتن او با تجار ره گذر و خاطرداری نمودن بآنها باعزاز بی شمار

بهر شهر شد کاروانی حشر | سوی دار ملک شهی دادگر

ز هند و فرنگ و ز سقلاب و چین   ز روم و ز روش و ز ایران زمین
فراهم شده کاروانی شگرف   بجنبش بمانند دریای ژرف
در آن شاه را بود ملکی عظیم   ولی دادگر داشت طبعی کریم
فلک همچو گوی بچوگان او   مه و مهر قرصی دو بر خوان او
بدش مطبخ و مطبخی بحساب   یکی زانهمه چرخ بد آفتاب
شدی هر زمان کاروانی شگرف   بملکش چو سیلی بدریای ژرف
همه یافتندی ز شاه آب جاه   مشرف شدندی بدیدار شاه
شگفت اینکه در ملک آن کامران   شدی هر دم از صد چنین کاروان
نه جا تنگ میشد بمهمان او   نه میکاشت مهمان او خوان او
بملکش هر آنکس که آمد فرود   از آنجا دل باز گشتش نبود
کشیدی از هیچ رنج ار ولی   همان بد که در راه یا منزلی
که بد راه تا کشور آن خدیو   بسی صعب و هر گام صد غول و دیو
بشبگیر آن کاروان با شتاب   همی راند بر بوی آن آفتاب
دران کاروان بود دانا کسی   سفر کرده و دیده سختی بسی
جوانمرد و با دانش و بخردی   ز چهرش عیان فرهٔ ایزدی
بهر کس که بودی در آن کاروان   بدی همچو مادر پدر مهربان
بهر صعب کاری که افتادمی   بهر یک جداگانه دل دادمی
بگفتی من این راه بس دیده ام   بد و نیک او نیک سنجیده ام
بسی دیو و دد را که کردم زبون   درین راه کاید ازو بوی خون
درین ره گر اندرز من بشنوید   بقول من از جان و دل بگروید
همه بر شما مهربانی کنم   شب و روزتان پاسبانی کنم

نیاید بره پیشتان هیچ بد — نه از غول و رهزن نه از دام و دد
پی رهزن و دیو دانم همی — براهی که آنان نرانم همی
همی گفت و آن کاروان از فسوس — بهم گفت هر یک رهی چاپلوس
نشد قانع از ما بیک شام و چاشت — لوای بزرگی بما برفراشت
تمسخر فزودندش از گمرهی — که ابله شمردندش از ابلهی
یکی گفت تا شهر چندست راه — یکی گفت چونست آیین شاه
یکی گفتی از شه بما بازگوی — در ایوان چو با شه شدی رازجوی
یکی گفت آیین این شاه چیست — بر شاه از محرمان گویی کیست
یکی گفت اگر دیوی آید براه — از و بازخواه این تن بیگناه
چو از حد فزودند این ریشخند — بر ایشان بغرید و اندر زرند
بدیشان پس آنگاه گفت آشکار — که هستم فرستادهٔ شهریار
مرا شه فرستاده در کاروان — که آساید از من دل این و آن
کس ار گم شود رهنما باشمش — غریب ار بود آشنا باشمش
فرستادهٔ شاهم اندر شما — برم تا شما را بمهمان سرا
دگر باره گفتند کاین ریش بین — دم و سبلت مرد و رویش بین
شهی کو جهان تا جهان ملک اوست — چنین بندهٔ از چه در سلک اوست
پیاده فرستد یکی را روان — که زد با سواران چابک عنان
فرستادهٔ شه چه باشد چنین — ز مهمانی شاهان صد چنین
تنی چند از کاروان درویش — شدند و چشیدند ذوق عتیق
نه زادی که با خویشتن داشتند — دران نیز محروم نگذاشتند
بره باز گشتند اندر طریق — که بهتر ز توشه ست در ره رفیق

چنین تا بیاید شبی تیره فام — از و تیرگی برده زنگی بوام
شبی تار مشک ختن داشته — لباس از دل اهرمن داشته
بسی خورده خورشید تیمار او — سیاهی نه شسته ز رخسار او
ز انگشت و زنگی بسی تیره تر — مگر زنگی بود انگشت گر
زکال ۱۲
نه مه قرص مهر ار شدی آشکار — بدی در نظر تابه دوده وار
رهی صعب پیش آمد و پر نهیو — هزاران بهر گام او دام و دیو
در او بانگ دیوان و غولان همه — ز دیوان گروه و ز غولان رمه
زده راه غول و غریوان او — سپرده بچنگال دیوان او
همه بر کس ار سایه گستر شدی — همه کام او کاسه سر بدی
بدامان کس گر زدی خار چنگ — گرفتی که بسیار وحش و پلنگ
بدی مار و کژدم فزون ز آتشش — دم ماریار دم کژدمشش
شده موش و شتیش یار پلنگ — که میزد بهر جا که در دبجنگ
در آن سخت راه و در آن تیره شب — همه کاروان پر هراس و کرب
جز آن پاکدل پیر روشن روان — که ابله شمر فندیش کاروان
به پیمودی آن ره چنان بی خطر — که گفتی به پیموده صدره بکر
هم آنان که رفتند پیش بر قدم — نه تن شان سته شده نه جانشان دژم
نه پروای دیو و نه بیم پلنگ — نه خاری بپا و نه پای بسنگ
یکی کوه پیش آمد اندر گذار — چو شرع پیمبر بجای استوار
سر از برف چون فرق پیران سپید — دل از چشمه روشن بمانند شید
بدان کاروان گفت آن راه دان — بر این کوه باید شدن بیگمان
که این شاهراه از دوان ایمن است — نه غول است در وی نه اهرمن است

بیک هفته بایست رفتن بکوه | رسیدن بملک شه باشکوه

بتمسخر فزود اندیش کاروان | کریح لک ای رهرو کاروان

رهی پیش داریم امن و فراخ | چرا رفت باید برین دیولاخ

تو گر میروی راه خود گیر و رو | که ما را نباید چنین پیش رو

دگر ره برافزود بر پندشان | ازان پند شد سخت تر بندشان

اثر دارد اندرز در جان پاک | نروید گیاه تر از شوره خاک

جدا گشت از ایشان و بر شد بکوه | ابا او تنی چند ازان گروه

که بوی ز ریحانه اش یافتند | بدنبال آن بوی بشتافتند

ز من بشنو این پند دلکش بجان | مشو با نکوخواه خود بدگمان

که گر بدگمانی شود رهزنت | نه او بدگمانی شود دشمنت

وگرنه معاذ الله از بخردی | همه خیر نکوئی کند یا بدی

ولیکن بدی زهر نوشیدنست | نه خویش در ابر پوشیدنست

چو آن راه دان شد ببالای کوه | پس پشت او رفت یکسر گروه

همه کوه دیدند پر چشمه سار | گل و سنبل و لاله و مرغزار

هم از دیو ایمن هم از راهزن | رهی پاک و بی سنگلاخ و شکن

دو فرسنگ دیگر چو بشتافتند | سحر کشور شاه را یافتند

چو روز از شب تیره آمد برون | همه دیده بستند بر رهنمون

چو دیدند شاهی به پشمینه | بویرانه بود گنجینه

پذیره رسیدند جمعی به پیش | دل آسا و فرخ رخ و خوبکیش

ببردندشان تا بدربار شاه | نخست اول شد از راهبر عذرخواه

پس انگاه مر دیگران را نواخت | که جانشان مر آن رهنما را شناخت

دران ایمن آباد شان جای داد — می و ساقی و محفل آرای داد
نرانند بر هیچ کامی زبان — که ناگفته نادر دشان میزبان
وشاقان مه رو بخدمتگری — کنیزان گل چهره در دلبری
وزانرو همه روز برگشتگان — دران وادی از جهل سرگشتگان
بتیه ضلالت فرو ماندند — همه آیت یاس برخواندند
زخود سیر و از جان ملول آمدند — همه طعمهٔ دیو و غول آمدند
سزای چنان قوم نابختیار — که اندر زروانا به بند دو بکار
بتقلید اگر یک دو گامی روی — به از خود سری تا بدامی روی
کس از خود رود در ره صعبناک — که او بر تن خویش جوید هلاک
بگلگشت نتوان شدن بی رفیق — چه جای رهی سخت و بحر عمیق
چو کودک نشین چند روزی خموش — حدیث از لب پیر دیرین نیوش
بیاموز اول پس آنگه بگوی — زخود راه نارفته هرگز مپوی
من اول نجود در ره بیهشان — نرفتم که بردندم آنجا کشان
کجا گر بخود راه بسپرد می — سر از کوی مستان برآوردمی
بیا ساقی آن داروی بیهشی — که اصل سرور است و عین خوشی
بده تا شوم از پی بیهشان — ازین ناخوشان رو کنم با خوشان

بیان باغ و بهار و چشمه‌ها که روان بودند بر کوهسار و آمدن بازرگان بمشقت بسیار و خوش شدن از دیدار شاه سخا شعار

بیا مطربا راه عشاق زن — وزاین پرده آتش در آفاق زن
رهی زن که جانها غلامت شود — رهی زن که دلها بدامت شود
رهی زن که عشق مرا نو کند — دل تیره را جای پرتو کند

که بی عشق هر شادمانی غم است — غم عاشقی شادی عالم است
نه بینیم بکیستی ولی شادمان — خز آنکس که عشقش نه در آتش بجان
بگوییم ورین عالم آزاد کیست — کسی کز غم عشق آزاد نیست
کس از بندهٔ عشق شد پادشاست — که بی عشق اگر شاه باشد گداست
بشیرین لبی خویش رانده گیر — بده خسروی یک شکرخنده گیر
دگر روز کاین شاهباز سفید — جهان زا بزیر پر اندر کشید
شکرخند شیرین چو شد آشکار — عیان شد رخ خسرو از کوهسار
چو سروی که دور افتد از نارون — بشد شیر دل از بر پیلتن
بدشتی نگاور همی راندند — که شیرین و خسرو وراغ اندند
یکی دشت چون مرغزار بهشت — ولی خاکش از عشق ایشان سرشت
ز بس لاله و گل در و بردمید — تو گفتی که شیرین بخسرو رسید
هوایش بغایت خوش و سازگار — خزانش لبی خوشتر از نوبهار
ز سیر چشمه اش آب صافی روان — دلم گفت چون چشم عشاق خون آن
بدو گفتم این هست ز انصاف دور — کجا سرو و شیرین کجا گرم و شور
همه آب آن چشمه بر گل روان — چو چشمان من در غم نیکوان
ولیک این خطائیست نیز آشکار — کجا چشم عاشق کجا روی یار
بهار و بهشت است گفتی نه دشت — بهار و بهشتش بجان بنده گشت
چو شب گشت رودی بیامد به پیش — شبی روز آورد همراه خویش
از و عکس مه خوش نمایان شده — کف خضر در آبحیوان شده
شب ماه و رودی چو جیحون روان — که موجش دو صد ماه کردی عیان
ز صافی بمانند سیماب بود — بطعم آبحیوان در آن آب بود

دران سبزه زار انگلغام خواست ــ ز ساقی بائین جم جام خواست

بهشتی خرامید کوثر بدست ــ چو گل بر لب آب حیوان نشست

یکی جرعه افشاند ساقی برود ــ به آب خضر داد کوثر درود

تو می بین که یک قطرهٔ او زکات ــ بجیحون رسید و شد آب حیات

چو آن خضر لب آب حیوان نشست ــ مرا گفت سر سبز بادی بخت

که هر بزم ما از تو شد چون بهار ــ تو چون ابری و بزم ما سبزه زار

کنون بزم شیرین و خسرو رسید ــ تو را نوبت گفته نو رسید +

بخوان دفتری از حکایات عشق ــ اشارات عشق و کنایات عشق

بگو گر چه نیرنگ شیرین بتی ــ بزد راه دارای جم شوکتی

بگو چون شود شیر رام کسی ــ کجا شاه گردد غلام کسی

ندیدم غزالی که تازد بشیر ــ نه لبکی که برباز گردد دلیر

زنی زابروان چون شود تیرزن ــ زند با جوانان شمشیرزن

یکی راندیدم ز مشکین کمند ــ سر شیر مردان در آرد به بند

ز گل دیده رنگ و ز زرد سمن ــ ز یا سرو خم کرده از نازرون

ز مژگان خدنگ ز ابرو کمان ــ توان شد بنخجیر شیر دمان

چه نیرنگ زد نرگسی پرفسون ــ که بالای سرو چنان شد نگون

چه در پرده زد مرغکی خوش نوا ــ که عنقا بدام آمدش از هوا

همه دانم از عشق و نیرنگ اوست ــ که جوش دل از دلکش آهنگ اوست

ولیک از تو جویم روایات عشق ــ که شیرین سرائی حکایات عشق

بگفت این و افروخت جام از عفرآب ــ همه بست پیرایه از آفتاب

که این آتشین آب ترکن لبی ــ با افسانهٔ عشق سر کن شبی

زشیرین و خسرو سخن ساز کن — سخن در خور منزل آغاز کن
چو از دوست جام شرابم رسید — ازان آسمان آفتابم رسید
کشیدم بروی وی آن جام می — که در دل چه واگفتمم کام وی
الا تا نیاری براین بر شگفت — نکوئی که دین داد و ساغر گرفت
زلطفی که با جان درویش کرد — مرا مهر اوست و پیچ و لیش کرد
نه بینی یکی را که شیرین لبی — به ساغر می وصل ریزد شبی
چو خواهد بحیر قصه از وی کند — ازان ذوق تعبیر بر می کند
من از لطف آن سرور بی نظیر — بمی خوانده ام خورده بر من مگیر
کز الطاف او رفته بودم ز دست — اگر هوشیاری مکن عیب مست
مع القصه مستی چو بالا گرفت — خرد مست شد راه صحرا گرفت
چو آب خضر خوردم از ساغرش — عوض دادم از چشمه گوهرش
بدو گفتم ای سرور انجمن — زشیرین و خسرو چه جوئی سخن
چرا از هوس جوئی اسرار عشق — نیاید ز هر بلهوس کار عشق
هوس می نجوید جز آمیختن — جز آمیختن نیست بگسیختن
ولی عشق چون در دلی راه جست — ز هر آرزو بایدش دست شست
ز خود شرم دارد اگر جان دهد — که منزلی نه در خور د مهمان دهد
بدل نیستش آرزوئی ز دوست — که از دوستی دشمن آرزوست
ندارد غمم بود نابود خویش — که باور د خود دیده بهبود خویش
جهان گر بهم بر خورد سر بسر — نه از خود بود نه جهان با خبر
باميد زهر بت تلخ گوی — به پرواز دا از آبجیوان سبوی
غمی را لضد فشاد مانی خرد — دهد جان و دلدار جانی خرد

ننوشند می کو طرب زایدش — مگر بر غم و درد نفزایدش

همه عشق بر خویشتن بسته اند — جز آنان که از خویشتن رسته اند

همه تیز بالان برکنده پر — همه سربلندان افگنده سر

کشیده ز کار جهان دستشان — که کاری مهم ترفتاد دستشان

بزانو سر و دل بپهلوی دوست — سر زانو آئینه روی دوست

دل از غیر دلدار پرداخته — که تا جای جانان بجان ساخته

بدلدار نزدیک و از خویش دور — زخود غایب اما بدو در حضور

نشینند بی پرده پهلوی دوست — که خود پرده بودند بر روی دوست

بشیرینی از دوست تلخی چشند — که با هر چه از دوست آید خوشند

بکوی حبیب از گدائی کنند — ازان به که بی دوست شاهی کنند

ز دوری آنچنان تشنگان نه نیشکرند — که شان داروی او نه قند سودمند

که مستسقی از آب شیرین گوار — شکیبد نه اینان ز شمشیر یار

چنان نشگفد از گل گلستان — که از خار در راه بت دلستان

بکام دل دوست پرداخته — بناکامی خویشتن ساخته

هوس پیشه خسرو که خودکام بود — ازو لاجرم عشق بدنام بود

همه در پی کام خود می شتافت — که تلخی ز شیرین لبی برنتافت

مرا ننگ باشد که نامش برم — همان به که از نام او بگذرم

که عشق از نفس ست نادرخورست — همان عاشق نقش چون پیکر است

تو بر صورت از عشقبازی کنی — نه پندارمت سرفرازی کنی

که صورت بهر دم دگرگون بود — کجا قابل عشق بیچون بود

بصورت که ناپایدارست و پست — کجا عشق باقی شود زیردست

سوی عشق باقی کسی برد راه   که در حسن جاوید بودش نگاه
که فانی بجاوید چون بگرود   بنا جنس ناجنس چون ره رود
دگر آنکه این نقش موزون ترا   براتیست کارد بگردون ترا
اگر شه کند میل دیدار تو   فرستد یکی را طلب کار تو
که شوق لقای تو باشد مرا   بزودی بدربار شاهی در آ
و مشتاقی برخ گل بربر یاسمین   که باشند فرستادهٔ شه چنین
تو گردیده بندی برخسار او   بسی دل شوی محو دیدار او
کجا شاد بینی و دربار شاد   کجا بینی آن لعل دربار شاه
ازان ماه پیکر بت سیمتن   همان سود بینی که از بت شمن
چو خسرو که چون کام جست و نیافت   ز شیرین ببازار شکر شتافت
درار بار بستی برخ شکرش   کشیدی هوس تا در دیگرش
چنین ست آئین اهل هوس   ز خود تنگدل زند از پی هیچکس
بهر جا که کام و مرادی بود   دل فارغ و جان شادی بود
بهر جا که عیش و سرودی بود   می و شاهد و بانگ رودی بود
بشادی نشینند و رانند کام   ازین پیش گفتن ست از ایشان کلام
ولی کار عشاق از آن برترست   کز ایشان بباید نشانی بدست
بجویند چندانکه پیدا کنند   بگویند چندانکه دروا کنند
اگر در برخ باز نکشود شان   بران در بمیرند و این سود شان
حدیثی ز رابل و فاکوش کن   ز شیرین و خسرو فراموش کن

صفت بتی زیبا دلارام و مدام برکنگ در یاد و فاشدن او بر جوان عنا

شنیدم که در کشور هندوان   بعهد کهن بود سروی جوان

بتی دلربا بعشوه دلفریب
بلای قرار و عدوی شکیب

ز سر تا بپا باغی آراسته
شگفته در آن آنچه دل خواسته

گلش مشک سا سنبلش کافروش
مهی شام پرور شبی صبح پوش

قیامت صنوبر بچهر آفتاب
دو هندو بنغماد و جادو بخواب

بهشتی ز رخسار تابان شده
ولی کوثرش آب حیوان شده

دو عودش بر آتش چو دود انگنی
لب از گندمین خال چون جزنی

دو لب چون دو جادوی بابل فریب
لبی زهره در چاهشان غوطه زن

خرامی برفتار کبک دری
همه دلفریبی همه دلبری

سیه نرگس او ز مستی خراب
دو آهو بچنگال شیران بخواب

بگردن دو گیسویش از مشک ناب
کمند افگن گردن آفتاب

ببدرش که خورشید ازو خیره بود
هلالی دو پیوسته بس تیره بود

بتی کرده رویش دو مشکین رسن
ز زنار مویانش صد برهمن

برش چشمهٔ بود بلور فام
در آن چشمهٔ سنگین دلش چون رخام

میانش چو مویی بدانا شگفت
که باری چو کوه سرین برگرفت

نگارین کفش چون بساغر شراب
عیان کرده بین ماه نو ز آفتاب

فتاده بپا گیسوی پرخمش
که پامال سازد دل عالمش

مگر گشته دیوانهٔ روی خویش
که زنجیر خود کرده گیسوی خویش

بآیین خود هر صباح آن پری
بگلگشت آمدی در ستایش گری

سر و تن بشستی در آن ژرف رود
ستایش نمودی و گفتی درود

چو پرداخته کردی دل از کار خویش
بمنزل شدی با پرستار خویش

بدیدش جوانی و شد صید او
ز خود رفت و افتاد در قید او

بشد تا نظر باز گیرد ز وی　　دلش رفت و خاطر فتادش ز پی

بدل گفت خود را شکیبا کنم　　دلش گفت آهنگ صحرا کنم

نظر خواستی بستن از پیش تیر　　چو بستی نظر دیدیش در ضمیر

چو در خواب رفتی جمالش ببر　　چو بیدار گشتی خیالش بسر

به پیر سینه در جست و غافل ازین　　که جوشن حریرست و تیر آهنین

ازان شد که چون بی قراری کند　　شکیبش بغم پرده داری کند

خرد با جنون خواستی جنگها　　بیک حمله بگریخت فرسنگها

نمودش ولی کز غمش بر کند　　بجز عشق او رای دیگر زند

لگدکوب عشقش چنان کرد پست　　که شد خاک و بر رهگذارش نشست

بهر صبح کز خانه آن ماه سنگ　　بپوزش برون آمدی سوی گنگ

بهمره پرستنده و دایه اش　　فتاده بدنبال چون سایه اش

جوان نیز افتادی اندر پیش　　شدی عیش خرم بروی ویش

چو حربا که دل بسته بر مهر هور　　ازو کام دل جستی اما ز دور

ز بس گرم کز سوز دل آه کرد　　صنم را ز سوز دل آگاه کرد

ز بس شد پیاپی ز هر سو نگاه　　نهان در دل هم نمودند راه

ازان سو نگه گرم غارت گری　　وزین سو ارادت بفرمانبری

ز سوز دل و چشم خونبار او　　رقیبان شدند آگه از کار او

بخویشانش این قصه برداشتند　　همه تخم کین و دغل کاشتند

پدر مادرش یافتند آگهی　　پریشان شدند از مه خرگهی

پر اندیشه گشتند از کار دخت　　بدل هر یکی دیگ سودا بپخت

بیاران نشستند پس انجمن　　که چون باز دارند جان را ز تن

بگل راه بلبل ببندند چون ... بکی داستان دبر این رهنمون

که در کیش ما نیست خون ریختن ... نه با کس بخصمی درآویختن

من این مشکل آسان نمایم همی ... خود این عقده را واگشایم همی

ولی باید این فتنهٔ روزگار ... نیاید سوی گنگ روزی سه چار

جوان چون نبیند مه خویش را ... فزاید بدل رنج و تشویش را

ز هر کس ازو باز جوید همی ... نشانی ز دمساز جوید همی

منش گوییم آن گوهر دیریاب ... فرو شد چو خورشید تابان در آب

بگنگ آمد آن آفتاب جهان ... ولی اندرو غرق شد ناگهان

همه یاورانش ز غم خسته اند ... بسوگ و باندوه بنشسته اند

چو این بشنود عاشق مستمند ... برو بر بسوزد دلش روز چند

چو نومید گردد ز دلدار خویش ... سر خویشتن گیرد و کار خویش

چنین کرد و با آن جوان از گفت ... حدیث پریشان بدو باز گفت

شنید این سخن عاشق دردناک ... نهاد از غم دوست دل بر هلاک

ز پا می‌آمد و رفت هوشش ز سر ... چو آمد بخود گفت با حیله گر

که آن سرو بالا بت ماه رو ... کجا شد درین ژرف دریا فرو

بیا گفت کانجا نشانت دهم ... نشان زان بت دلستانت دهم

نمودش بانگشت جای عمیق ... که آنجا شد آن ماه پیکر غریق

جوان زو ز دل ناله دردناک ... در آب اندر افگند خود را ز خاک

بدل آتشی بودش از سوز و درد ... ز آب آتش خویش را چاره کرد

سرشکش جهانی بسیلاب داد ... مکافات آن خویش بر آب داد

شد آن حیله گر تا بیاران خویش ... بیان کرد تاثیر دستان خویش

پریشان شد آن جمع زین ماجرا / که بر وی شد این ظلم از ما چرا
چو این قصه گفتند با زنگ ماه / جهان شد بچشمش چو چشمش سیاه
بجای شد آن لعبت نازنین / که عاشق ببینا دهانی چنین
ازان غصه افتاد و پیچید پیچ / بخود برد و بیرون نیاورد هیچ
تهان عذر جست از روان حبیب / که ای یار حسرت کش بی نصیب
زهی داده جان در غم روی من / ندیده بجز اندوه در کوی من
ز چشمت جادو همین برده خواب / بجانت دهند دمی داده تاب
باخر ز افسوس مشتی و عسل / بپایت فرو رفت خار اجل
زما با تو این حق گذاری نبود / گزیری در خور راستگاری نبود
ز من هر چه داری شکایت رواست / ولی من نگردم محبت گواست
کنون هم بدین کیفر استاده ام / بنا بود خود چون تو آماده ام
ز جام تو کام مرا بهره باد / مرا شهد و بدخواه را زهر باد
سحرگاه کز چشمهٔ خاوران / شد از نور خور گنگ و دی جهان
فلک شد و آسا در آن ژرف رود / ز پیکر بشست آن سیاهی که بود
پری پیکر از خواب نوشین بجست / چگویم کجا خواب و آن چشم مست
ز شب تا سحر چشم بیدار داشت / که در دل غم فرقت یار داشت
بتن جامهٔ دلبری راست کرد / ز زیور بنجوکش آنچه میخواست کرد
بسی بر داز عود و صندل بکار / روان شد بکشتی چو خرم بهار
بهمراه او رفت یاران همه / دل آسوده از تنگ و از وا همه
رسیدند چون بر لب گنگ رود / سرو تن بشستند بهر ورود
گشاده رخ آن لعبت دلفریب / ز خویشان بپرسید حال نهر

که آنرا ندانم که سود اوفتاد / کجا اندرین ژرف دریا فتاد

اشارت بسر کرد آن حیله گر / که اینجا فرو رفت شوریده سر

پری پیکر از غصه بیتاب شد / ز تاب آتشی گشت و در آب شد

ز دریا در آمد درخشان گهر / بدریا فرو رفت باز دگر

بسی هر کسی کرد هر جا شنا / ولی شد بر آشنا آشنا

ازین بو العجب تر در آفاق چیست / که معشوق در پس عشاق زیست

زنان بین ز مردان سبق جسته اند / ازین کار مردان ورق شسته اند

بلی عشق پاک این اثرها کند / خبر نیها که گفتم دگرها کند

چو بیم جان نیست عشاق را / ز مردان زیان نیست عشاق را

مخوان عاشق آنرا که باشد جز این / که فرق است از دست تا آستین

تو شیرین و خسرو بعاشق مگیر / نه شیرست کان نقش شد بر حریر

یکی از شکر خاطر شاد جست / یکی کام شیرین ز فرهاد جست

تو این خود پسندان نابردبار / نه عاشق که از هیچ کمتر شمار

بده ساقی آن زور بازوی عشق / که طبعش ز گرمی است چون خوی عشق

مگر شعله در خودپسندی زنم / بهم بشکنم و در دمندی زنم

بیان بر عکسی جهان و ناپایداری آن و گذرانیدن خرمی و غمی و خوشی و ناخوشی هر یک توانا و ناتوان ++

جهان گاه شادی و گاهی غم است / همه غم همه شادمانی کم است

که آرد نژندی و گه خرمی / کند گاه زخمی و گه مرهمی

بیک سینه اندوه بیک دل سرور / بیک خانه ماتم بیک خانه سور

یکی شب فروزد ز جام شراب / یکی تیره بیند بروز آفتاب

ترانده نه شادیست در دست کس — غم و شادی آید ز یزدان و بس
یکی رنج نابرده بر گنج زد — یکی گنج ننهاد و هر رنج زد
همه هر چه پیش آمد از خوب و زشت — بدانگونه آید که شد سرنوشت
درین انجمن خامه لرزان بود — سخن هر چه آرد پریشان بود
نه آن داستانست این انجمن — که خواننده را دل نسوزد به تن
که این قصه را خواند و زاری نکرد — چو ابر بهار اشکباری نه کرد
که با این سخن خاطری شاد داشت — وگر چه دل از سنگ و پولاد داشت
که این قصه خواند که باور کند — که نادیده تصدیق محشر کند
یکی داستانست ام از رستخیز — بدل کارگرتر ز شمشیر تیز
ز شیراز آن رشک گلگشت حور — بساط نشاط و سرای سرور
چه شیراز آن خاک مینو سرشت — ز مایه خزانش بهار بهشت
چه شیراز آن خاک رامش فزا — همه جای شادی و عیش و نوا
چه شیراز باغی همیشه بهار — هوایش ز خلد برین یادگار
نسیمی کز آن روح پرور دمد — تن مرده را روح دیگر دمد
کرازلای جوشش کفی عنبری — روان بینی از دست خود کوثری
هزاران قصور اندر و بی قصور — چه قصر جنان جای غلمان و حور
همی با سمان کنگره افراشتی — که با آسمان همسری داشتی
ز خویش آسمان را ندیدی فرازش — به غیر از نکوئی و شد سرنگون
چه پرسی چگویم که این حال چیست — سی و نه فزون از هزار و دویست
که ماه نهم زان نهم سال بود — سوم عشر از ماه شوال بود
مگر هفتمین روز از هفته بود — همان چهر خورشید بنهفته بود

بتبریز آمد یکی زلزله ... جهان روز محشر شد از ولوله
زمین همچو دریا در آمد بموج ... جهان غرقه موج او فوج فوج
و یا همچو کشتی که بر روی آب ... بیفگنده طوفانش در اضطراب
بجنبانده دست قضا مهد خاک ... جهانی در آمد بخاک هلاک
چنان شد بر افلاک خاک سیاه ... که شد تیره آیینهٔ مهر و ماه
فلک بر سر خاکیان خاک بیخت ... زمین از تزلزل بر افلاک ریخت
ز برج و ز باز و ز ایوان و کاخ ... بجا ماند دشتی همه سنگلاخ
پدر برده از یاد مهر پسر ... پسر نا امید از وفای پدر
چو کودک بمادر در آویختی ... از و نام چون خصم بگریختی
فراموش کرده جلیس و ندیم ... ازین امر حادث وفای قدیم
گران سنگها آمد از که بزیر ... که برخاست از گاو و ماهی نفیر
همانا ز بس خاک غبرا شکاف ... بجانش دل سنگ خارا شکاف
بر افروخته شعله از هر مغاک ... تنوریست گفتی بطوفان خاک
بطوفان آب از تنور آمد آب ... بطوفان خاک آتش گرم تاب
شده پاره هر کوه مانند طور ... و ز او نار موسی نموده ظهور
بسا سنگ کز تیغ که شد رها ... فگندش زمین از تزلزل بجا
نماند از گریوه بصحرا و دشت ... که با صفحهٔ دست یکسان نگشت
همان کاخ پور شه هفتمین ... که بود آسمانی بروی زمین
امیر احمد آن سبط پاک رسول ... چراغ هدایت بر اهل وصول
یکی طاق محراب اهل دعا ... در و چرخ را پشت طاعت دوتا
چنان آمد آن طاق و خرگه بجا ... که ماند آسمان تا کمرگه بخاک

فروغ دهی آن موج دریای نور ‌‌ کز او نور یزدان بدی در ظهور
فرو بستش آن قبه بر رخ نقاب ‌‌ تو گفتی که شد در کسوف آفتاب
درو بود چون نازنین پیکری ‌‌ مبارک نهادی نکو گوهری
هوای زمین بوسیش داشت طاق ‌‌ فرود آمد و طاقتش بود طاق
وگر کاخ فرخ برادرش را ‌‌ که زینت بد از فرخی عرش را
چنان کوفت بر خاک دور سپهر ‌‌ که مهر از غبارش بپوشید چهر
مگر چشم اختر ضیا خواستی ÷ ‌‌ ز خاکش فلک توتیا خواستی ÷
برآورده کاخ همایون شاه ÷ ‌‌ که باشند جهان را ز هر بد پناه
یکی طاق بگذشته ز اوج سپهر ‌‌ ز آیینهٔ بنظاره ماه و مهر
چنان کاخ نادیده آسیب زنگ ‌‌ چنان گشت کائینه ز آسیب سنگ
ز ارک کزین شار ستونها نگون ‌‌ که بد هر یکی آسمان را ستون
ز مسجد ز بازار و میدان و باغ ‌‌ اگر جویی از چغد می جو سراغ
ز هر طاقشان مرغ کوکو زند ‌‌ که کوبانی طاق تا او زند
بسا طاق کاندر مسجد فرود ‌‌ که در محکمی کم ز گردون نبود
کس آن طاقها چون ببیند خراب ‌‌ کی ایمن رود زیر گردون بخواب
نگون گشتن خرگه مهتران ‌‌ قیاسی ست بر حالت کهتران
یکی زان میان کلبهٔ تنگ من ‌‌ کز او نام من بود و شد ننگ من
چنان آسمان کوفتش بر زمین ‌‌ که گویی نبوده ست آن سرزمین
من اکنون نشسته ابر تل خاک ‌‌ پس و پیش من نالهٔ دردناک
جگرپارگانم جگرخوارگان ‌‌ ز خان و ز مان گشته آوارگان
نمانده بتن هم دست و خامه ‌‌ کز این حالت انشا کنم نامه

شکسته قلم در سر انگشت من / سر انگشت من خامه در مشت من

پریشان ترم زانچه بودم ز پیش / بزخمم زمانه فرو برده نیش

بگریم بخود یا که بر دیگری / غم خود خورم یا غم کشوری

گرفتم برافشانم از دیده آب / کی از سیل آباد گردد خراب

نمیداند این درد را چاره کس / خدا و خداوند دانند و بس

شهنشاه فتح علی شه که باد / جهانش بفرمان فلک بر مراد

خدیوی که آرامش جان ازوست / جهان بنده فرمان فرمان ازوست

درش آسمانی است چرخش زمین / ز جام جهان بخش مه جرعه چین

ز دستش که از از عطاهاست اوست / اگر مانده بحری همان دست اوست

ز تیغش که برق و کفش میغ اوست / کجی گر بجا مانده هم تیغ اوست

نشد شست او تا به تیر افکنی / نشد پیکر چرخ پرویزنی

کجا ابر را مایه دریاستی / اگر نه ز دستش مدد خواستی

ز عکس دلش تابش آفتاب / ز جود کفش بحر در اضطراب

جهان سایه پرورده پادشاست / بر این بر سپهر و ستاره گواست

ازو یکسر موی خود کم مباد / جهان چون سر موی در هم مباد

جهان شهریارا فلک چاکرا / رعیت پناها کرم گسترا

زهی از بس پاک پروردگار / نماز تو واجب ترین کار و بار

بویژه بجمع پریشان فارس / شکسته دلان سینه ریشان پارس

تو چون مایهٔ شادی عالمی / چرا در دلی بود باید غمی

تو هستی چرا نیست اختر مهر / تو یاری چرا خصم باشد سپهر

تو شاهی و ملک از تو وانگه خراب / تو ابری و گشت از تو وانگه سراب

زخلعت مگر خاک لنگر نداشت — چرا بار ما خاکیان بر نداشت
ز شیر و ز نشت بگاو زمین — که خواند آیتی تا بلرز و چنین
نه یک ساله شاها که ده سال باج — نبخشد براین بوم ویران خراج
اگر دیده بر دوزی از حال ما — سیه روز ما تیره احوال ما
اگر لطف عامت شود یار ما — زوال بهست آخر کار ما
وصال این همه تار خالی که کرد — ازآن بد که بودش ولی پر ز درد
دگرنه کیم من که گستاخ وار — نصیحت برم بر در شهریار
نصیحت بشاهان ز خود رای ست — بهانه مرا مغز سودای ست
غرض عرض حالی است بر شهریار — وگرنه مرا با فضولی چه کار
کسی را که یزدان دهد سروری — به از ما شناسد ره مهتری
خدا مهربان ست بر خلق خویش — پس از وی خداوند انصاف کیش
صلاح جهان انچه باشد خدا — همان افگند در دل پادشا +
چو هر رنج آن کند شاه یزدانی ست — براو بر فزودن ز نادانی ست
من آن به که زین گفته بندم نفس — سرایم دعای شهنشاه و بس
همی نیست تا سایه از کس جدا + — بود بر سر خلق سایه خدا +
ازو خلق با بیم و امید باد — چو اصل خود این سایه جاوید باد
دلا چند ازین وحشت و ولوله — نه پیوسته خواهد بد این زلزله
بگردد از این حال چرخ نجم — باستد بآرام خاک نرم
بسی بودی از روزگاران بسار — یکی روز بار روزگاران بسار
نماند همی چرخ بر یک قرار — بهر دم دگرگون شود روزگار
زمان بدی خواهد انجام یافت — زمین خواهد از جنبش آرام یافت

دگر خاک جنبش کند چون سپهر | تو باشی اندرو همچو تابنده مهر
جگر خوار کی چند بازار دل | سراسر بماند وه سپار دل
مخور غم که دانا بود شادخوار | چو نادان نه دل برانده مدار
ازان آتشی کز دل افروختی | جهانی درین انجمن سوختی
چو هستی کنون چارهٔ او بساز | دل خسته را نوشدارو بساز
یکی داستان گو که بخشد روان | ز پیروزی راد سرو جوان
سمی خداوند خیبر شکن | که شیردل گرد لشکر شکن
ازین داستان جان ستان بسوز | ز غیرت روان نریمان بسوز
ز یاما وران و ز مازندران | همه کارنامهٔ تهمتن وران
بسهراب ازین داستان تاب ده | همه داستانش فراب ده [?]
ز غم جان و ئین تن افگن بتاب | ز آزرم خوی ران افراسیاب
ببرزین سخن خواب خلق از هراس [?] | که افسانه نشناسدش ناشناس
بیارای زان گونه گفتار را | که از دل برد هول پیکار را
ازو مرد ترسنده گردد دلیر | دل شیر بخشد بروباه پیر
بر انگشت خوانی فروزان شود | بدریا بری آب سوزان شود
گر این کار خواهی ز گفتار خویش | بجز راستگویی مکن کار خویش
بیفزا بر این داستان آنچه بود | اگرچه بر آن بود نتوان فزود
تو خود چهره از راستی بر فروز | گر از رشک سوزد عدو گو بسوز
در آغاز این نامهٔ با شکوه | سخن راندم از بختیاری گروه
که بر خویش آشفته کردند روز | ز ترکان کر دلکش آینه توز [?]
یکی نامور بختیاری نژاد | دلیر و هنرمند و فرخ نهاد

تبازی پدر نام او کرده شیر — بدان شیر تازی سواری دلیر

بیال و بکوپال سام سوار — همه کام او کوشش و کارزار

زمی بود ناچار مرد دلیر — تیغش ز خون نه خود از باده سیر

ببزم اندرون نیز می داشتی — مگر رزم را بزم پنداشتی

ز قومش که افزون ز ده ی هزار — باو یار بد کم ز پانصد سوار

بلی پشت مرد است بازوی مرد — بود شیر تنها بدشت نبرد

یل ترک شیر اوژن بختیار — شد از نامور دختری خواستار

ببرج اسد راند مهر منیر — ازان گشت نامش یل شیرگیر

سر بختیاری بد الیاس راد — ستیزنده بختیاری نژاد

چو بشنید این کینه در دل فزود — که با هیچکس راند و یکدل نبود

نهان دست با بختیاری بسیر — که بر بختیاران زند دست برد

در اندیشه تا گشت خرم بهار — زمین شد همه چشمه و مرغزار

در وصف بهار نازکی سرشت و مرغزار مانند بهشت و عزم رزم با اعدای میمون طلعت سراسر زشت

جهان شد ز پیوند اردی بهشت — دل افروز مانند باغ بهشت

شد آن شیر نر تا با آبشخورش — پس و پیش ترکان کند آورش

در اندیشهٔ دشمنانش نه بود — که خبر راستی در کمانش نبود

دو روز دی بر آسود از رنج راه — برامش در آن خرم آرامگاه

سوم روز ترکی بویله رسید — که بر باز دشمن چه حیله رسید

من چندتن ترک پرخاشخو — زافزونی خیل و مال و حشم

ملدان تا نگردیم از انبه ستوه — دو منزل براندیم پیش از گروه

[illegible]

که از بختیاری و از جا سکی   همه دور از آئین مردانگی
برسم شبیخون بما تاختند   بیغما و کشتن به پرداختند
من و چار تن با سه پنجه نفر   بکوشش فزودیم با کر و فر
شب تیره و پاس خیل دواب   بما خصم شد چیره و کامیاب
بکشتند و بردند خیل و بنه   خبر را من اید ر شدم یکتنه

بیان رزم و عالی همتی و جرئت مرد دلیر بر فتوت و شبیخون زدن بر خصم بد انجام روباه خدیعت

برآشفت زین گفت مرد دلیر   بغرید همچون برآشفته شیر
برآن شد که تنها براند سوار   برآرد ز خصم بد اختر دمار
ازآنجا که تا آن سرافراز بود   مراو را خبر چیره بر آز بود
به یزدان نهانی ولش و شهنشاه   نمی رفت در کشتن بیگناه
و دیگر مبادا که غوغا شود   یکی فتنه در ملک برپا شود
کسی کو بدربار خسرو در است   نهد تهمت مرد خسرو پرست
پدر بر پدر خدمت سالیان   در حق شود بار و برگشتن پایان
برآن شد که از خصم سر تخت   زخونی و یغما کند باز جست
اگر پوزش آرد پذیرد زوی   همان خونی و برده گیر ذری
وگرنه چو حجت براو شد تمام   بکیفر کشد تیغ کین از نیام
بشهبانه پیکی روان کرد زود   گز الیاس و ربا به بودی فزود
ازو سر زد این کار زشت از نخست   وز آن پیچ این شاخ زشتی برست
بداندیش ور کیمیا دست برد   که پنهان ز ما بوده این دست برد
زخونی و یغما کنم باز جست   فرستم به پیمان و عهد درست

همی خواست بروی کند روزی   به نرمی برد طعمه از چنگ شیر
یکی کوه بودی فزون تر ز قاف   که گنجیدنش قاف در هر شگاف
دلیران کزان داستان اندند   نباشش که ریگ برخوانند
زمین زیر او از بزرگی نهان   چو مورش بگرفته اندر دهان
ز معدنش لعلی است غلطیده چهر   که بگرفته در نیمه راهش سپهر
کس از گشت بر قله اش راهبر   پذیریم از و آسمانی خبر
نهفت اندران گوهر زر و خواسته   شد از معدن آن کوه آراسته
چو این کوه لاف فیصد بر خود بسی   که بر من کجا دست یابد کسی
برو زانکه از چرخ اختر برد   ازین کوهساران کجا زر برد
کوترک آگاه ازین لاف شد   که شهباز سیمرغ آن قاف شد
دو باره فرستاد گفت   که با ما چنین عهد و پیمان فریب
مکن حیله رحم آر بر جان خویش   مده راه سیلاب خان خویش
بشیران چه روباه بازی کنی   زنامی چرا شاهبازی کنی
تو خود صعوهٔ شاهبازی مکن   گدازادهٔ شاهبازی مکن
اگر از که ریگ پشتی کنی   که با نرمی من درشتی کنی
من از سم اسپان تازی نژاد   کنم خاک خاکش فشانم بباد
تو را بخت بد دست بر ما گشود   که بر ما فزود آنکه از ما ربود
چو روبه که بر شیر نخچیر برد   چو آزش سوی طعمهٔ شیر برد
سخن با تر از وی دانش بسنج   به بیهوده بر خود میفزای رنج
ازین در بسی گفتها باز گفت   فرستاده آمد بشهباز گفت
چو بشنید گفتار و باز کو +   که آب نجو رفته ناید به جو

من آن روز پیچم نبود از غرور   که از شیر زر طعمه بردم بزور
کنون چون کشیدم بدین کوه رخت   چه اندیشم از دشمن شور بخت
ز خود بگذر و باب خود گر نیا   شود زنده با آن همه کیمیا
بدین کوهساران کجا بر شود   وگر چون عقاب آسمان پر شود
اگر زر و زر بگذشته باز آوری   ز زر برده از بختیاری بری
مرا با تو تیر ای نبرده سوار   بدامان این که بود کارزار
ببینی دم آهیج تیغ مرا   همان کوه گردون ستیغ مرا
فرستاده کان کوه و لشکر بدید   تو گفتی ز سر هوش او بر پرید
بیامد بر او رد راز از نهفت   بسالار ترکان سراسر بگفت
که کوهیست بگذشته از اوج ماه   بر او برشدن را فرو بسته راه
ز هر سو کمرها فزون از قیاس   کز او مرغ اندیشه دارد هراس
ره از جاده مور باریک تر   در او پیک وهم اندر آید بسر
بهر جا کمان برده کز وی گمان   ببالا شد از خود بپای کمان
حصاری بر آورده آنجا ز سنگ   در او صد تن از شیرمردان جنگ
زنیچه فزون سنگ نبد از حساب   در آن کوه چون آشیان عقاب
بدامان کوه از سواران هزار   سه باره فزون از در کارزار
همه آهنین پوش و پولاد دل   ز شمشیر پولاد آهن گسل
اگر ممکنستی بدامان ظفر   محال است رفتن بر آن کوه بر
ز ترکان کسی گر بر آن که رود   گمانم که مریخ گردون بود
از این داستان چهره نامدار   برافروخت همچون گل اندر بهار
بخندید و با مرد گوینده گفت   که با این عدو باید آسوده خفت

تو شیر ژیان را ز انبوه گور | مترسان که بر شیر جنبش ست و زور
نه بیم این نویدی است بهر پلنگ | که دشتی غزالانش آید بچنگ
اگر بیشه یکسر شود نیزه دار | ز پیکار آتش بس یک شرار
به بینی کزانکوه روز نبرد | چگونه برآرم بخورشید گرد
یکی بر هما گسترم بهن خوان | کنم سالها طعمه شان استخوان
بگفت این و یکسر سپه برنشاند | بجائی که بد تل افغان براند
ز آنجا دمان همچو شنده پلنگ | سپه راند تا دامن کوه تنگ
برادر یکی داشت سالار گو | بر آن ژرف لشکر شده پیشرو
جوانی ببالای اسفندیار | جهان را بمردی ازو یادگار
نیاورده همتای وی چرخ پیر | بدامان مادر بده شیر گیر
بدامان سواری نه پرداخته | هم از کودکی رخش زین ساخته
به تن پر توان و برخ پر ز تاب | بدانسان که در برج شیر آفتاب
حریف وی از کوه خارا شدی | از انکوه تیغش گذارا شدی
ز مهرش برادر دل افروخته | هنرهای رزمش بیاموخته
ازو بود روشن دل پهلوان | چو از پهلوان دیدهٔ ایلخان
ابا نام فرخندهٔ مصطفی | که از نام او یافت گیتی صفا
جوان چون بدامان آن کُه رسید | بخورشید و روشن دلش بر دمید
نیازست در جنگ دشمن درنگ | که نام نیا برده توشن تنگ
نپرداخت از کینه سرو جوان | بدستوری نامور پهلوان
چو شیری که از کوه بیند گله | همی کرد رخش دمان را یله
یل نامور چون برادر بدید | که مانند ببر دمان بر دمید

فرستاد چندی ز ترکان سوار — که اندیشه باید درین کارزار
یکی رای باید درین کار جنگ — که تا دامن دولت آید بچنگ
پر اندیشه باید دل پهلوان — که جلدی کند تیره روشن دلان
بآسان بدین کوه همان دشت نیست — بلند آسمان چون زمین پست نیست
هنوز این سخن بر لب نامدار — که آن شیر زی چیره شد بر شکار
بدشمن در آویخت چون پیل مست — یکی تیغ الماس پیکر بدست
ز تیغش همان بر سواران رسید — که از برق بر کوهساران رسید
بهر کس کز او تیغ کین آمدی — ز مغفر گذشتی بزین آمدی
زمین آسمانی پر اختر شده — همه اخترانش دو پیکر شده
بیک حمله بر دشمن نابکار — هزاری بیفزود وشان هزار
بسی خست و بشکست و افگند و کشت — چو دشمن چنین دید بنمود پشت
چو شهباز دید آن نبرد و ستیز — همی بال جست از برای گریز
هزیمت کنان دل پر اندوه شد — ابا لشکر خود بر آن کوه شد
دلاور هم آهنگ بالا نمود — چو آن شعله کاید بدنبال دود
سپهبد چو دید آنچنان دست برد — شگفته بدل نام یزدان ببرد
که جانش ز فرخ برادر فروخت — دل بدسگالان در آذر بسوخت
ابا باند از آن برانگیخت اسپ — بپای که آمد چو آذرگشسپ
دو نیمه بفرمود گشتن گروه — چپ و راست رفتن ببالای کوه
خود آمد بر راه سرو جوان — بدیدار او کرد روشن روان
همی گفت شادا روان نیا — نبیره که آسود جان نیا
خوش آن باب کز پور خرسند شد — خنک زین نهال برومند شد

خوش آن نامور کش برادر توئی ... برادر توئی پشت و یاور توئی
مرا دیده روشن بروی تو باد ... دو گیتی بیک تار موی تو باد
دل نامور همچو گل بشگفید ... همی خواست گفتی ز شادی پرید
که چون پهلوان مهتری بهترین ... بمردیش بستود و کرد آفرین
همی گفت شادا جوان بخت تو ... بگردون سر پایهٔ تخت تو
سپاس خداوند بالا و پست ... که بر من در بخشش خود نبست
بخوردی کرم برو فرخ پدر ... بزرگی مرا داد و روشن گهر
دو بال هما سایه بر من فکند ... مرا پرورش داد و کرد ارجمند
اگر زال سیمرغ پرور شده ... بمن بر هما سایه گستر شده
دو بال هما دو برادر مرا ... بهر نیک و بد یار و یاور مرا
گر از باب بر من دری شد فراز ... دو باب کرامت بمن گشت باز
بروی من این باب بسته مباد ... جهان جز بر ایشان خجسته مباد
چنان خواهم ای سرور نیکنام ... که این کارزار از من آید تمام
تو باید بدامان این کوه باش ... روان خرم و دل پر اندوه باش
من اکنون پیاده برآیم بکوه ... بداندیش را سازم از جان ستوه
نخواهم که شهباز آید بلاف ... که من با تهمتن شدم در مصاف
بر این گه که من امروز سامان جنگ ... همی ساخت خواهم ابا این تفنگ
تفنگیش بر کتف بد پهلوان ... چو بر کوهسار اژدهای دمان
شدی تا دو فرسنگ آواز او ... بود از تیغ من بیشتر ساز او
از آنجا که آتش برافروختی ... سه یا نصد قدم دورتر سوختی
چو برجی بد از آهن افراخته ... بسا قلعه زیر و زبر ساخته

بباز و خیان پاشنه کوفتی / گرز و مغز جنگی بر آشوفتی

شنیدم که ترکیش پر آزمون / ابا بازوی همچو ران هیون

تهی کرد و دیست ناخسته است / همان بازوی پهلوان بسته است

تهی کرد دیر گردش آن نامدار / در آن روز بیش از سه پنجاه بار

ز دامان کوه آن یل باشکوه / چو بیر دمان کرد آهنگ کوه

گلوله بر او ریخت زان کوهسار / چو ژاله بگل برگ ز ابر بهار

در آن گیر و دار آنچنان رای بد / که از سنگ بر خود حصاری کشید

نشست از پس سنگ پس بی درنگ / همان آذر در شعله بارش بجنگ

تفنگی گزان کرد شکشکن / لقبش کرده ام نام سنگرشکن

بسی ریخت بندق بر آن مشت مشت / به هر بندقی دشمنی را بکشت

همی سنگر دشمن بد نشان / نشان کرد و شد بر وی آتش فشان

چو سنگرشکن را تهی ساختی / عدو سنگری را بپرداختی

چو پرداخته کردی عدو سنگ / درو جان ترکان شدی بی درنگ

ببالا چو آن موج دریا زدی / هم از بیم دشمن ببالا زدی

مبادا شود غرق دریای او / همین بود بالا زدنهای او

چنین بیست سنگر ز دشمن گرفت / ستاره بد و مانده اندر شگفت

بناگاه فوجی ز ترکان گروه / که سالارشان گفت رفتن بکوه

جو ابر بلا بر فراز آمدند / یکی سیل گشتند و باز آمدند

ببرید دشمن ز جان پاک مهر / چو دید آنچنان کینه بار سپهر

بلائی نهان از بالا و زیر / هر آنکو ببرد جان شود دستگیر

دژی بود شان محکم اندر دره / کشیدند رخت اندر و یکسره

بیغمای ترکان ز رومال خویش | ز یغمای ترکان بدادند بیش
بیغمان بپرداخت آن سرفراز | عنان را سوی شهر بپیچید باز
پیاده پس پشت آن نامدار | بیامد ز ترکان دوباره هزار
خبر شد بدشمن که آن نامور | بپکشودن در ببسته کمر
ز [illegible] کودک خویش بگذاشتند | هوائی هزیمت برافراشتند
در آمد بشهر پهلو زمساز | سپهبد هم از پی رسیدش فراز
بناموس دشمن نپرداخت کس | از ایشان بیغما نمودند بس
بداندیش چون شیر دیده کله | ازان کوهسر شد بهامون یله
سپهبد چو دشمن بدانگونه یافت | بدنبالشان سوی هامون شتافت
جهاندیده پیری شیوا ورد | بدرخواه بر دامنش دست زد
همی گفت کای نامدار گزین | متاز از پی دشمنان بیش ازین
چو دشمن شکستی بر ایشان متاز | که کس با شکسته نشد رزمساز
چو یزدان تو را کرده بر خصم چیر | بشکرانه در خون مرد خیر خیر
مکن کاین همه ناسپاسی بود | نه مردی و یزدان شناسی بود
تو کوهی گرفتی که از هفت خوان | فزون آگه تر باشد اندر جهان
کسی بر بلند آسمان از زمین | نکرد دست زینسان که کردی کمین
بدین که شدن تا کنون هیچکس | نکرد دست آبی ز رزم جستن هوس
بویژه که از خصم کین توخته | یکی کوه بد ز آتش افروخته
بر آتش بدینسان سیاوش برفت | سیاوش بر کوه آتش برفت
سپاس از خداوند بخشنده دار | بدشمن ببخشای و منت گذار
ببید رفت مرد جوان رای پیر | بلی رای پیران بود دلپذیر

ببازو جنبان پاشنه کوفتی
گرز و مغز جنگی بر آشوفتی

شنیدم که ترکیش پر آزمون
ابا بازوی همچو ران هیون

تهی کرد و دویست ناخسته است
همان بازوی پهلوان بسته است

تهی کرد وی بر کردش آن نامدار
در آن روز بیش از سه پنجاه بار

ز دامان کوه آن یل با شکوه
چو ببر دمان کرد آهنگ کوه

گلوله برا در نجت زان کوهسار
چو ژاله بگل برگ ز ابر بهار

دران گیر و دار آنچنان ای دلیر
که از سنگ بر خود حصاری کشید

نشست از پس سنگ بی درنگ
همان آذر در شعله بارش تفنگ

تفنگی گران کرد شکر شکن
منش کرده ام نام سنگرشکن

بسی ریخت بندق دران مشت
بهر بندقی دشمنی را انگشت

هی سنگر دشمن بد نشان
نشان کرد و شد بر وی آتش فشان

چو سنگرشکن را تهی ساختی
عدو سنگری را بپرداختی

چو پرداخته کردی عدو سنگ
در و جان ترکان شدی بیدرنگ

ببالا چو آن موج دریا زدی
هم از بیم دشمن ببالا زدی

مبادا شود غرق دریای او
همین بود بالا ز دنهای او

چنین هست سنگر دشمن گرفت
ستاره بد و مانده اندر شگفت

بناگاه فوجی ز ترکان گروه
که سالارشان گفت رفتن بکوه

جوابر بلا بر فراز آمدند
یکی سیل گشتند و باز آمدند

ببرید دشمن ز جان پاک مهر
چو دید آنچنان کینه بار سپهر

بلائی بد نشان ز بالا و زیر
هر آنکو برد جان شود دستگیر

دژی بود شان محکم اندر دره
کشیدند رخت اندرو یکسره

بیغمای ترکان ز رومال خویش / ز یغمای ترکان بدادند بیش
بیغمان نپرداخت آن سرفراز / عنان را سوی دژ به پیچید باز
پیاده پس پشت آن نامدار / بیامد ز ترکان دوباره هزار
خبر شد بدشمن که آن نامور * / بکشودن دربه بسته کمر *
زن و کودک خویش بگذاشتند / لوای هزیمت برافراشتند
درآمد بدژ پهلو رزمساز * / سپهبد هم از پی رسیدش فراز
بناموس دشمن نپرداخت کس / از ایشان بیغما نمودند بس
بداندیش چون شیر دیده گله / ازان کوه سر شد بهامون یله
سپهبد چو دشمن بدانگونه یافت / بدنبال شان سوی هامون شتافت
جهاندیده پیری شیوا ورد / بدرخواه بر دامنش دست زد
همی گفت کای نامدار گزین / متازا زپی دشمنان بیش ازین
چو دشمن شکستی بر ایشان متاز / که کس با شکسته نشد رزمساز
چو یزدان ترا کرده بر خصم چیر * / بشکرانه در خون مرو خیر خیر
مکن کاین همه ناسپاسی بود / نه مردی و یزدان شناسی بود
تو کوهی گرفتی که از هفتخوان / فزاگاه‌تر با خسد اندر جهان
کسی بر بلند آسمان از زمین / نکرده است زینسان که کردی کمین
بدین گه شدن تاکنون هیچکس / نکرده است بی رزم جستن هوس
بود تیره که از خصم کین توخته / یکی کوه بد ز آتش افروخته
بر آتش بدینسان سیاوش برفت / سیاوش بر کوه آتش برفت
سپاس از خداوند بخشنده دار / بدشمن ببخشای و منت گذار
بپذیرفت مرد جوان رای پیر / بلی رای پیران بود دلپذیر

سپه را بفرمود تا باز گشت
ستیزا نهمه رزم جوئی نبود
هر آنکس که او باشد از رتهاد (?)
نه این بختیاری گر دست خرد
شهانی که بس دستگه داشتند
از ایشان بسی قلعها کوفته است
بسی برج و بارو نگون ساخته
ولی دیوشان آخر از راه برد
فراموششان شد خداوند ماه
همه پیشه کردند ما و منی
بگشتند چون از ره راستی
چو ترکان شدند از پی دین و داد
جهان بزرگی بزرگ جهان
خداوند دست و دل و فرهنگ
کزاو بر بفزود شان آب و جام
دو فرخ برادر شه و پهلوان
دو چشم و دو بازوی فتح و ظفر
بترکان بداد و دهش رهنمون (?)
شده گرگ و شیر از زمان همه
بود هر کجا باشد آهنگشان
همیشه بدیشان قوی پشتشان

خود آمد تبهکار افگنان تا بدشت
چنان بدکه در رزم کوئی نبود
ازین داستانست عبرت ستان
که هستند گردان با دست برد
همه زین دلیران سپه داشتند
بسا مغز دشمن که آشوفته است
بسی سرکشان را زبون ساخته
زخود بینی از راه در چاه برد
کزاو بود شان زور و فرهنگ و جاه
ستادند چون دیو در رهزنی
بکیفر فتادند در کاستی
از آنان گرفت و بایشان بداد
سر مردمی افتخار مهان
ز کوهی گرین تر بفرهنگ سنگ
بزرگی و پیروزی و دستگاه
گرانمایه و راد و روشن روان
دو رکن بزرگی دو کان هنر
از ایشان بداندیش ایشان بلرز (?)
سگ گله و پاسبان رمه
فراخای روی زمین تنگشان
کلید در فتح و در مشتشان

من این داستان بر ره باستان ازآن گفته ام تا شود داستان

که داند کسی گوهر ناسفت که نتوان چنین در گفتار سفت

نگویند گوینده را تاب نیست شناور بسی جا که بست آب نیست

بیا ساقی آن جام مستی فزا نه مستی فزا بلکه هستی زدا

بمن ده که مستی فزاید مرا ز دل زنگ هستی زداید مرا

بیان ناپایداری جهان سست بنیان و امتناع از صحبت ناکسان بدل نائل بودن با همه منهمکان و آمیزش با عزیزان

دلا بشنو از من جوانمرد باش جوانمردی آموز و همت ور باش

ز هر کس بکسل از ناکسان بپرداز ازین ناکسان با کسان

سپنجی است گیتی چه افتی برنج نیرزد برنج این سرای سپنج

سرائی که بگذاری و بگذری منه دل برو ورنه حسرت بری

ز اهل جهان راستگاری مخواه وفاداری و حق گذاری مخواه

ازین دیو مردم وفا پروری نیاید چو از دیو رسم پری

سپهر است بنیانش از کاستی ز پروردگانش مجو راستی

جهان را که نبود چنین دیرپای خردمند خواندش سپنجی سرای

زهی ناجوانمرد گز اهل آن وفا جوید و یاری جاودان

ز شوره زمین چشمه خوش نزاد ز سوزنده آتش جز آتش نزاد

گر از اهل گیتی یکی باوفا بیابی مدانش بجز کیمیا

که از کیمیا کس نجوید نشان تو گر بازجستی بکاویش نشان

بآماده آنرا چو جان جای جست شهد آباد تر زانچه بود از نخست

بعقبا نجاتان کمن میزبانش نبخشید جائی ز تو میهمانش

من از رنج رو خفته رنجور وار — جوانبخت بنشیم چو رنجور وار
درستی نمانده در اعضای من — همه تب گرفته سراپای من
دل نامور پر ز تیمار بود — کزاو دل ز من تن در آزار بود
مرا مهربانیش شرمنده کرد — که مهر و وفا مرد را بنده کرد
نمی خواستم دید چون درهمش — شناسم ز هیچو بخت و خرد همدمش
سخن در پرسش راندم از هر دری — ز خوی و ز فرهنگ هر مهتری
حدیث فتوت بیاد آمدم — که بس زان جوانمرد شاد آمدم
هنرور چو نام فتوت شنید — چو گلبن ز باد سحر بشکفید
بگفتا اگرچه دانم نه تن درست — بگو شرح این گفته با من درست
چو شمع ار نیستم گرچه هستم بسوز — یکی محفل دوستان بر فروز
که دارم همه خوی ... گفتار تو — خوشم گرچه می جویم آزار تو
ز هر کس فتوت شنیدم بسی — ولی معنی آن نداند کسی
گ... نم که آن خود مروت بود — که نیکوترین خوی و خصلت بود
بگویی آنچه دانی تو و خورد و بیش — برازنده و خویشتن در خورش
بگفتم که ای عقل ... کاست — بمان عقل را تا نگیتی بقاست
گرم شکر گویی کریم ... تربیت — هنر حق بگذار هنر پروریت
خرد با ... ادب او را تو بهتر پسر — که بهتر پسر نه ز مهتر پدر
ز هم ... هر چه نا راستی از تو راست — سخن پیش ما لیک معنی تو راست
فتوت که حق شد تو بخشش تو ای — از یرا که جان فتوت تو ای
... بزرگ ... دانی این گه بگوی — ولیکن چه گویم چو گویی بگوی
بمعنی ... جز جوانمرد نیست — جوانمرد را کس همی آورده نیست

جوانمرد اگر بسته دست است / که خود دست نیروی خود را شکست
عدوی جوانمرد هم نفس اوست / که با خلق یار است و با خود عدوست
کشد تیغ و بر خویشتن اندهی / که جز خویش خصمی نداند همی
جفا بیند از خلق و یاری کند / ستم بیند و دوستداری کند
بخویش آنچه خواهد نخواهد بکس / که با خویشتن خصمی پسندید و بس
مروت در خانه را شد کلید / ولی نقش پای فتوت ندید
مروت بر افتاده دلسوزی است / خدا را بجو در رحمت آموزی است
جوانمرد خود را نه بیند به پیش / که رسم خدا خواهد آنگه بخویش
دهد سر نه کو را بود سودمند / که این شیوه افتاد او را پسند
نه گر سر دهد منتی بر نهد / که منت برد آنکه سر می‌دهد
از یرا که تن بار رهوار اوست / سر او بر آن بار سربار اوست
نه بینی که کشتی چو دارد زیان / که ریزند بارش پی سود جان
جوانمرد نیز از ازل تا ابد / یکی بحر دانسته بی جزر و مد
بکشتی اخلاص جا ساخته / خدا را در آن ناخدا ساخته
شنیده که این کشتی دیر یاب / تباهش کند آرزوها در آب
همه آرزوها برآمیخته / در آن ژرف دریا فرو ریخته
بکشتی وگر دیده تشویش پیش / هم از آرزو یافته وان بخویش
دوم باره افکنده خود را در آب / که ایمن رود کشتی او بر آب
چو از خویشتن کرده خود را جدا / گرفته در آن حال دستش خدا
چو بشکسته چون خضر کشتی از / خدا کرده از کشتیش بی نیاز
که باشد در آن بحر بی اضطراب / چو ماهی در آب و چو کشتی بر آب

چو گشتی چه ماهی که دریا شده   شده گم در اسما مسمی شده
نگشته فنا کس نگفتش فتا   فتی گشت خواهی فنا شو فنا
تو از خویش گم شو که پیدا شوی   بعین نهانی هویدا شوی
چو از سر در افگندی این کهنه دلق   همه رحم کردی بخویش و بخلق
بخویشت نباید دگر دشمنی   که افگندی از خویش ما و منی
همین نه خود از پیش برداشتی   که از خلق تشویش برداشتی
تو کیمیای سرشته شده ست   سکت زان بدل با فرشته شده ست
تو لاحول خواندی و دیو از تو رفت   چو دیو آن همه مکر و ریو از تو رفت
کنون از چه لاحول شد قول تو   که قوت فرشته ست لاحول تو
بکف تیغ از بهر دشمن نکوست   بیفکن که دشمن کنون گشته دوست
بکف جای تیغت کنون جام به   نه تیغ و بر جای آن جام نه
یکی جام پر باده خوش گوار   بنوش و بنوشان که شد خصم یار
طریق جوانمردی این است و بس   که با خویش برمی نیارد نفس
چو بی‌خویش گشت آنچه کرد از خدا ست   نه از خشم و کین نی ز آز و هوا ست
از آن مار سیت آمد آن شاه را   که بد گوش بر حکم الله را
بپرداخت از خویشتن خانه را   که این خانه وقف است جانانه را
چو بشنید کاید شهی مؤتمن   ولایت بپرداخت از خویشتن
بشد رفت خویش از ولایت ببرد   ولایت بصاحب ولایت سپرد
دگر هر چه حکم آید از پادشاست   که بر کشور خویش فرمانرواست
فتوت نشه ملک بسپردن است   صلاح خود و رخت خود بردن است
تو کشور بپرداز کان شهریار   در آن ملک بخشد ترا کار و بار

که شه تاج بخشش بهست و رباوست / نه ور بیند این ملک آب و گل است

بیک التفاتی که خسرو کند / هزاران چنین کشور از تو کند

نیاز رسش چه باشد بوریا نه / که عرشش بود کمترین خانه

چگویم که در وصف ناید فتی / فتی کیست شاهنشه هل اتی

که زر داد و سر داد و در راه دوست / بدلخواه خود نی بدلخواه دوست

کسی کز هزاران درم یکدرم / ببخشد مخوانش ز اهل کرم

ببخشش اگر بجو جوی دهد / از و جوی به گرسبوئی دهد

که در خورد سرمایه همت نکرد / فتوت ز دریا برآور و گرد

کس از دره حق دهد درهمی / گواهان شرعی بباید همی

اگر بیند آن کس که گوید خداست / گواه از چه جوید که او خود گواست

وگرمی نبیند خدا نیست او / بگو این کرم نه خدا را بجو

که اول بباید خدا جوئیت / وزان پس براه خدا پوئیت

فتوت خدا جستن آمد نخست / فتی کیست آنکو خدا را بجست

چو جستی خدا بجو احسان کنی / وگر جان ببخشی نه تاوان کنی

سر و زر دهی خالی از زرق و زید / نه بر مکر بگرو نه بر شید زید

نه بخشی که این محو خلاق بود / نه واگیری احسان که زراق بود

نه بر دوست بخشی که نیکوست آن / که بر دشمنان نیز چون دوستان

وگر دشمن آید بقصد سرت / وفا بیند و لطف جان پرورت

وگر ناسپاس آرد و ناسزا / نه بیند ز تو جز به نیکی جزا

درین معنی ارم بیانی شگرف / تو بنگر به معنی نه بر صوت و حرف

بیان پدرود کردن شاهی این دنیای بی بقا و تفویض سریر از تجویز وزیر دیگری را و پس ماندن طفل صغیر بدو کسرا

بهندوستان خسروی دیده بست / شه دیگر آمد بجایش نشست

وزیر قدیمش بدر سجده برد / کلید ممالک بدستش سپرد

بجا ماند طفلی ز شاه قدیم / بدامان مادر چو در یتیم

هم از کودکی راد و روشن روان / نشان بزرگی ز چهرش عیان

نهان داشتی مادر از مردمش / وز آسیب چشم بد انجمش

بهفته چو ماه و بمه همچو سال / برآوردی آن شاخ نو رسته بال

چو ز آغوش مادر رها و شاد شد / بسان یکی سرو آزاد شد

در و هر که دیدی فرو ماندی / بر او نام یزدان همی خواندی

دبستان بشام از رخش نیمروز / در او خورد سالان بدرد و بسوز

بطفلان شب عید روز وعید / که ممکن نبد دیدنش روز عید

ز آدینه شان دل پر از کینه بود / کز او سبت شان نه آدینه بود

بر او الفت افگند پور وزیر / وز او دیدگان راستی تیر

ز مهر و مهش زان سبق شسته بود / که بر مهر ماهش سبق جسته بود

شبی با پدر گفت فرخ پسر / ز احوال آن کودک بی پدر

که فرخ نهادست و والا تبار / بقامت چو سرو و بعارض بهار

وزیرش فرستاد و آورد و بد / فزون دیدش از آنچه از وی شنید

چو دیدش وزیر آن رخ شاه فش / دل خود برخسار او کرد خوش

بر او مهر فرزند دلبند داشت / چنان بد که گفتی و فرزند داشت

به پور خودش خست همراه و یار / بدرس و به بزم و بباغ و شکار

قضا را درآمد یکی روز جشن — بدربارش از هندوان گشته گشن

بر راو دستور شد پور او — برسم نیایش بدستور او

بهمراه او پور شاه قدیم — که همدرس او بود و یار ندیم

جوانبخت شان دید و پرسش نمود — ببوسید و بنشاند و زینت فزود

دران انجمن بود دانش وری — ز دانش فرو خواند از هر دری

برهمن چو بر روی شهزاده دید — مر او را پی شاهی آماده دید

بیامد بدستور این راز گفت — ندانسته دانسته را باز گفت

چو دستور بشنود این شد غمین — که شه را هواخواه بود و امین

بدل گفت باید تبه کردنش — که ناید زیان بر شه و بر منش

ندانست کایزد کسی را که خواست — نیازارد از وی یک سر موی کاست

بدژخیم گفت این پسر را ببر — نهانیش از تن ببر دار سر

بهامون کشیدش بحیلت ز شهر — بدو گفت نوشت بدل شد بزهر

چو قصاب دستور شوم اخترت — بپرورد کاخر ببرد سرت

مرا گفت کارم بجانت گزند — ولی چون پسندم من این ناپسند

پسر کز عوان این سخن گوش کرد — بخواری بیفتاد در پای مرد

که در خون این بیگنه در مرو — که مانی عذاب ابد را گرو

بمن بر ببخشای و رحمت نمای — که تا بر تو بخشد برحمت خدای

بجانش ببخشود مرد عوان — بریدش یک انگشت بهر نشان

بیالود پس جامه‌اش را بخون — وزانجا روان شد بشهر اندرون

پسر کان همه خون نقشش ز دست — بپای اندر آمد چو مدهوش مست

رئیس دهی بهر سیر گذشت — چنان دیدش افتاده بیخود بدشت

بیهوده بر دو بخشود بر حال او ‌‌ وزو باز پرسید احوال او

مخور گفت غم کز بلا ایمنی ‌‌ که بعد از خدا در پناه منی

توئی بی پدر چون منم بی پسر ‌‌ مرا تو پسر به ترا من پدر

همانا که این مرز دستور بود ‌‌ که از جان او مردمی دور بود

بهر ساله یک بار یغماگران ‌‌ ببردند ازین مرز مال گران

نگشتی شه آگه ور آگه شدی ‌‌ تلافی ز دوری نه ممکن بدی

که ملک ار چه جز گلشن حور نیست ‌‌ چو از شاه دور است معمور نیست

چو دید آنچنان پور آزاد بخت ‌‌ ز غیرت بخود بر به پیچید سخت

نه مردیست گفتا که همچون زنان ‌‌ نشینیم و تازد بما رهزنان

یکی اسپ و تیغ از پدر بازخواست ‌‌ که تازد بخصم از در بازخواست

پدا دش که تو خردی و خصم چیر ‌‌ بخون خود اندر مرو خیر خیر

نپذرفت شهزاده آن رای سست ‌‌ بسی گشت تا اسپ و تیغی بجست

جوانان مرز آگهی یافتند ‌‌ ابا او تنی چند بشتافتند

بدنبال خصم بداختر شتافت ‌‌ ازو رخت و یغما همه باز یافت

وز ایشان بسی همره آورد نیز ‌‌ ز زر و اشتر و مال و رخت و جهیز

از ایشان بکشت و بخست و ببست ‌‌ بفیروزی آمد بجای نشست

همه اهل آن مرز شادی کنان ‌‌ پذیره شدندش ز پیر و جوان

ز یغما که آورد پور دلیر ‌‌ یکی نیمه بردند نزد وزیر

چو دستور دید آنهمه خواسته ‌‌ ستوران و اسپان آراسته

بدل گفت کاین گنج باشد نه باج ‌‌ یکی بوم ویران و چندین خراج

بپرسید و گفتند یغماست این ‌‌ که از دشمن خود کشیدیم کین

در اندیشه شد مرد ناپاک رای / که امر ز زیر پرواز داز کدخدای
مکافات آن محنت و رنج را / بگنج خود افزاید آن گنج را
بدستوری شاه دستور شوم / دو اسپه بشد تا بدان مرز و بوم
همان مرز ویرانه آباد دید / کشاورز را خرم و شاد دید
بسالار ده گفت بنمای راست / که سرمایهٔ این فزونی کجاست
بپاسخ زمین را ببوسید پیر / بگفت آنچه را کرد پور دلیر
چو شهزاده را دید بشناختش / پر اندیشه شد لیک ننواختش
بدل گفت چرخ آنچه میخواست شد / نشان برهمن همه راست شد
دگرگونه رائی بباید درست / که تا بُرم از بیخ شاخی که رست
یکی نامه بنوشت گفت ای جوان / بپور گرانمایهٔ من رسان
دران نامه بنوشته کای پور من / رسانندهٔ نامه را سر بزن
ملکزاده بگرفت و در ره نهاد / همی راند در ره بکردار باد
شب آمد در شهر را بسته دید / تن خود هم از رنج ره خسته دید
همانجا یکی باغ بود از وزیر / ملکزاده از باره آمد بزیر
عنان رخش را بست بر بیخ در / فرو خفت و خشتی و در زیر سر
یکی دختری داشت نورس وزیر / بر آهو فرو بسته چنگال شیر
بقامت چو سرو خرامنده بود / شکر لعل شیرینش را بنده بود
قضا را بهمراه همزادگان / دران باغ بودند عشرت کنان
سحرگه چو آمد از باغ ماه / که بر لاله عشرت کند صبحگاه
جوانی نه ماهی بدر خفته دید / بجیبش یکی نامه بنهفته دید
چو بگشاد و برخواند دید آن قمر / که خط پدر بد بخون پسر

چو روی پسر دید بیهوش شد / می صبحگاهش فراموش شد
بدل گفت باید ز تیغش رهاند / چو تیغش حمائل در آغوش خواند
تبدیل خط دستی استاد داشت / که این شیوه را از پدر یاد داشت
بهندی قریب است این دو سخن / که این را بکش یا که داماد کن
صنم داد منشور آزادیش / بدل کرد کشتن به دامادیش
نهفتش بجیب و جهان خواب بود / چو خورشید سر زد ز طاق کبود
ز جا جست و آمد بشهر اندرون / ملک زاده با طالعی رهنمون
چو پور وزیر آگه از نامه شد / بعشرت صلا داد و هنگامه شد
به آئین خود سرو آزاد را / به پیوست مر شاخ شمشاد را
یکی را که فرخ خدائی بود / بکشتن کهش کدخدائی بود
چو روزی دو بگذشت آمد وزیر / بشهر اندرون دید طبل و نفیر
سیه شد بچشمش جهان چون بدید / که داماد دختر بدیره رسید
پسر را بخواند و دشنام داد / پسر نامه اش را بدستش نهاد
چو بگشاد و آن نامه را باز خواند / فرو رفت و لختی در اندیشه ماند
بگفت ایزدی کرده را چاره نیست / بیوسف کنون چاره گرگ آشتیست
پسر را بخواند و پرسش نمود / به تشریف و بر پایگاهش فزود
دگر هفته آن کهنه گرگ از ستیز / بیوسف کشی کرد چنگال تیز
برون باید بزیارت گهی / ولی گشته ویران و غار تهی
سپه سرهنگ را گفت کانجا روید / شبانگاه تا صبح دم بغنوید
بشب هر که آید و گر آن منم / کشیدش بخون کان بود دشمنم
وزان پس پسر را بخواند و گفت / که اکنون که با ما شدی یار و جفت

زیارت کنی هست نزدیک ما — که روشن کند جان تاریک ما
بباید هم امشب بدانجا روی — زیارت کنی تا سحر نغنوی
یکی طاس حلوا بهمره بری — بمسکین دهی و نیاز آوری
پدر رفت برنا و آمد برون — بکامش بد اندیشه او رهنمون
شبانگه برون رفت از خانه خویش — یکی طاس حلوا نهان زیر کش
بره پور دستور شد آمد به پیش — بپرسید و گفتش همه حال خویش
بگفتا غریبی تو در این دیار — بخان باز رو طاس با من گذار
من امشب بجای تو آنجا روم — نیاز آورم تا سحر نغنوم
جوان شد جوان بخت هم باز شد — بهم خوابه تازه دمساز شد
خبر شد بدستورکان پور او — بجای پسر شد بدستور او
سراپا برهنه برون شد دوان — شد اندر پی راه پور جوان
مگر تا ز دستانش آگه کند — از و دست تقدیر کوته کند
چو آمد کشیدند از رشتن بخون — بجاهی که خود کند شد سرنگون
پدر با پسر هر دو در خون طپید — جهان تا که شد این شگفتی ندید
وز این سو شه هند در خواب ناز — بگوشش دلش آمد از غیب راز
که بدرود دمساز این سرای سپنج — بدار امروز دستور ده تاج و گنج
مجرد شو و راه افلاک گیر — بچشم اندر این کاخ را خاک گیر
ملکزاده چون بخت دشمن بخواب — که شد بخت بیدار و گفتا شتاب
بدرگاه شه شو که شاهی تو راست — ازین پس زمین تا بماهی تو راست
ملکزاده بر جست آمد بشاه — بدو شاد بسپرد تخت و کلاه
بزرگانش سر بر زمین آمدند — بآواز در آفرین آمدند

نه هر کس سزاوار شاهی بود / بلی کدخدائی خدائی بود

بر خواند دستور را با پسر / بجستند و نامد از ایشان خبر

بسوی زیارتگه آمد شتاب / علیمان دید در خون خود پور و باب

از ایشان بجز نیم جانی نبود / به تنشان تو گفتی روانی نبود

چو پیدا شد آن مرد دستور بود / که خصم خود و آفت پور بود

اگرچه از و بهره بیداد داشت / همه ناجوانمردیش یاد داشت

گذشته بدل در نیاورد مرد / بر او بر ببخشود و تیمار خورد

بدل گفت وقت جوانمردی است / نه هنگام بیداد و دلسردی است

بداد من جز به نیکی نبود / بد او چه جویم چو نیکی نبود

همانجا نشست و پزشکان بجست / بدست خود آن زخمهاشان بشست

بسی خورد تیمار بهبودشان / چو بهبودشان دید بخشودشان

جوانمرد دشمن بآزرم گشت / نگشتش بشمشیر و از شرم کشت

چو خصم آنچنان دید شد یار او / بصد جان و دل شد پرستار او

شه از آنچه بودش فزون پایه ساخت / بدستوری خویش او را نواخت

پدر خوانده را خواند و اکرام کرد / همان مزد دستوریش انعام کرد

کسی کو ببدخواه نیکی نمود / به نیکی رسان کار او تا چه بود

فتوت کلید در دولت ست / که دولت باندازهٔ همت ست

بهشت جوانمرد هم خوی اوست / بهشتی بود هر که در کوی اوست

نمی گویمت در جهان فرد باش / جهانجوی باش و جوانمرد باش

بد خلق بر خویشتن میپسند و بس / بد خویشتن مپسند هرگز بکس

بده ساقی آن کیمیای قلوب / که هر بد کند نیک و هر زشت خوب

[illegible]

اگر ناکه از رنج پروزردیم / کند سرخ روی جوانمردیم

در بیان خاموشی گزیدن از گفتن سخن بباعث عدم توجهی سامعان نغز و کهن و ترغیب حضرت از سر نو درآمدن درین فن

چه خاموشی ای مرد دستان سرای / بکش نغمهٔ تازهٔ جان فزای

تو خاموشی و نوبهاران گذشت / برین خامشی روزگاران گذشت

جهان در گذرست ازو بگشا نفس / که بگذشته ناید دگر باز پس

نه پیوسته شاخ آورد بید مشک / که این باغ خرم بود گاه خشک

بسی بود خواهی ز گفتن خموش / چو باشد مجالی بر آور خروش

چو در جام داری می خوشگوار / چرا رنجه داری روان از خمار

چو لوح و قلم زیر فرمان تست / سخن گوی اکنون که دوران تست

شب دوش خضرم درآمد ز در / بزانو مرا دید بنهاده سر

نه کلکم بدست و نه دفتر به پیش / نشسته چو شرمندگان سر به پیش

بگو گفت کز چیست پروای تو / چه شد تا دگرگونه شد رای تو

نگوئی چرا قصه از هر دری / نه از شهریاری نه از دلبری

ز بزم وصالت چرا دل گرفت / دل از بزم وصلت گرفت این شگفت

ازان انجمنهای انجم فروز / بخوان تا شبی خوش بر آریم روز

ز اندرز شاهان چه داری بیار / که آشفته می بینم این روزگار

جهانی پریشان و درهم شود / چو اندرز کار آگهان کم شود

بدو گفتم ای سالخورد جوان / که داری به نیروی دانش روان

بسی گفتم اما ز نشنفت کس / ببستم نفس تا نگویند بس

چرا لب نه بندم ز گفت و شنود / که گفته زیانست و ناگفته سود

بسی رنج بردم به بهبودشان | چو دیدم برنج اندر افزودشان
ز دانش چرا برنه بندم نفس | که نه خویش ازان سود بردم نه کس
بافتادگان گویم و نشنوند | کجا سرفرازان بدان بگروند
تو آن خسرو ترک تنگ چه گفت | در آن دم که اندرز سعدی شنفت
گدائی که مغزش ز دانش تهی است | بشاه ار نصیحت کند زابلهی است
چرا پند شاهان سرایم همی | در طعنه بر خود گشایم همی
خضر گفت گر گفته لب بر مبند | بمفلس در گنج گوهر مبند
نبی را که از سنگ گوهر شکست | بمردم در درج گوهر نه بست
اگر پند گوئی مشو مزد جوی | لب پند بگشای و بی مزد گوی
نه دریا که گوهر ز پایاب داد | بامیدی آن گوهر ناب داد
نه خورشید کان پر زر افشان کند | زمانه بامید رخشان کند
ز نشنیدن کس بهانه مساز | که گوشش نیوشندگانست باز
وگر نشنوند از تو اندرز و پند | بگوی و به پیشینیانش ببند
من از هندو آرم یکی داستان | سرشته در آن دانش باستان
که شاهی شدست از شهی از چه روی | بگویم تو را بشنو و باز گوی
مخور غم گر این انجمن شد دراز | ازین انجمن انجمن ها بساز
چو گنج گهر بنودت گو مباش | سخن گوی و بر عالمی گنج پاش
اگر خود یکی گوهرت را نخواست | دریغ گنج گفتار بستن خطاست
جهانی خریدار این گوهرند | تو بگشای و بنگر که چون میبرند

داستان شاه هندوستان از زبان خضر عم صلوة الرحمان

خضر گفت در ملک هندوستان | شهی بود کشور به نیروستان

خدیوی کرم گستر و دادگر / به نیکی ز خورشید مشهورتر
نبود از کف دست گوهرفشان / چو عنقا بهوش ز مسکین نشان
جهانی برآسود از داد او / فلک بنده طبع آزاد او
دو فرزند بودش چو خورشید و ماه / سزاوار شاهی و تخت و کلاه
خردمند و دانادل و هوشیار / هنرپیشه و راد و پرهیزکار
بفرهنگ بیش و بسال اندکی / بصورت دو اما به معنی یکی
دو چشمند گفتی که طاقند و جفت / که بی دیگری دیگری می نخفت
سرآورده چون دست با یکدگر / تو گفتی دو ابروست با یکدگر
چه خوش کرد یاری ز یاری سؤال / چه خوشتر جواب وی اندر مقال
بگفتا برادرت به یا رفیق / بگفتا برادر نه آنگه رفیق
برادر کز او جان برآذر بود / بشمشیر بران برابر بود
رفیق از بد افتد نخواهد ترا / برادر چو بد شد نکاهد ترا
مع القصه چون شه برفت از جهان / جهان نیم ازین یک شد و نیم از آن
چو رفتار هر یک بدلخواه بود / دو کشور جدا اما یکی شاه بود
زمانه برین سالیان برگذشت / که تا حال ایشان دگرگونه گشت
شبستان هر یک ز زن گشت پر / جهان پر صدف شد صدف پر ز در
چو زن شد فزون باده افزون شود / چو افزون شود دل پر از خون شود
که هر یک ز طبع دگر زاده اند / بکین جستن خویش آماده اند
چه زن در شبستان چه خون در بدن / چو افزون شود کاهش آرد به تن
چو کار ممالک بدیشان فتاد / همه ملک ایشان پریشان فتاد
فتاده بهم هر یک از چپ و راست / که ملک بجا مانده تنها مراست

ولی هرچه از پور کهتر بدند / ز مهتر بفرهنگ بهتر بدند
ولی با خدا آشنا داشتند / ز انصاف گیتی بپا داشتند
چو مهتر نژادان ز کبر و منی / گرفتند آیین آهرمنی
از ایشان خداوند بیزار شد / ز رحمت بافتادگان یار شد
اگر سرکشیم و اگر بنده ایم / همه کرده آفریننده ایم
ولی سرکشی کار اهرمن است / که مر آفریننده را دشمن است
سرافرازی اندر سرافکندگی است / نشان سرافکندگی بندگیست
چو فرزند گیرد خلاف پدر / پدر را ازو یاست و خود را ضرر
که مخلوق را چون چنین است کار / کجا بنده و کو خداوندگار
چو شد ملک در پنجهٔ کهتران / بپیچید سر پنجهٔ مهتران
بسودند سر بر سپهر بلند / سر سرکشان شان درآمد ببند
یکی زان اسیران که در بند بود / هشیوار مردی خردمند بود
بسی کرده بد جهد از رای راست / که کین از میان خیزد و بر نخاست
ازیرا که با هر دو پیوند داشت / ز هر یک جدا جان خرسند داشت
بهر یک دل از مهر افروخته / هنرهای مردی بیاموخته
چو ناچار شد راه ایشان گذاشت / بهمراه آنان علم برفراشت
سرانجام بد نیک دانسته بود / چه دانی به بیهوده بازی چه سود
خرد نیز آیینه بود صاف / نشد تیره زآمیزش کبر و لاف
چو آیینه با زنگ جست اتصال / چه فرق است آیینه را با سفال
کم از شیشه عیان ار نه گویا بود / کم از پشک مشک ار نه بویا بود
نه [illegible] دران [illegible] گذار / چه بهتر ازو بود نه [illegible] بکار

ولی جمله تدبیرها گشت سست / پی آنکه تقدیری آید درست

خردمند را نیز تدبیر بود / ولی سخرهٔ دست تقدیر بود

به نیروی دانش بسی چاره کرد / ولی چاره بیرون بد از دست مرد

شه آموزگارش چو در بند دید / ز شادی بر ویش چو گل بشکفید

هم او را و هم حق او را شناخت / بصد لابه از بندش آزاد ساخت

به پیش خودش خواند و اکرام کرد / ز احسان رمیده ولی رام کرد

چو روشن روان دید اکرام او / دوباره در افتاد در دام او

زمین بوسه زد گفت کای شهریار / مبادی نژند از بد روزگار

ز چشم بدت باد اختر سپند / بکام تو زهر جهان باد قند

بشکرانهٔ این همه آب و جاه / یکی گنج دارم سزاوار شاه

گهرهاست در وی همه شاهوار / بپای شهش کرد خواهم نثار

شهش گفت محتاج گوهر نیم / چنان دان که سالار کشور نیم

یکی بند بگشای از گنج پند / که آن گنج جوید دل هوشمند

نپندارم آن گنج کاندوختی / بجز گنج دانش که آموختی

گر آن گنج داری بیا و بیار / که آن گنج بهتر بر شهریار

بخندید دانا و بردش نماز / که دانم نداری بگنج نیاز

مرا نیز این گنج مقصود بود / که این گنج مر شاه را سود بود

ولی در جهان ماندنم دیر شد / دل از بودنم در جهان سیر شد

به تن زخمها نیز دارم چنانک / که در خود نبینم توان [illegible]

اگر مهلتی یابم از روزگار / بگویم تو را آنچه آید بکار

تو بشنو دلا آنچه گفتند باز / نه پنداری آن [illegible] گفتند باز

نخستین بدو گفت کای شهریار
دل خود همیشه به یزدان سپار

گر از پاک یزدان فرامش کنی
چراغ دل خویش خامش کنی

سحرگه چو برداری از خواب سر
نیایش بیر بر ور دادگر

چو بر درگه ایزدی رخ کنی
بخود روز آینده فرخ کنی

درون از همه آلایشی پاک دار
بر دادگر چهره بر خاک دار

که از خاکی و خاک خواهی شدن
چو پاک آمدی پاک خواهی شدن

دگر مرد بیکاره را خوار دار
که بیکار مردم نیاید به کار

به بیکار مردم خدا دشمن است
گر اندیشه نیست اهرمن است

ندیدم به از مردم پیشه ور
خداوند را بندهٔ بی ضرر

شناسد که یزدان نهدنان او
کم و بیش و آمد بفرمان او

ولی داشت پیوسته خود را بکار
که خوش نیست تن پرور مفت خوار

هر آنکس که بینی بکاری سزاست
اگر خود رعیت وگر پادشاست

شه و عالم و لشکر و پیشه ور
همه هر یکی راست کاری دگر

بگویم ز شاهان چه باید نخست
بود عهد و پیمان و گفت درست

دروغ از همه بد ز شاهان بتر
کز آن عالمی راست بیم خطر

که هر پیشه را که سلطان کند
رعیت بناچار نیز آن کند

اگر از رعیت زیانی رسد
زیانش کجا بر جهانی رسد

ز شاهان گر آید یکی ناپسند
جهانی برنج و بمحنت رسند

دگر پیشهٔ خسروان بخشش است
گر این پیشه دلها بدیشان خوش است

بود پیشه یکی چشمهٔ خوشگوار
همه تشنگان گردش از هر کنار

بجوشد چو برداری از چشمه آب
وگرنه بجوشد شود چون سراب

چه باید بگل چشمه انباشتن — که آبش فزاید ز برداشتن

وگر شاه را خشم کاریست و مهر — کزاین هر دو برخاست دور سپهر

چو شد جمله خشم است غوغا شود — وگر مهر بس فتنه بر پا شود

جهاندار باید بطبع جهان — که گاهی بهار است و گاهی خزان

چو یکسر زمستان است پالیز نیست — وگر جمله گرما بود نیز نیست

دلی باید از خشم خندان کند — که خود را نه آخر پشیمان کند

جهان دار را بیم و امید به — گهی غنچه و گه برابر و گره

ازین هر دو چون هر یکی در محل — نباشد بپاک اندر افتد خلل

نباید به نرمی فزود از نخست — که کاهل شمارند او را درست

وگرنه چو بشناختندش سلیم — گر آتش شود زو ندارند بیم

وگر نیز یکسر بود خشمناک — ازو خلق دایم بترسند و باک

بدربار او ره نجوید کسی — باو راز کشور نگوید کسی

وگر لازم آید جهاندار را — که راند ز کشور تبه کار را

تبه گشت چون در تن آمیزشی — بداروست درمان خونریزشی

یکی چون تباهی بود خوی او — ز اندرز و بیم است داروی او

وگر زین دو از سر نرفتش ستیز — چو خون تباه است خونش بریز

اگرچه بود خویش و پیوند و زن — چو عضو تباه است او را بزن

وگر شاه را پیشه خلق نکوست — که خلق نکو سازدش خلق دوست

چو شاه جهان مهربانی کند — جهانی بر او جانفشانی کند

دل شاه با خلق اگر بد بود — بکوشش که او دشمن خود بود

زبردست با زیردستان خویش — چو شد خصم شد خصم با جان خویش

که گر چرخ شان دست کین برنبست ... نشنید تا او شود زیر دست
دل ما زمینی است وز خور درست ... دهد آنچه کشتیم از خوب و زشت
نه ممکن بود تخم کین کاشتن ... وزاو خرمن مهر برداشتن
دگر کار شه در برآوردن است ... گزان امن از غارت دشمن است
سه قلعه بکار است مر شاه را ... پی چاره جمله بدخواه را
یکی زان سه سازند از آب و گل ... بپاش زن و مرد ترسنده دل
دگر قلعه از آهن و زر کنند ... که تعبیرش از جمع لشکر کنند
سوم قلعه شان بندگان خدا است ... که سامان پیکار ایشان دعا است
گزین باره شان نیک محکم بود ... بر او دست بردن کسی کم بود
چو زین بگذری قلعه لشکر است ... که بنیان آن مرد کند آور است
چو این هر دو شه را مهیا بود ... سوم قلعه اش نیز بر جا بود
وگرنه بگو دست از آنهم بشوی ... که از آب و از گل نخست آبروی
وگر آنچه شه را نباید بکار ... زنا و قمار است و شرب شکار
که آرد فراموشی از کار ملک ... از او بشکند روز بازار ملک
پی صید آهو چو شه رو کند ... بکو کشور اول بی آهو کند
شکار شهان زرکند و سنان ... دل دوستان به سر دشمنان
حریف قمار ار نه همسر بود ... نه در خورد سالار کشور بود
نه آن به که بازی چنان آورد ... که از همسران تاج و کشور برد
سپه پیل و پیاده با اسپ زیر ... بپردازد از پادشاهان سریر
شرابی که شه را نباشد وبال ... بود خون دشمن که باشد حلال
نشاطی که در خون دشمن بود ... کجا در می صاف روشن بود

که سالار کشور چو هشیار نیست | ز احوال کشور خبردار نیست

از آن در دو درد سر شاه بس | می صاف تشنه خون بدخواه بس

که شاهد بود شاه را ساز کار | یکی زن یکی دولت پایدار

یکی هر چه کم گسترش در دسر | یکی هر قدر بیش بیشش ثمر

زنج از یک چو بگذشت رنج آورد | چو کشور فزون گشت گنج آورد

دل شه ز راه خرد کم مباد | نیاز بیش پیوند مردم مباد

که پیوند خلق است فرزند شاه | بفرزند خویش نیست پیوند شاه

شه اندر مکین باید ارجمند | نه بسیار گوی نه بسیار خند

که در خیره خندی سبکساری است | همه مرد را مایه خواری است

بدونان عمل دادن و دستگاه | کند پایگاه بزرگی تباه

زبون پروری آفت خسروست | ز پرمایگان پشت دولت قوی است

چه با دولت پادشاهی کند | چو در خانه خود تباهی کند

دگر کار شه چیست لشکر کشی | ندادن بکس مهلت سرکشی

که گر شه بی رنجش از پا نشست | بتازد براو دشمن زیردست

چو هر روز گیرد ره تازه | از او هر کسی کی برد اندازه

و دیگر که آز رزم و تن پروری | هم او ماند از کار و هم لشکری

چه خوشتر که روزی و فتحی برنج | ز خود رنج برگیری از خصم گنج

ز ویرانه خصم دولت کشان | بآبادی بوم خود برفشان

زمال عدو گنج باید نهاد | که در مال خود گنج باید گشاد

زمال رعیت چو مخزن نهند | بناکام آخر بدشمن دهند

نگونی و دزدار شه آسان گرفت | وگر کام [illegible] ملک نتوان [illegible]

چو بینند که زر بر دو کیفر نبرد — زنش غر اگر بار دیگر نه برد
چو خر برد و بازارگان را گشت — گر او را نگشتی جهان را بکشت
وگر شه که افزون گرفت از خراج — تو غارتگرش خوان نه دارای تاج
بکوخیت ازین ملک بیرون برند — که ده یک ز دهقانش افزون برند
چو دهقان بیفشاند تخمی که داشت — تبه گشت ربعی نکرد آنچه کاشت
بدو یک ستان کو چه خواهی از آن — که خود گشت بیچاره ده یک ستان
وگر شاه را رای زن در خور است — که از تیغ زن رای زن بهتر است
زده تن چو یک رای گشت استوار — به از تیغ شمشیر زن صد هزار
چو رای پریشان ز نا هر کسی — نه هر یک بباید فروشد بسی
از آن هر چه شه را بخاطر نشست — ببایست بگرفت و بر کار بست
ولی تا نکرده است باید نهفت — که بس رازها یار با یار گفت
مبادا یکی زان همه انجمن — نهانی بدشمن رساند سخن
بسا رازها در میان دو یار — کز آن انجمن کرد خلقی هزار
وگر شاه باید که در هر دیار — امینی فرستد گزارش نگار
ولیکن نبایستش ایمن نشست — کز اینگونه در ملک او نیز هست
خدیوان که بودند کار آگهان — ز محرم نهفتند راز نهان
بسا محرمی کت بجد ستگریست — چو خوش بنگری محرم دیگریست
من از محرمان بیش گشتم نفور — که از خشم زن نزدیک آید نه دور
چنین خواندم از دادگستر شهان — که شه بخش کردند خلق جهان
یکی اهل دانش دگر لشکری است — سوم هر گرا پیشه صنعتگری است
بود هر یکی پیشه را سزا — که آن دیگری را نباشد روا

ازین هر سه هر یک نکو بنگری — نباید گرفتن ره دیگری
فقیه ار کند ساز سامان جنگ — کند ملک ویران شود نام ننگ
چو سازد قناعت کند لشکری — تبه سازد آئین دانشوری
دگر راه اینان رود پیشه ور — بخلقی زیانست و بر خود ضرر
شنیدم که در عهد نوشیروان — یکی مایه ور بود بازارگان
زر و سیم بسیار در بند او — ولی از یک افزون نه فرزند او
بسر داشت سودای کار پسر — که سودای سود انبودش بسر
نمیخواست بازارگانی کند — که با مسکنت زندگانی کند
بدستوری پاک دستور شاه — بسلک دبیران همی جست راه
ولی دست از امید دستور شست — که کامی نه بر وفق دستور جست
چو نومید شد ز آرزوی که داشت — نشست و نظر سوی دیهیم گماشت
بلی خواست بستن شه نیکبخت — که بر خلق آسان شود راه سخت
ولی خویش را باز از آن کار داشت — که زر کم بد و کار بسیار داشت
چو بازارگان روز فرصت بیافت — بدربار سلطان ایران شتافت
ز شه در پذیرفت آنمایه زر — که شاهش بخدمت پذیرد پسر
پذیرفت سیم و نپذرفت شاه — بگفتا شود کار کشور تباه
تو خواهی که پور تو گردد دبیر — دبیر از آئین گشت گردد وزیر
چو دستوری شه کند پور تو — نپوید رهی جز بدستور تو
تو چون چه بنباشتی سیم و زر — ز غمخوار بخشی چه داری خبر
تو بازارگانی و از مشتری — شوی شاد آنگه که سودی بری
رعیت کجا سر بفرمان نهند — چو اندک ستانند و افزون دهند

بلی پادشاهان که سنجیده اند / بدو نیک کشور چنین دیده اند

وصال از چنین نظم همچون گهر / نثار دو آزاده بد در نظر

دو زیبنده تاج و تخت و نگین / خداوند شیراز و کرمان زمین

دو در گرانمایه از یک صدف / سپهر جلال آفتاب شرف

بفرق فلک زیب چون فرقدین / حسنعلی شاه غازی و سلطان حسین

یکی آفتابی در ایوان بزم / یکی شرزه شیری بمیدان رزم

یکی جوهر خنجرش جان گزای / یکی گوهر افسرش چرخ سای

یکی زیوری تخت جمشید را / یکی زینتی تاج خورشید را

خرد گفت رسوائی خود مخواه / کز اختر کنی زینت مهر و ماه

که گفتست گوهر سوی عمان فرست / و یا زیره زی ملک کرمان فرست

تو خود را به بیهوده رنجه مساز / که هستند زاندرز تو بی نیاز

دو آزاده کز اختر رهنمای / کتابیست هریک ز فرهنگ و رای

تو زآئین اینان بشو راز جوی / چو هستی باندرز شاهان بگوی

بلی گفتم این هر دو فرزانه شاه / شنودند از بخردان رسم و راه

بآئین نیکان پذیرا شدند / بآئین نو کشور آرا شدند

کنون هر قدر پایه شان بیشتر / باندرز درویش درویش تر

نه بازارگانی که کالا خرید / همان را خرد کاندرو سود دید

متاع من ار هست ناسودمند / زیانی ندارد که وا پس دهند

بیا ساقی آن سود و سودائیان / که هیچش ندیدم ز سود و زیان

بده تا ز سود و زیان وارهم
ز تشویش سودائیان وارهم

خطاب بقلم راستی ضمیم و تنبیه برین معنی که تا از حقیقت حال پیشین نکند رقم و بسوی مطلوب خود توجه آرد بهر دم

بیا خامه از سر بنه سرکشی — مکن با چو من خاکی آتشی
کجی را بنه راستی پیشه کن — ز تیغ یل ترک اندیشه کن
سخنهای پیشینه هرگز مگوی — سخن غیر فتح سپیدز مگوی
که این رزم رزم دلیران بود — نه ناورد پیلان و شیران بود
نگویم از هفت خوان از گوی — ز نیروی گرد جوان باز گوی
سپیدز که گردون بگردون کشید — حصاری ست گیتی خدا آفرید
تهمتن بباز ارگانی کشود — وی از نیروی پهلوانی کشود
بر قصه هفت خوان راز یاد — که بگذشته هیچ است نابوده باد
اگر رستمی هفت خوانی گرفت — بزرگ زمین آسمانی گرفت
بلی آسمانی بود بر زمین — گرت نیست باور بیا و ببین
خطا گفتم این کهکشان راه اوست — بلند آسمان تا کمرگاه اوست
مگو غیر بهرام گردون نورد — ز ترکان کسی ره بگردون نکرد
که سالار ترکان حصاری گرفت — که بهرام از و مانده اندر شگفت
حصاریست سر برده بر اوج ماه — ز پیمودنش خسته پیک نگاه
هر آنکس که آسمان بگردون بسود — ندانم بران کوه سیر چون بود
نشیمن گهی بد بر آن کوه سر — سه فرسنگ ره دور آن بیشتر
بر اوزه بیاری ستاره نبود — نیازش به برج و بباره نبود
جز آن ترک یل کو برافراخت چهر — بر او از بلندی بتابید مهر
بر آن کوه سر جای اخترگی است — که رخشنده پیکان تیر وی است

براو بر شدن کار کرکس بود | اگر رفت کس غیر کرکس نبود
ازان رفت کرکس بر آن کوه سر | که بر طایر تیز پرش بست پر
برآورد رهزنی کرد جای نشست | نخستین بباز ارگان راه بست
چو شد مایه ور گشت گردش گروه | ز انبوه دزدان بر آن تیغ کوه
چو کارش از آن پایه بالا گرفت | بشد سیلی و راه صحرا گرفت
با وار مغان آمد از هر دیار | که بخشند بر ایشان بجان زینهار
چه خوش گفت گوینده نیک رای | که بر جانش باد آفرین از خدای
سر چشمه شاید گرفتن به بیل | چو پر شد نشاید گذشتن به پیل
ز نشنیدن ناله دادخواه | بکلی طمع کرد در ملک شاه
بپور شهنشاه شد جای تنگ | نماندش در آن بوم جای درنگ
ز ری شد چو در پارس آورد رو | ز شه کس نه پرداخت بر کار او
چو نمود از وی هیچکس بازجست | قوی تر شد آن شاخ سرکش که رست
ز هر سو فراهم شد اسباب او | چنان شد که کس را نبد تاب او
بکشور ز هر سو سپه تاختی | همه کشور شه تبه ساختی
بلی هر که او را حصاری چنانست | نترسد ز کس گر همه آسمانست
بسی بیم و امیدش آمد ز شاه | که آید براه و نیاید براه
تهی مغز را سر پر از باده بود | ز ران بیم و امید آزاده بود
چو پایان کارش ز اندازه شد | همه کشور از وی پرآوازه شد
سوی نیو یل شد اشارت ز شاه | که از دیو پرداز آن جایگاه
بفرمودگان لاف خدمتگری | نخواهد بد از امتحانی بری
براو [illegible] چون یک تنید | همه چاره [illegible] ملک تنید

کنون گاه مردی و جانبازی است / ز بیگانگان ملک پردازی است
همه بر سپید ز کمین آورید / بلندی آسمان بر زمین آورید
بکوشید وان قلعه ویران کنید / کنام پلنگان و شیران کنید
چو فرمان سالار خواند ایلخان / بسر زد چو دامان کین بر میان
ولی چون خردمند و سنجیده بود / بکیش و بدانش پسندیده بود
نمی جست بیهوده کین توختن / چو آتش نبد کار او سوختن
بدشمن فرستاد و اندرز کرد / که شرط است اندرز وانگه نبرد
بشد لشکر آرای با سی سوار / بدان کاورد در ره آن نابکار
چو آمد بدر گرد لشکرشکن / بسی تلخ و شیرینش اندر سخن
پذیره شدش پیش سالار لر / سر از مغز خالی و دل از کینه پر
پرستش گری را بپای ایستاد / وزان پس بلا به زبان برگشاد
نخستین بپرسیدش از ایلخان / که چون است آن راد سغر روان
که از دور گردون مبادا نژند / گزندش مبادا ز سپهر بلند
هم از پهلو ترک پرسید باز / ز کهتر برادرش آن سرفراز
که دل را نیاز است بر چهرشان / درونم بیاکنده از مهرشان
جهان داور داند که تا زنده ام / باین دودمان کمترین بنده ام
تو ای نامور پهلو کامگار / قدم رنجه کردی درین کوهسار
اگر چه مرا دیده بر راه بود / نیازم بدین چهره دلخواه بود
ولی خدمتی داشت گر پهلوان / نبایست خود رنجه کردن روان
مرا خواند بایستی نامور / که تا کردمی پای خود تا بسر
[illegible] / تو را خواندمی ای نکو پیشه شیر

خود آیدز رمی آمدم بی شکی ‌‌‌ فرستادمی زین سواران یکی
ولی حکم شه رفته بر ایلخان ‌‌‌ بمن ز ایلخان سرفراز جهان
درین خدمت ار کردمی پا ز سر ‌‌‌ زمن بندهٔ خود نبود این قدر
برادر مرا گفته آن نامدار ‌‌‌ نه از خود بفرمودهٔ شهریار
که چندیست کامد بشاه این خبر ‌‌‌ که از راه خدمت کشیدی تو سر
همی نسپری راه خدمتگری ‌‌‌ سر سرکشی داری و خودسری
دلیری بآزار بیچارگان ‌‌‌ ببردی بسی مال بازارگان
ز تو رسم نامردمی تازه شد ‌‌‌ ز جور تو گیتی پر آوازه شد
اگر تهمت است این ز تهمت ورای ‌‌‌ ازین کوه سر بر در او رآی
که گر تهمت است این شهت بر کشد ‌‌‌ وگر راست است از تو کیفر کشد
ولی گر بپای خود آیی بشاه ‌‌‌ ز شاه ایلخانت بخواهد گناه
وگرنه سنت زین دژ آرم برون ‌‌‌ برانم ازین کوه سیلاب خون
بخندید و سبلت پر از تاب کرد ‌‌‌ وزان پس بگفتا ای سرافراز مرد
سه سال است تا من برین کوهسر ‌‌‌ گهی سر ز مردم برم گاه زر
شهنشاه ایران بدین ره گذشت ‌‌‌ نپرسید و زین راز آگه نگشت
خبر شد ز من حکم فرمای فارس ‌‌‌ تو گفتی ورا نیست پروای فارس
کنون ایلخان میکند بازخواست ‌‌‌ کی اینها بآئین ایلی رواست
ز شاه و شهنشه مرا باک نیست ‌‌‌ که با شاه کشور دلم پاک نیست
باین مردم و باره و بارگی ‌‌‌ سپارم چرا دل بآوارگی
برین هر دو گر کار خود بود دسترس ‌‌‌ که من دل بهر اندیشه دارم ز بس
تو این دژ که بینی کشیده بماه ‌‌‌ کسی را بر او بر شدن نیست راه

مگر زنده گردد دل سیستان — و پاشاه تیمور گیتی ستان
وگر هرگرا باشد آهنگ من — کجا گیرد این قلعه از چنگ من
گو زابل آنروز زاین ور گشود — که سامان گیتی دگرگونه بود
نبوده ست در عهد پیشین تفنگ — که بودی دگرگونه آئین جنگ
کنون گر همه دشت رستم بود — جهان سر بسر سام نیرم شود
بده تن کماندار چالاک ست — کنم هرگرا هست چون خاک پست
چو تیمور بندد میان رزم را — کشد انده دشت وخوارزم را
برایشان چنان آتش افشان کنم — که انبوه ایشان پریشان کنم
ولی گر کند پهلوان مهتری — ازو مهتری وز ما کهتری
بکوشیم و برخود فزایش کنیم — چرا دیگران را ستایش کنیم
زبردست گردد چرا زیردست — شود آسمان از چه چون خاک پست
سرافراز یل کاین سخنها شنید — به پیچید و روشن دلش بر دمید
ازان هیچا با سخن گفتنش — وزان بی ادب نام شه بردنش
همی دست بردی بشمشیر تیز — کزان پیکرش را کند ریز ریز
بنجود گفت زنهار خامی مکن — فرستاده ناتمامی مکن
زمانه درازست و در دست نیست — باخر شود موسم بازجست
دگر ره بیاید ز نغز و دو پند — نیاید نگون بخت را سودمند
سوم ره بتلخی زبان برگشاد — که ای ناجوانمرد ناپاک زاد
چه با شاه ایران کنی داوری — کز اختر مبادا ترا یاوری
ازین پشته گل چه پستی کنی — که با شاه ایران درشتی کنی
سه اسپید زار بر سپهر بلند — به نیروی اختر شوی شهر بند

بپایان تورا دستگیر آورم
بخم کمندت اسیر آورم

تو خود را ازین قلعه سر در مبین
گر این توده بسیار دارد زمین

هزاران چو من شاه دارد سوار
که هر یک بوند با سواری هزار

کفی خاک هر یک ازین توده خاک
اگر باز گیرند گردد مغاک

من ایدر زبان در زر و پند آمدم
فرستاده گی پای بند آمدم

نبودی اگر تیغ من در نیام
زبان تو زینسان نگشتی بکام

درشتی بر مرد خسرو پرست
مکن بیش ازین تا زبانت هست

تو با ایلخان چون مدارا کنی
که با شاه کین آشکارا کنی

نه آن پهلو ترک رفت از میان
که در بندگی بودیش سالیان

همه بندگان در خسروند
چه خواهد شد ار این سخن بشنوند

مرا پاس ایلی عنان گیر بود
چو نشنیدی آنرا که گفتم چه سود

کنون رزم را یکسر آماده باش
بلندی نمی خواهی افتاده باش

بیک هفته ماند اندر آن کوه سر
بگشت و به بیهودان بوم و بر

بهشتم بیامد بسالار گفت
همه هرچه دید آشکار و نهفت

نبشت ایلخان بر در شهریار
ز نو جست دستوری کارزار

که گر رای شاه است جنگ آوریم
وگر نیست فرمان درنگ آوریم

بهر چه از جهاندار فرمان رسد
همه گوش داریم تا آن رسد

وزاین سو بد اندیش بی نام و ننگ
بمکر و بحیلت برافراخت جنگ

نبشته نامه از در بندگی
فرستاد و اظهار شرمندگی

شکایت نبشته برده از ایلخان
که دارد سر سرکشی در نهان

کنون یکنظر پیش پا ننگرد
ز ایران کسی را بکس نشمرد

گر این ذره بیفتاد در چنگ او — چنان دان که کس نیست همسنگ او

صلاح آنچنان بینم ای شهریار — که شه داردش باز ازین گیرودار

بدست من این بوم و بر بسپرد — بدو نیکش از چشم من بنگرد

برآوردم این رازها از نهفت — بگفتم بشاه آنچه بایست گفت

بود شوم تر ز خسرو رای زن — وزان شوم تر دشمن بی رای زن

فشاندیش شه کار را با فروغ — که فرق است از راستی تا دروغ

دو فرمان رسید از در شهریار — بآن کس بگیر و باین کش سپار

یل ترک لشکر بآن قلعه تاخت — نگین بداندیش را حلقه ساخت

ز ترکان بهمراه او شش هزار — همه گرد و جوینده کارزار

سه فرسخ برادرش همراه بود — که هر یک بجانش هواخواه بود

یکی فرسخ اسپهبد راد بو — که در رزم کوهی به بنیاد بود

یلی پر دلی راد پر مایه — بقدر بهی آسمان پایه

فلک را مدار است با خنجرش — که خصم ستاره است هر گوهرش

عدو بجهد از نوک تیرش بفن — چو از پیش تیر شهاب اهرمن

کند آتش از آب تیغش حذر — که در سنگ و آهن فرو برده سر

ندانسته کان آتش آبدار — نماید ز آب و ز آتش گذار

دگر لشکر آرای پیروز جنگ — که آسوده از وی نخسپد پلنگ

جوانی ببالا چو سرو روان — بتدبیر پیر و به نیرو جوان

سپهری بفر آفتابی بچهر — ببالای رخش آفتاب و سپهر

شود وهم نبرد ار بچرخ کبود — بزیر آردش همچو بیژن فرود

از اندام گرشش ار عهد بگشاده دست — ببردی و گر دست او کس نبست

اگر دشت یکسر شود نیزه دار | درآید چو شیری که در بیشه زار
سموم شیده فش نیو خنجر گذار | سپهر بزرگی یل نامدار
جوانی هشیوار و راد و سترگ | بخردی تدبیر پیران ترک
که در چشم او رزم چون بزم بود | تو گفتی همه کام او رزم بود
یکایک ز اسباب و سامان جنگ | سنا نداشتندی و تیغ و تفنگ
نه خود و سپرشان نه برگستوان | نه پروای پاس تن پهلوان
نه مغفر بسر نه بتن جوشنا | نمدپوش چون آئینه روشنا
تو گفتی که با تیغ بازی کنند | بجان باختن کارسازی کنند
بهمراه هر یک ز گردان هزار | ستیزنده با اژدر شعله بار
پس پشت شان بود سالار گرگ | یل شیردل ایلخان سترگ
دو باره هزارش بهمراه مرد | نهفته رخ ماه گردون بگرد
بلند اختری دور از چشم بد | همه تن توان و همه دل خرد
برخش اندر و تیغ در مشت او | چو چرخی مه و مهر بر پشت او
یکی گرز پولاد در چنگ داشت | که در پیش کوهی گران سنگ داشت
یکی باره برق تک زیر ران | که بودش سر جنگ با آسمان
بدشتی سپه راهمی راندند | کجا دشت رزمش همخواندند
که آن دشت خاص از پی جنگ بود | ازان تا بگه نیم فرسنگ بود
بسالار گفتا سپهدار گرد | که این رزم را خوار نتوان شمرد
بلند آسمان است این کوه نیست | بر او دست با پای انبوه نیست
بو تیره که کوه است بر یکدگر | کسی را بر او بر نباشد گذر
اگر کس چو آتش ببالا رود | کجا بر فراز ثریا رود

گران سنگها در کمرگاه اوست — هلاک جهانی بهمراه اوست
کند هر یکی خصم اگر زآن رها — بساید اگر پیل اگر اژدها
بهر جا توانند با جنگ رفت — برآورده آن با کج و سنگ رفت
کس از بسپرد تا کمرگاه او — نباشد فراتر شدن راه او
بر او مرد اگر باز اگر کرکس است — یکی از هزاران برآید کس است
بدو چار راه است باریک و تنگ — بود چار دروازه از آهن و سنگ
سپه شیر و زرین کلاه است آن — دو دیگر شتر خواب با گلستان
همین جای لشکر فرود آوریم — ازین سرزمین بیشتر نگذریم
بهر روز بر کوه تاز آوریم — بشب ره به بنگاه باز آوریم
بپایان به بینیم تا چون شود — کرا دور اختر دگرگون شود
بپاسخ چنین گفت سالار باز — که این رزم گردد بما بس دراز
چو ما بر زمین خصم باشد بکوه — نگردد ز پیکار رهبر گر ستوه
بر آن رزم اگر بگذرد سالیان — بود خصم را سود و ما را زیان
جهاندار تیمور باشی هزار — بر این گه نیارست کردن کمان
سپه چند گاهی بر این در بماند — ازان بد کز این پیشتر بر نراند
مگر بر کمرگاه جنگ آوریم — بدشمن زمانه به تنگ آوریم
اگر سنگ اگر آهن آید بسر — سپه راند با لیستمان تا کمر
کشتان انجور در کمرگه بود — مگر ز ایشان دست کوته شود
و دیگر کز اینجای تا کوه سر — نیارد گلوله بر ایشان ضرر
وی در کمر با تفنگ و خدنگ — بر ایشان شود کار پیکار تنگ
زما آنچه یکجا به گردد هلاک — چو یک روز گردد به نیست ها

چو صد تن بیک روز کشتن دهیم — ازان به که صد روز صد تن دهیم

دو روز از لشکر و تن شد تباه — سوم روز ترسان شود رزمخواه

سپهبد پسندید این رای و گفت — که دولت نه بخشند کس را بمفت

همه هرچه گفتی درست است رای — همی تا زمانه بپاید بپای

کنون هرچه گوئی تو فرمان بریم — بجز راه فرمان بری نسپریم

دگر روز کاین گنبد تیز گرد — شبه را بدل کرد تا لاجورد

بر این کوه سر شد بلند آفتاب — ستاره نهان شد بزرین نقاب

سپهبد بیامد بر ایلخان — زره دامن پردلی بر میان

رخانش ببوسید سالار ترک — چنین گفت کای پهلوان سترگ

بیا خوش که فرخ بفال آمدی — به بخت و بدولت بهمال آمدی

ز تو باد پهلوی لشکر قوی — که هم پهلوان زاد و هم پهلوی

دگر لشکر آرای لشکر پناه — میان چست بربسته آمد ز راه

دو را هم ببوسید و شاباش گفت — که جانت بروشن خرد باد جفت

هماروی تو اختر روز باد — وزاین اخترم سور فیروز باد

دگر کهتر این گرد مهتر نژاد — بیامد بنزد برادر ستاد

ببوسیدش آن رخ پر از آب کرد — بنالید کای پاک یزدان فرد

سپاس تو چون در میان آورم — مگر جای هر مو زبان آورم

که دادی سه فرخ برادر مرا — بهر نیک و بد یار و یاور مرا

گرا همچو من در صباح امید — سه خورشید تابان بیکجا دمید

بیاران چنین گفت کامروز جنگ — سراسر نه از بهر نام است و ننگ

بداندیش از جا رسته مهر بار — سخن گفته از مهرورزی شمار

ز اندیشهٔ مرد خسروپرست / بشه بازگونه نمود آنچه هست
اگرچه به بنمودن زشت و نیک / دل خسرو آئینه هست لیک
چو زاندازه شد زشتگوی بدر / ز صد گفته باشد یکی را اثر
به نیروی بدگوئی زشت مرد / به آئینهٔ شاه بنشسته گرد
بکوشیم تا گرد از آن گرد پاک / وگر رفت بالیتمان در هلاک
دل از مهر شه باید آراستن / پس آنگه ز بدخواه کین خواستن
چو یاری دهد اختر شاهمان / کنم چیره بر خصم بدخواهمان
بهاییست کوشید ز انسان به شاه / تو گوئی ستاده است در رزمگاه
گرا دل به مهر شه آمد گرو / همه راه بود خسروش پیشرو
بگفتند و بر اسپ بستند زین / چو رد باجنبش در آمد زمین
سوی کوه با دار و گیر آمدند / چو کوه آمد از اسپ زیر آمدند
برافروخت چون آتش جنگشان / چو آتش ببالا شد آهنگشان
چو آن سیل شد برفراز از نشیب / نبود بر بلندی چه بیم از نهیب
بسالار داد آگهی دیده‌بان / که آهنگ که کرد سیلی گران
بکینه کمر بست از آن که دلیر / چنان کاختر شوم از این چرخ پیر
گران سنگها کرد از آن که رها / تو گفتی که بارد ز گردون بلا
ولیکن به نیروی بخت بلند / بیک تن ز ترکان نیامد گزند
به ترکان چنین گفت سالارشان / چو اندازه بگرفت از کارشان
کز این سنگها کاید از کوه سر / دلیران ما راست بیم خطر
گلوله بر ایشان نیارد گذار / بما سنگشان آمد از کوهسار
چنین ما بنزدیک ایشان بریم / بما با همه سستی آرند زور

ز کوشش نبایست از پا نشست
اگر چار دروازه افتد بدست

درین بود کز کوه سر شد یله
گروهی بیغمای گاو و گله

شبان شد بسالار آن راز گفت
ز یغمای دشمن سخن باز گفت

یل نامور لشکر آرای گرد
شنید و بدندان سر انگشت برد

کزین نام بهتر بود ننگ ما
که دشمن برد یغما ز چنگ ما

بهنگام سختی چو یغما کنند
در آسودگی تا چه غوغا کنند

چو با ما چنین باشد آهنگشان
کی این دژ برون آید از چنگشان

چو باشیم زین سان ز دشمن زبون
ازو قلعهٔ او ستانیم چون

من اکنون یکی ترک تاز آورم
فزون زانچه بردند باز آورم

بگفت این و از جا برانگیخت اسپ
خروشان و جوشان چو آذرگشسپ

ز گردان بهمراه او ده سوار
برفتند شایستهٔ کارزار

رسید و همه برده واپس گرفت
روان بداندیش ازو در شگفت

درختان انبوهش از پیش بود
که آنجا کمین بداندیش بود

همی تاخت چون شیر سوی رمه
پس پشت ماند آن درختان همه

برون تاخت خصم از کمین گاه جنگ
شد آتش فشان اژدهای تفنگ

عنان داد و پهلو بدامان کوه
همانجا نهان بُد ز دشمن گروه

گلوله فشاندند همچون تگرگ
بلا از پس پشت و از پیش مرگ

تبه گشت ازو چار اسپ و دو مرد
ز مردی ولی روی واپس نکرد

بدل گفت اگر روی واپس کنیم
تن خویش در کام کرگس کنیم

میان درختان شود کار سخت
که بارد گلوله چو برگ از درخت

که دشمن نهانست و ما آشکار
نخواهد شد از ما یکی رستگار

همان به که از پیش جنگ آوریم
ولی گر ز شمشیر جنگ آوریم

چو خصم از پس و پیش ما در میان
ز جنگ تفنگ است ما را زیان

بگفت و برآورد تیغ از نیام
عنان داد بر بارهٔ تیزگام

همی راند تا در میان سپاه
بسی کرد از انبوه دشمن تباه

گذر داد آن تیغ خارا شکاف
ز بر تا بتن گه ز مغفر بناف

همی تیغ راند و همی مرد گشت
چنین تا ز بیمش عدو داد پشت

بتیغ از پس و پیش لشکر شکافت
ز انبوه دشمن بهامون شتافت

همی تاخت کز خصم یکسو فتاد
عنان را بپیچید و باز ایستاد

چو جست از میان پهلو رزم ساز
سپاه شکسته به پیوست باز

نهنگی گذر کرد گفتی بهم
که بشکافت دریا و آمد بهم

پیمبر ز انگشت مه را شکافت
دو نیمه شد و باز با هم شتافت

چو ایمن شد از پشت لشکر پناه
به پیش سپه راند پشت سپاه

تفنگی که خواندیش لشکر شکن
بکشش برد آن گرد لشکر شکن

بر ایشان ببارید همچون تگرگ
همی ریخت باد خزان خشک برگ

سپهبد شد از لشکر آرا خبر
پراندیشه دل گشت و آسیمه سر

بشبرنگ بنشست و آمد براه
نبرداخت کاید بهمره سپاه

چنین چون خبردار گشت ایلیان
برآمد بزین تیغ کین بر میان

که بی او نبد در دل آرام شان
هم او نام شان بود و هم کام شان

سپهبد میان یلی چست کرد
همی تاخت و آمد به پشت نبرد

ستاده یلی دید و گردش هزار
همه آتش افشان برگ بهار

بچنگ اندر آورده بران تفنگ
نزد بر سپه خویش امید رنگ

پرایشان شده دشمن آتش فشان
جوی از تیغ پر آب آتش فشان

چو خود را بر لشکر آرا رساند
ز نرگس بگلبرگ جوی براند

رسید از پس پشت شان ایلخان
جهنده نوندیش در زیر ران

چو فرخ برادر بدانگونه دید
پیاده شد و در برش برکشید

دو رخسار او را ببوسید و گفت
که ای تو مبیناد بیند و خفت

سه پهلو که پهلو بر اختر زدند
بیکره بدریای لشکر زدند

بسی رزم کردند و خون ریختند
بسی خاک با خون برآمیختند

که آن کهترین گرد لشکر پناه
بهمراه لشکر بیامد ز راه

بیک حمله شان دشمن آمد ستوه
ببالا شد آن سیل کامد ز کوه

بیک موج کان ژرف دریا فگند
خس و خاک یکسر ببالا فگند

چو لشکر شکسته ایلخان گفت باز
ببایدهم اکنون شدن رزم ساز

مبادا چو بالا روند این گروه
بما سخت گردد گذشتن بکوه

بگفت این و برشد بکوه بلند
چو جوزا حمایل بگردن فگند

سپهدار با لشکر آرایه پیش
که گیرندش آسیب بر جان خویش

همان کهترین گرد مهتر نژاد
که گردون ندارد چنان گرد یاد

سپاه از پس پشت و از پیش رو
همه رزم سازان پرخاش جو

دلیران در رزم گشته زان راه سخت
در امید و بیم از یل نیک بخت

دو گام ار شدندی بچنگال و پای
ز لغزش فرود آمدندی بجای

چو موجی که برکه ز دریا شود
زند لطمه باز برجا شود

ز بالا همه سنگ غلطان بسر
پس پشت گرز یل نامور

نکردی کس از کوه آهنگ گشت
که بدرفتن آسانتر از بازگشت

بآسودن از هیچ بودی درنگ / همان بد که آماده گرد و تفنگ
بشد ابری از کوه بن تا کمر / همه برقش از زیر و باران زبر
بخاک ابر باران ز گردون بود / شگفت است چون کار وارون بود
همه سیل از کُه بهامون رسید / بکُه رفته سیلی ز هامون که دید
چو سیل ببالا دمان باشکوه / ز خویشان روان گشته سیلی بکوه
از ایشان همه دژ پر آوازه شد / ز دشمن تهی چار دروازه شد
چو دروازه بیرون فتد آهنگشان / بر آنکوه سرگشت آهنگشان
شد این چار آزاده از چار سو / وز ایشان همه دژ پر از گفتگو
نشستند هر یک بدروازهٔ / که گیرند از دشمن آوازهٔ
سپهبد سوی گلستان شد روان / که گل بود و آرایش گلستان
شتر خواب را لشکر آراست / که اشتر بود صید شیران مست
سیه شیر بگرفت شیر سفید / که با شیر خر شیر کس نا رسید
بزرین کمر ماند زرین کلاه / که هست آن کمر در خور این کلاه
بهمراه هر یک ز ترکان هزار / همه آزموده بکوه و شکار
چو آسوده شد لختی از دار و گیر / سپاه از دو رویه ز بالا و زیر
شبی خوشتن آسودگی روز شد / سحرگه چو خور گیتی افروز شد
بر ایلخان شد سه روشن روان / بدان تا چه رای آورد پهلوان
سپهبد بگفتا دو روزه درنگ / به است از چنین خسته رفتن بجنگ
دو روزی گر آسوده ماند سپاه / ببالا بآسان توان جست راه
کز اینجا فراتر شدن راه نیست / بباید فرو رفت تا چاره چیست
نه مرد اندر آن پای تیوان نهاد / نه پران عقاب و نه گردنده بگو

اگر بود مان تا کنون بیم سنگ | کنون بیم سنگستان با تفنگ
چو مرد دونده کند پاس خویش | نیارد یکی گام بنهاد پیش
گر از خویش بگذشت وز دست یار | که ماند بجا تا رود بر قرار
نه بینم درین کار رای درست | درستی همه رای و فرمان تست
پذیرفت از آن نامور ایلچیان | بدو گفت کای راور و شیر ژیان
سخن هرچه گفتی همه مغز داشت | گر این که گشتن کهی نغز داشت
درین کوه اگر بهینه بودمی | که چندی در آن لشکر آسودمی
بدشمن کمر کار تنگ آمدی | بدر زیر راه بجنگ آمدی
ولیکن بما کار دشوار گشت | که جای اندک و مرد بسیار گشت
بشد لشکر آرا به پیش گروه | که من خود به تنها روم تا بکوه
اگر ور من بانده تشویش نیست | وگرنه گرا مرگ در پیش نیست
بگوشم که این دزد را رم بچنگ | گرم سنگ بارد ابسر یا تفنگ
همی گفت و زد بر کمر دامنش | دلیران تنی چند پیرامنش
یلی شیر گیر ایستاده دلیر | سپهبد بدو گفت کاین ابگیر
گرفتش بکش مرد روشن نهاد | جوان همچنان رو بپالا نهاد
بکهسار رو کرد خندان و خوش | همان کش بکش برده او را بکش
بشد فرخ اسپهبد از جای خویش | گرفتش کمربند و بنشاند پیش
بگفت ای عدوی تن و جان خود | چه خواهی بجان من و جان خود
گرفتم دلیری بدر آویختن | چه بگشاید از خون خود ریختن
نه این کوه رزم دلیران بود | نه کام نهنگان و شیران بود
که آسان درآیی و آسان روی | همی خون بریزی و خوش بغنوی

نه مردیست بیهوده جا باختن
محال است بر آسمان تاختن

تو نا آزموده مکن هیچ کار
خرد را به هر کار در پیش دار

نخست آزمون کن بدانیش را
بنا آزموده مزن خویش را

در اول بجو راه گردان سپهر
وزان پس بجو کینه یا داد و مهر

چو پایی بجویی پی گردون خرام
ز صحن سرا و نه از پشت بام

مبادا کمان تو ناید درست
بزیر افتی از بام زان پای سست

فریب زمانه مخور زینهار
که بر شد و گل پیش بسته است خار

نگیرد زمانه ز تو انتقام
نبیندش در زیر دانه ز دام

ز دستش شده بود هر یک ستوه
نه من بسته بوده بغیدین گروه

به راهی که یکتن بران نگذرد
خردمند مردم کی آن ره رود

کنون آسمانی طلسم است این
گشادش به تدبیر باید زکین

براهی که اندیشه خیره بماند
به نیروی تن چون توانی براند

بر ایشان بدین کوشش مشت و زور
نشد یار مان اختر دلفروز

کنون چار ماهست تا خود سپاه
از اینان در این ورز بود کینه خواه

شدن با چنیان سختی از دشت رزم
برین کوه سر سبز را بود و بزم

کنون رزم پیش است هشیار شو
ز خواب جوانی تو بیدار شو

نه دشت است کوه است و کوهی شگرف
نه دریای آتش نه صحرای برف

نهانی آن را چو بارنده تیغ
گذاری مر این را بتابنده تیغ

بماند ز مهتر جوان داد گوش
گرت مهتری باید اندرز نوش

گرفتند آن کوه را در میان
بکشتند هر یک اژدهای دمان

تگرگ گلوله بر آن کوهسار
فزون ریخت از ژاله زابر بهار

چو غرنده تندر ز جوش تفنگ / چو پرنده شاهین شتابان خدنگ

ازین یک هوا پر ز تیر شهاب / وزان چرخ پنهان بزیر عقاب

ز سرب تفنگ و ز پیکان تیر / که بارید بر وی ز بالا و زیر

سپید ز تو گفتی بجوشن شد است / یکی معدن سرب و آهن شد است

بناگاه فوجی ز ترکان گروه / که جستندی از هر طرف ره بکوه

یکی راه دیدند باریک و تنگ / و زان سخت کوه از میان دو سنگ

بزیر اندر آبشخوری ژرف داشت / که زانکوه سرمایه از برف داشت

که چون آب کم گشتی از کوه سر / ببالا ببردندی از آبخور

گله نیز کردندی از گه بگه / و زان آبخور آب خوردی گله

بیامد در آن بامداد پگاه / یکی گله با آن شبانان براه

کمین کرده ترکان برون تاختند / ببردند و کشتند و انداختند

شبانان بگشتند یکسر همه / ببردند از جنگ ایشان رمه

ببالا ز ترکان خبر شد که آب / در آن کوه سر گشته بس تنگیاب

باین آبخورشان نیاز اوفتاد / گرهشان ز ناخن بکار اوفتاد

بفرمودشان بستن آن راه را / چنان چون ره چاره بدخواه را

چو دشمن چنان دید آمد ستوه / سپه راند یکسر بدانسوی کوه

کمر تا ببندد ببر و افسون جنگ / همان تیغ آبخورشان در آید بچنگ

تهی شد ز دشمن چو این سوی کوه / سپهبد روان گشت غره باگرد

ز سوی دگر لشکر آرای گرد / برفت و بهمره تنی چند برد

همی تا که دشمن خبردار شد / که شیر دمنده بکهسار شد

نه بیمی از آن شعله بالا رسید / همی بر سرش [illegible]

بگفت آب تدبیرم اکنون چه سود / که شد دود و آتش بچرخ کبود

نمی آمد از هفت خوان باورم / همان راند دست قضا بر سرم

همی چشم چون اخترم باز بود / هم قلعه با چرخ انباز بود

ولیکن با این دشمن چیره دست / ستاره نباید هم این نشست

همه ز آسمان می نمودم حذر / زمینی قضا ز آسمانی بتر

نیارست گردون مرا او بست / ولی بود بالاتر از دست دست

کنون بایدم بیم جان داشتن / بزنهار پاس روان داشتن

من این چار آزاده را تا کنون / بهر دم بسی کرده ام آزمون

دل از سنگ هنگام کینه ست شان / ولی گاه مهر آبگینه ست شان

همی گفت و آزاست تیغ و کفن / یکی را بگردن یکی را بتن

فشند تا بسالار ترکان رسید / بچشم ارغوان و برخ شنبلید

پر آزرم و در پیش افگنده سر / چو بید او گر در بر او دگر

بگفت ای به نیرو چه گردان سپهر / همت دست کین همت دست مهر

ازین ناسپاسی کین توختن / نه بینم سزای بجز سوختن

ز من بارها دیده سرکشی / ندیدم ز تو رای کینه کشی

کنون نیز اگر بی گناه آمدم / مرانم که زنهارخواه آمدم

کرم برد خواهی بر شهریار / هم امید ربکام پلنگم سپار

که من دانم و کردهٔ زشت خویش / که با شاه دوران چه کردم ز پیش

کرم شاه بی هند خواری کشد / وگر بخشدم شرمساری کشد

به بخشایی بر جان نالان من / بدین بستگی خرد سالان من

نکوهم بپاداش آغاز من پیش / مکن با من آنرا که بینی ز خویش

سپهبد چو بشنید آمد بشرم / فرو ریخت از دیدگان آب گرم
بدرخواه با ایلخان گفت راز / سرافراز او در پذیرفت باز
نویدی سوی شه فرستاد تفت / فرستاده آمد بگفت آنچه رفت
همه رنج و خواهش ایلخان گفت باز / که دارد به بند با رخد و نیاز
بپاش ز خدمت کند آرزو / که شه بار گنجش را بخشد بدو
شنید این سخن شاه گیتی پناه / ببخشود بر مرد زنهار خواه
بگفتا برو ایلخان را بگو / کز این بیشتر هرچه خواهی بجو
بگو پیش شه مرد خسرو پرست / از اینها [illegible] رتبه‌اش برتر است
بدست تو دادم کشاد و گره / نه بند و نه بخشش و بگیر و بده

در بیان فیروزی لشکر عدو کن و عذرخواهی دشمن و مدح شاه ذوالمنین و از این ظفر بزم عشرت مهیا کردن

چه چندین در نامرادی زنیم / بیا تا دمی هم بشادی زنیم
نشینیم شاد و گساریم جام / در آریم سیمرغ عشرت بدام
سر زلف ساقی بدست آوریم / بغمهای باقی شکست آوریم
بآرام دل با دلارام خویش / نشینیم و نقل و می و جام خویش
نشاید سپردن بغم خویش را / بشادی سپردن بداندیش را
تو در جام بفکن می لعل رنگ / حسود ار نخواهد بگو جام سنگ
یکی انجمن دارم از عیش و نوش / اگر برکنار و نیوشنده گوش
زنیروی اقبال و تائید بخت / وز انصاف دارای دیهیم و تخت
شه دادگر حکم فرمای فارس / بدست و بدل کشور آرای فارس
خدیوی که دست سخا پرورش / سحابیست بر مزرع کشورش

سپهری که مهر و مهش رای اوست / سپاس زمانه ز الای اوست

چنان قدردان خسروی در جهان / ندارد ز کار آگهان کس نشان

سوی دشمن و دوستش بردر است / ولی هر یکی از ره دیگر است

یکی خواست کافر نهد سر نهاد / یکی سر نهاد آنکه افسر نهاد

کسی کش کند خدمت از راستی / گراید بافزونی از کاستی

اگر مور باشد سلیمان شود / وگر ذره مهر رخشان شود

چنان کایلخان آنخداوند بخت / گرائید زی آنخداوند تخت

بصدق و صفا خدمتش پیشه کرد / بجز ایزد از کس نه اندیشه کرد

سرش را باوج ستاره رساند / مراو را بدامادی خویش خواند

بنغزی کشایم من این راز را / بطاق فلک نجسه آواز را

چنان بد که آن سرو نامور / سرافراز نگرد پدر بر پدر

بجز اهل فرهنگ و بینش نبود / بمردیش هم در آفرینش نبود

بهر خدمتی نامزد ساختش / بپیرمانگی پایه افراختش

همه کشور از وی پرآوازه شد / زر و کار کشور براندازه شد

بکاری که تدبیر در کار داشت / خود از فضل یزدان خم دیار داشت

بجائی که حاجت بنیروش بود / دو فرخ برادر دو بازوش بود

یکی چون بدریای لشکر زند / بدریا تو گوئی که صرصر زند

یکی چون بگردون کمین آورد / پی رخش تا پشت زین آورد

همیشه خوش این عقل و نیرو بهم / که زیبا بود دست و بازو بهم

چو شاهش چنان مصلحت کیش دید / صلاحش بدامادی خویش دید

یکی مه که زیب شبستانش بود / ز تن بود بد لیک جان خویش بود

[illegible]

یکی نازنین دخت آزاده بخت / که بدیار آن خسروانی درخت

ز چهر آفتابی جهانتاب بود / بلعل اندرون قند نوشاب بود

ببالا چو سروی سرافراز بود / مگر سرو را میوه از ناز بود

ندیدش نگر در نقاب آفتاب / وگر دیدی از شرم بستی نقاب

دو گیسوش دام ره مهر و ماه / دو بادام او بی سیاهی سیاه

بعقد طویی آن ماه حورا سرشت / شبستان شاه از رخش چون بهشت

وفا پرور و مهوش و دلفریب / بهشتی بعقد ایلخان را نصیب

بفرموده شهریار سترگ / به بستند عقدش بسالار ترک

روان گشت کابین جانشد بهار / که این یک دهد و آن یک آرد شکار

وزان پس چنان رفت فرمان شاه / که خورشید آید سوی مهر ماه

یکی جشن برپای کرد ایلخان / که رفت از زمین طعنه بر آسمان

چراغان چنان گشت گیتی فروز / که کس باز نشناخت شب را ز روز

تو گفتی قنادیل کاندر هواست / بهر یک ستاره سپهری جداست

و یا مجلس از لالهای بلور / بود لاله زاری بدامان طور

مشاعل زده شعله بر آسمان / فلک را نجم خوشه و کهکشان

مشعبد ز بس کرد هر گون شگفت / فلک دست غیرت بدندان گرفت

همه چرخ گفتی گرفته شهاب / شده دشمن دیو دل زان کباب

ز خمپاره کان نسترن بار شد / خم آسمان نسترن زار شد

شده توپ زنبور آتش فشان / زده شعله در خرمن آسمان

بکاخ و شبستان و میدان و کوی / ز شادی زن و مرد در هایهوی

دهل بانگ بر زد بچرخ برین / که گر جشن خواهی ببین بر زمین

یکی مهد زرین سوی کاخ شاه
ببردند و در مهد کردند ماه

دو فرخ برادرش چون شیر نر
بخدمت گذاری ببسته کمر

هم از کهتری و هم از پاس عهد
بشادی برفتند در زیر مهد

چو دیدند دیگر بزرگان چنین
برفتند در زیر مهد گزین

چنین تا بایوان رسیدند باز
همه ره بساط و همه ره نیاز

رسید ایلخان و گرفتش ز مهد
بدانسان که از موم گیرند شهد

سوی منزل مشتری تافت مهر
بآزادگان مهربان شد سپهر

چمان با مهان گنبه از سر نهاد
بجز خصمی آیین دیگر نهاد

یکی سالها منزل ماه جست
سوی آفتاب فلک راه جست

ببالین رنجور سے آمد طبیب
به نبگاه مهجوری آمد حبیب

فسرده تنی را بتن جان رسید
بکام خضر آب حیوان رسید

چو این دولت آمد بکاشانه اش
چراغ فلک تافت بر خانه اش

در گنجهای درم باز کرد
بشکرانه بخشیدن آغاز کرد

یکی پهن خوان کرم گسترید
که تا مرغ طوبی از و دانه چید

ز بس میش و بره آنقدر کشته شد
که تا اوج جدی و حمل انباشته شد

ز بس استخوان ریخت بالای هم
هما در هوا پر نمودی شکم

سلیمان که جستی ز یزدان همی
که روزی و هر روزی عالمی

بگستردی از پهن خوانی چنین
بیکباره شان طعمه دادی یقین

مگر بزم نزهت سرای بهشت
بدل آرزو می‌مهمان بهشت

بهشتی صفت مرد مهمان در او
همی یافت چیزی که کرد آرزو

هرانکو در آن جشن خدمت نمود
درم داد و تشریف خدمت فزود

فلک دیدم و دیدهٔ زرنگار — بگفتم تو را تا چه افتاده کار
بگفت از چه نادر خوریم و دریوم — دو بزی درین عیش چرخی زدیم
بدو گفتم ای چرخ تا دیرگاه — بسیر و سفر بودهٔ سال و ماه
پس از ... توسنان چشم روشن تراست — تو دایه جهان طفل و دامن تو راست
جهان را سراپای گردیدهٔ — بگو تا که عیشی چنین دیدهٔ
بگفت آنچه گفتی فزون دیده ام — جهان را همه در نورد دیده ام
بگیتی نه شاهی چنین دیده ام — نه مهری نه ماهی چنین دیده ام
مرا تا که یزدان بگردش بخواست — ندیدم چنین عیش یزدان گواست
بر این شاه باد آفرین خدای — که فرهنگ و بخشش بود رهنمای
چگویم چه در کردهٔ بادشاست — تبدبیر خسرو ستاره گواست
همه پارس را بندهٔ خویش کرد — یکی ملک بیگانه را خویش کرد
جهان را ز خود کرد امیدوار — زهی قدردان خسرو حق گزار
جهان را پر از بیم امید کرد — بخود مملکت خویش جاوید کرد
همه خسرو یار این شاه باد — دلش خرم و جانش آگاه باد
همین پاک پیوند بر ایلخان — مبارک ز فر خدای جهان
چه پرسی ز تاریخش ای رازجوی — روا از ایلخان سرافراز جوی
بگوئی که این داده دولت است — که اینها همه زادهٔ خدمت است
به یزدان کند بندهٔ خدمتگری — دهد مرد را آب پیغمبری
بخدمت فزای و بخدمت گرای — که خدمت بدولت بود رهنمای
چه از پاک یزدان چه سلطان راد — بخدمت توان کردن از خویش شاد
بگاه و به بیگه پرستندگی — دهد مرد را فر فرخندگی

بلی بندگان را کند ناسپاس / چو نبود ملک قدر خدمت شناس
ولی چون ملک قدر خدمت شناخت / زبان نیست گر بنده جان بباخت
وفا زاید از قدردانی و بس / بر این حرف انگشت ننهاد کس
اگر خسروی قدردانی کند / جهان بر درش جانفشانی کند
بر این ماجرا داستانی شنو / چو بنمایمت راه بی ره مرو

خطاب مصنف با قلم مشکین شمیم و بیان داستان رنگین رقم بضرب المثل حکایت مذکوره خوشی توام

بیا خامه گفتار را در بسند / که داری زبان خامشی تا بچند
چنین چند خامش نشینی همی / سخن گوی کز دل زدائی غمی
خموشی اگرچه ره بخرد است / ولی جای گفتن خموشی بد است
بریده سری را بهانه مکن / مگو ناید از سر بریده سخن
تو آن سر بریده زبان آوری / که از نغز گفتار جان پروری
نه سر میزنندت ز لاف و دروغ / که شمعی و زاین شمع گیر فروغ
چو از کودکی با تو خو کرده ام / ترا بر سر دست پرورده ام
کنون خوی خردی ز سر واگذار / سخن گوی واز من سخن در پذیر
بکف بهر پیکار دارم ترا / نه سرکشی کار دارم ترا
گر ای خامه حل گیری انگشت سر تو / ترا ایزدی خامه این بر تو گفت
ستیزه مکن با خداوند کار / که در پنجه قدرت اوست کار
تو نتوانی از رای من تافت سر / چه سازد قلم در کف دادگر
گر از من شکایت کنی حق تراست / ولی بیگناهم من ایزد گواست
من ای خامه اندر سپاس توام / نه کافر دلم حق شناس توام

که پیوسته سر بر خطم داشتی — مرا یکزمان باز نگذاشتی

گرت سر بریدم ز بانم شدی — بآب بقا رهنمایم شدی

ولیکن منت ارجمندی دهم — سرت برم و سربلندی دهم

بگنجینهٔ خویش راحت دهم — فزون از فلک دستگاهت دهم

ور از دولت انگریزی ترند — بتن زار و لاغر بدل دردمند

چو قدر ترا باز نشناختند — نه بر پایه ات دستگه ساختند

من اینها تو را بر سر آورده ام — که بیهوده افسوسشان خورده ام

بدین داوری با تو استاده ام — بهر کیفری داری آماده ام

یک امشب کرم سازگاری کنی — میان را به بندی و یاری کنی

یکی نغز هنگامه برآرایمت — ز دل رنگ اندوه بزدایمت

بگارم روایات بوشهر را — شمارم ره کینه و مهر را

بهند آن سفر جستن خویش را — نخستین شمارم کم و بیش را

باندرز دانا نه پرداختن — ز دشمن همی دوست نشناختن

بشش ماهه بودن به بندر اسیر — در آن شور و غوغا در آن دار و گیر

هنر وا نمودن بهر ناشناس — در آن ناشناسان ندیدن شناس

گهر عرضه کردن بآن مشتری — که ز انگشت نشناخت انگشتری

چو نشناختن ارز کالای خویش — ز دل پاک شستن تمنای خویش

وگرگونه رائی بیاراستن — بگوهر فزودن ز زر کاستن

بگیتی بنامم یکی یادگار — گز او هر کسی بازگیرد شمار

گر ای خامه این پایمردی کنی — بهمراهیم ره نوردی کنی

ازین پس ترا قدر خواهم شناخت — گرت خوار کردم نخواهم نواخت

دلا یاوری کن بدین خامه را — مگر گوهر آگین کنی نامه را
وفا خواهی از هندکم راز گوی — ز بوشهر و هنگامه آشن باز گوی
ازین شکر پارسی نوش کن — شکرهای هندی فراموش کن
گزارنده راز گردان سپهر — چنین گوید از گردش ماه و مهر
که چون شد ز هجرت هزار و دویست — برا و برفزوده چهار و دویست
مرا رای آن شد که از دوستان — ببرم کنم رو به هندوستان
ازیرا که از آنگریزان بسی — با یران زمین دیدم از هر کسی
همه موبد و زیرک و هوشیار — خردمند و دانا و آموزگار
هنرور هنرمند پرور همه — به نیروی دانش توانا همه
مرا بود پیوسته اندر نظر — که چندی بانیان برآرم بسر
و دیگر کز اینان هنر بردمی — متاع مرا گشته با مشتری
مع القصه بسپردم تخت شتاب — از ایران ویران بهند خراب
همی من شتابان و همراه بخت — چنین تا به بندر رسیدیم سخت
چه بندر یکی باغ آراسته — در و یافته آنچه دل خواسته
ز هر شهر چندان که کالا بدی — فراهم در او بهر سودا بدی
ز هند و ز روم و ز چین و فرنگ — بر هر وز کالا شده راه تنگ
ولی جای تسبیح شان از فروش — بگوش ملائک رسیدی خروش
بزرگش که دریا خداوند بود — بارید از من جانش خرسند بود
روان از دل دوست آن نامدار — دو دریای جوشان بدریا کنار
اگر هرچه بودش ز خواهنده بود — هم از روی خواهنده شرمنده بود
برآورشک بر وند از هر گروه — چه اعراب دشت چه الوار کوه

هر انچ او فزودی بمهر و وفا / نیفزود شان جز بجور و جفا
بنزدیک آن زشت شهزاده‌ای / بباغ شهی سرو آزاده‌ای
کجا نام شهزاده تیمور بود / که از دوربینی دلش دور بود
بشنیدنش برآشفته کردند رای / به نیرنگ ایشان برآمد ز جای
گرایان بکین از ره مهر شد / در اندیشهٔ کار نو شهر شد
ز هر سو بیامد به شیخ آگهی / نپنداشت جز تسخر و ابلهی
که از خدمت شه گریزش نبود / بشهزاده رای ستیزش نبود
شبی بود بنشسته بر خوان خویش / تنش با تنی چند مهمان به پیش
ز خشم بداختران بی خبر / وز اندیشهٔ دشمن خیره سر
که از باره غوغا برآمد بلند / که دشمن بیکباره غارت فگند
بناگاه پیکی درآمد ز راه / که اینک رسیدند شاه و سپاه
سپاهی بکین برده ز اختر گرو / ملکزاده تیمورشان پیشرو
چه فرمائی آتش بتوپ افگنیم / بر ایشان چو اهرمن آتش زنیم
ازین کار سالارشان باز داشت / همانا ولی آگه از راز داشت
همی گفت کاین رای نبود درست / کز ایران کسی کین شاهان نجست
مبادا کز این کار نا دلپسند / بجان ملکزاده آید گزند
اگرچه ملکزاده طفل است و خرد / بملک پدر چون زند دست برد
همانا کز این شاه را آگهی است / ستیزه بشاهان خود از ابلهی است
بداندیش ما تا نبسته بر ده راه / مرا زشت کردست در چشم شاه
مرا در بر خشم شه تاب نیست / ازین آتش خشم چاره جز آب نیست
بدریا شوم کار تا چون شود / مگر دور اختر دگرگون شود

قلعه و بلندی ... ۱۲ — مراد از هرکاره ۱۲ — [illegible] ۱۲

چنین دست پور نهر و ربدست | ز ایوان درآمد بدریا نشست
وزآنسو بشهر اندرون لشکری | گشوده همه دست غارتگری
شبی بود آبستن رستخیز (غلط ۱۲ نهیب) | وزاو اهرمن جسته راه گریز
شب چارده بود و تابنده مه | چراغ ره دزد تا صبحگه
فلک چون چراغ ره دزد داشت | ز دزد و گهر دامنی مرد داشت
ز شهری که کم از جهانی نبود | شبی چون سحر شد نشانی نبود
ز هر سرزمین بود کالای او | بهر سرزمین رفت یغمای او
چه مایه ز کالای بازارگان | که بردند بیمایگان رایگان
کسی را که هیچ از خوشی کم نبود | نیازش بنانی شد آن هم نبود
ز صد تن یکی را که بد یک حصیر | بر دیگران بود صاحب سریر
در آن مرز سالار شه پور شاه | بدستور خود نی بدستور شاه
وزاین سو بشاه آمد این آگهی | که چون سرکشی کرد سرو سهی
امیری گزین کرد فرزانهٔ | هشیوار مردی و مردانهٔ
که کار آگه و راد و سنجیده بود | بد و نیک گیتی بسی دیده بود
مگر تا براه آورد پور شاه | به بندد در ناله دادخواه
شد آن نامور تا به بندر رسید | همه کارها را دگرگونه دید
گروهی دغل دید با پور شاه | به نیرنگ در خاطرش جسته راه
بران رای کان مرد نجر دزدی | ز نیرنگ ایشان دگرگون شدی
نشد چاره از گفتهٔ رهنمون | که پنهان برا او دیو خواندی فسون
چو شه یافت آگاهی از کار پور | پر اندیشه دل شد ز تیمار پور
پرسش آمد و در رکابش روان | گرانمایه دستور بالا یعان

دگر لشکر آرای پهلو شکار
همی رفت و فیروزیش رهنمون
ملکزاده را آگهی شد ز شاه
همی گفت این کار نادلپسند
یکی چاره باید سگالید باز
بسی هر یکی گفت پاسخ شگفت
کزین شهر باید بکهسار رود
تو پورشهی بر تو نارد گزند
ولیکن بما بر زیان آورد
توزاید ربرد تا بدربار شاه
نه بندد برویت در مهر را
هر انچ از تو خواهد پدر در پذیر
ازین گفته آزادی خویش خواست
ز جنگش همیخواست بیرون جهد
بسی خواندن دیو آدم فریب
به نیرنگ بیرون شدندش ز جنگ
نشد پورشه تا بر شهریار
ولی گفت از آید ز شیر از رو
خود آمد همی تا بدریا کنار
ز دیوان سلیمان نشان باز جست
بشه گفت دستور اصف نهاد

بهمره تنی چند مردان کار
سه روزه ز شیراز تا کازرون
یکی رای زد با سران سپاه
نشورید بر ما سپهر بلند
که بر ما شد آن کار کوته دراز
بآخر یکی ز انمیان باز گفت
برون رفت و هر کس پی آگنده
کز انگشت خود چشم خود کس نکند
اگر دست یابد ز ما نگذرد
نیاز آر و ما را ازو باز خواه
سپار و بدست تو بوشهر را
چو آئی دو چندان ز ما باز گیر
نبودش بکیش اندرون تیر راست
مبادا که در جنگ شاهش دهد
ازین دمدمه بردش از دل شکیب
نگردند تا بنگه خود درنگ
شه از مهر دادش بجان زینهار
مبادا شوی خشم ما را گرو
بدلجوئی مردم آن دیار
نهانی ز هر کس همی باز جست
که منشان بدام تو آرم چو باد

جهاندار باید بهوشهر شد | بدل خستگان برسرم مهر شد
زمین بوسه داد و شد از پیش شاه | بهوشهر شد شاه با فر و جاه
گروهی زن و مرد خواهنده دید | برهنه تن و خوار و درمانده دید
بر ایشان ببخشود و افزود مهر | فراموش شان کرد گردان سپهر
ز دریا خداوند بشنو سخن | که چون شد بکشتی درون با دو تن
گرامی برادرش و فرخ پسرش | نه آب و نه نان و نه رخت و نه گستر
از آن هر سه زورقش بود بیم خطر | بسی داشت کشتی ولی در سفر
وز آن زورق بی رنج ازو دو شگفت | که دریا بزورق چسان جا گرفت
تنی کان بیاسودی اندر حریر | بیاسود خوش در پلاس و حصیر
وز آنجا که بد مرد یزدان شناس | همی داشت در دل ز یزدان سپاس
که ای بر فروزندهٔ ماه و هور | توئی راز دانندهٔ مار و مور
اگر آب پیشش آری از آتشم | چو آوردهٔ تست بادی خوشم
کنم در کف خصم کردی رها | زبانی دگر در کف اژدها
خوشم زانچه بر من روا داشتی | که با خود مرا باز نگذاشتی
کنون نیز اگر خوار اگر خسته ام | همه بر امید تو دل بسته ام
توانا تو و کار در دست تو | کنم من یکی بندهٔ پست تو
پلاس ار دهی پرنیان من است | هلاهل ز تو نوش جان من است
همی گفتی و گفت فرخ سروش | نهانی بگوشش ویی از راه هوش
که چون با من افگنده کار خویش | دل آسوده بنشین ز تیمار خویش
ببین چاره کار تو چون کنم | دگرگونه را چون دگرگون کنم
ندانی چه دلها به تیمار تست | چه جانها که پیوسته در کار تست

یکی زان وصال است گر بس نیاز — در آسمان بر قضا بسته باز

مخور غم که کارت خدا ساخته است — جهانبانان بکار تو پرداخته است

بلی ایزدی فره اینها کند — دری را که خود بست خود وا کند

دو هفته چنین بود دریانورد — سوم هفته نیر دانش دربار گرد

بدریا همه کشتی خویش یافت — گرفت و وهمان سوی بندر شتافت

بدلجوی او فرستاد شاه — هم از تن لباس و هم از سر کلاه

ز کشتی در آورد و بنواختش — فزون زانچه بد پایگه ساختش

وز آنسو گرانمایه دستور راد — بر دشمن آمد زبان بر گشاد

همی گفت شاباش فرخنده ری — که دستوری شاه را می سزی

اگر در دل شه ترا راه بود — که دیریست کاین پیسه در دل شاه بود

شه این راز بیرون ندادار نهاد — بر آنم که بخت این در بر گشاد

تو کاری کز این ها خطا کرده — جز این نیست کو را رها کرده

هم آسان شود لیکن ار بشنوی — باندرز دانا بجان بگروی

نهانی در آیی بزنهار من — ولیکن نهان داری از انجمن

من این ملک خواهم ز خسرو گرفت — نخواهم کند بر تو نیک چو گرفت

گرامی پسر دارم انجا یکی — بدانش فزون و بسال اندکی

سپارم باو ملک و او را بتو — که با کس ندارم دل الا بتو

ببستند عهد و یکر وانچه گفت — کنون هم بدریا کند خورد و خفت

ولی گشته خویشتن را درود — که چه کند کو در بن چه نبود

نبند رفت از و مرد برگشته روز — طلب کرد پس لشکری کینه توز

گذشته سخن ها همه بازگفت — وزان پس بیاران مساز گفت

گزاید ربباید بپوشهر شد — دل آگاه ازین کینه و مهر شد

بماگر بمهرست و ور سپهر — ذ دوری روزی زشادی فروزیم چهر

وگر نیست برکام ما بور رهور — بما هیچکس بر نیاید بزور

دگر ره بپوشهر غارت بریم — که یغمای ناورده باز آوریم

شما را بشهر آمدن نیست رای — بمانید تا من خود آیم بجای

وگر خود نیایم فرستم پیام — که آهخته به تیغ یا در نیام

بگفت و بشد پیش دستور شاه — دمان لشکری گشن با او براه

چو دستور آن ژرف لشکر بدید — بدل کار گفتا بغوغا کشید

همه ره به پیچیدش اندر سخن — بر او تازه میکرد عهد کهن

بدو گفت باید مرا رفت پیش — بشاه آگهی داد از راز خویش

تو یکسر مبادا که آئی به شهر — جهانست و دارد بسی نوش و زهر

فرستادهٔ من بود گر فلان — بدان کان درست است و نیکو نشان

جز او هر که آید برو بید رنگ — چنان دان که تیر من آمد بسنگ

بگفت و بیامد بشهر اندرون — بشه گفت رازی که آمد برون

بدربا خداوند هم در نهفت — یکی راز گفت ایلچی ان هم نهفت

بظاهر برآشفت دربا خدا — که ای شاه را بر بدی رهنما

تو زاندم که دستور خسرو شدی — همیشه بجان دشمن من بدی

کنون نیز با خصم من ساختی — دل از مهر من باز پرداختی

من آید رنمانم تو در کار باش — بمن خصم و با خصم من یار باش

چرا بایدم با چنین حال زیست — بدربا شوم پای من بسته نیست

بگفت و درآمد بدریا نشست — جهانی بدندان گزان پشت دست

کز این پس با عیش ناخوش کند همه آب دریا پر آتش کند

نبفرین جهانی زبان باز کرد درون گرم و لب پر ز آواز کرد

وزیران شنیدند و می گفت هیچ ظفر خواهی از رنج رو در مپیچ

همی گفت اگر رفت وی کو برو من و مهر دریا خداوند نو

بشاهش کنون عذرخواه آورم سرش از بلندی بجاه آورم

نباشد بر مرد فرخنده پسند یکی خوش دل و عالمی دردمند

بدشمن فرستاد کز جای خیز که دریا خدا جست راه گریز

بیا تا بیابی ز شه دستگاه وگرگونه منصب دگرگونه جاه

شنیدند این سخن مرد برگشته تر روان گشت و از مرگ خود بیخبر

چو آمد بنزد شه اندر فتاد بچاهی که خود کند با سر فتاد

زمانه سراسر همه کیفر است کس از کیفر کرده خود نرست

چو هر چه آن کنی پیشت آید همان بد اندیشه بر خود میاور زیان

بکار آنچه بتوان از و برخوری نه حنظل نشانی و خرما بری

سخن کوته آن دیو چون شد به بند ابا ده تن از دستیاران فند

بفرمان شه باز دریا خدی ز دریا بدربار شه جست جای

بشاه آگهی آمد از لشکرش وز آن در سر اندیشه افسرش

بهم بر شدند ایلخان انجو اند سخن با وی از کار او باز راند

جبین سود بر خاک سالار نو بگفت ار بود رای کیهان خدیو

من این رزم را خود ببندم کمر بفر جهاندار پیروزگر

بهمره برم لشکرآرایی را بپیروزم از سرکشان جای را

بدانشان یکی ترکتاز آورم بر شاه شان خسته باز آورم

بفرتو زین خنجر آبگون — بدریا فرستم یکی سیل خون
بیندرفت شاه و بشد نامدار — همه شب شد آماده کارزار
سر لشکرآرای در خواب بود — گرامی تنش در تب و تاب بود
بگفتا برآرد گر از خواب سر — کند رنجه آن پیکر نامور
بفرمود بر رخش بستند زین — نداد آگهی جنگ جو را ازین
ز آوای اسپان و بانگ گوان — برآمد ز خواب آن سر پهلوان
یلان دید آماده کارزار — بپرسید و شد آگه از کارزار
بیاراست پیکر بسامان جنگ — روان شد پی ایلخان بیدرنگ
بیامد بنزد سپهبد رسید — برآشفت چون ایلخانش بدید
چرا گفت زینگونه رنجور تن — برزم آمدی ای گو صف شکن
کس ای پیلتن گرچه مرد تو نیست — چنین روز روز نبرد تو نیست
من امروز جای تو جنگ آورم — جهان بر بداندیش تنگ آورم
زمین بوسه زد لشکرآرای گرد — که نام مرا ننگ باید شمرد
من اینجا و زین تو بر پشت رخش — خدایا تو این جرم بر من ببخش
که من باشم و این تن نامور — کند رزم و هنگامهٔ پرخطر
بدو ایلخان گفت لرزم برین — که لرزد هنوز این تن نازنین
ز بستر که آمد به پشت کرنگ — کجا جست رنجه بسامان جنگ
تو بر من ز چشمان من بهتری — کجا چشم کز جان من بهتری
تنی گرچه بیجان نیاریست ایست — مرا هست از جان شکیبا ز تو نیست
گرم خواهی از خویش خشنود کرد — بسر منزل خویشتن باز گرد
بسوگند گفتش یل شیرگیر — که از من نیاز من اندر پذیر

مرا جان جز این می نیاید بکار — که سازم براه برادر نثار

یکی چون تویی شیخ بهتر بود — که ما را بجای برادر بود

بدین گفته بوسید رخسار او — که بر من به بستی ره گفتگو

برفتند از نیم شب تا بروز — سحر چون برافروخت گیتی فروز

بسی ره سپردند گردنکشان — بجستند زانبوه دشمن نشان

چو شیر از پی طعمه در جستجوی — به نبگاه ایشان نهادند روی

چو لختی براندند زآنسو سمند — ز پس ناگهان گشت غوغا بلند

چو دیدند خصم از پس پشت بود — درمهای گم کرده در مشت بود

چنان بد که آن لشکر بی شمار — همه شب ستاده بپای حصار

همه بر امیدی که سالارشان — از ایشان سحر باز جوید نشان

سحرگه بیغمای ایشان ز شهر — سوار و پیاده برفته دو بهر

بهمراه برده بسامان جنگ — همه خنجر و تیغ و توپ و تفنگ

چو دیده که آن قوم شوریده بخت — سوی نبگه خود کشانیده رخت

بجای غنیمت در آن سوزیان — غنیمت شمرده تن بی زیان

هم آنان که رو کرده سوی یار — بره بر غنده ایلخان را دوچار

سپهبد چو نزدیک ایشان رسید — یکی باره از شرب پولاد دید

بدست اندرون هر یک آتش فشان — پس پشت خود کرده بجر دمان

تو گفتی ز دریا دلاور نهنگ — بهم بر جسته و کرده آهنگ جنگ

گلوله فشان چون بهاران تگرگ — و یا در خزان شاخ ریزنده برگ

سپهبد همی خواست رفتن بجنگ — بزد و لشکرآرا عنانش بچنگ

مرو گفت نا رفته جانم ز تن — وگرنه زنم دشنه بر خویشتن

من اینجا شوم ایلخان رزمجو / بهانی چگوید بمن خود بگو
دو دیگر که این دستیاران مرگ / گلوله فشانند همچون تگرگ
نخستین تو را کوشش و کر و فر / محالست جستن بر اینان ظفر
من ایدر یکی رزم شیران کنم / نبردی بسان دلیران کنم
به آن سرب و بارودشان کم شود / بایشان همه کار درهم شود
چو شد مایه‌شان کم برم تاختن / دریغ است بیهوده جان باختن
بگفت و بجولان در آورد اسب / در آذر بشد همچو آذرگشسپ
کجا بود روئین تن اسفندیار / که حیران بماند در آن کارزار
که یک چوبه از سر بردش منی / بآن پهلوانی و روئین تنی
جوان گرچه بودش تن نازنین / بچندین گلوله نپرداخت زین
بایشان همی شد گلوله فشان / چنان چون بلا بارد از آسمان
براو بر بیامد دو تیر از کمین / ببال کرنگ و تهم بوس زین
چو با اینهمه فتنه همراه بود / ازو دست بدخواه کوتاه بود
چو از تیرباران دشمن برست / به تیغ سرافشان برآورد دست
بجستی به ایشان یکی حمله کرد / تو گفتی ز دریا برآورد گرد
چنان راند الماس سیلاب خون / که شد آب دریا همه لعل گون
ز پس گشته غواص بحر ظفر / شده دامن تیغ او پر گهر
در آنخاک بس پیروان پیکرست / تو گوئی صدفهای بی گوهر است
هر آنکس که از پیش تیغش بجست / روانی بنجم کمندش به بست
از ایشان تنی چند بی دست و پا / رها کرد خاص از برای خدا
براو کرد بس آفرین ایلخان / که خرسند بادی ز بخت جوان

زهی از تو بر آسمان بخت من / ز فرّ تو سرسبزی بخت من

دل از رنج گیتی اثر ندت مباد / ز چشم ستاره گزندت مباد

بیامد بر شاه فیروزمند / سر بدسگالانش اندر کمند

زن و مرد شهر اندر آمد ز جا / لبی پر ثنا و دلی پر دعا

که ای زخم تو چارهٔ درد ما / غبار سمندت ره آورد ما

مریزاد آن بازوی کینه توز / هواخواه پرور بداندیش سوز

خم اندر مبادا ببالای تو / دو بالا کند ایزد آلای تو

چو شاهنش بدیدان بر و بال و سفت / بدو آفرینهای شاهانه گفت

همش بوسه زد تیغ و در بر گرفت / بگریید و خلقی همه در شگفت

بگفت ای ز فرّت قوی پشت من / کلید در فتح در مشت من

سپاس جهاندار فیروزگر / که رفتی و باز آمدی بی خطر

ازین رزم یکموی ار کم شدی / چو موی مرا روز درهم شدی

مبادا توان این بر و سفت و یال / بدین سفت و یال ایلخان گیر یال

بشکری که دیدار او دید شاد / درمها بدرویش و خواهنده داد

همه مرز دشمن خداوند داد / گرفت و بدریا خداوند داد

همه بدسگالان بزنجیر کرد / رها کرد زنجیر در دست مرد

لقب دادش از خویش نایب مناب / سرش سود بر طارم آفتاب

بشکرانه کشتن چنین پایه داد / بپذرفت شیخ از جهاندار داد

که از راستی داد هرکس دهد / ز خلق آنچه بردند واپس دهد

ز رخت و ز زر و مال و اسپ و جهیز / بسی داد و اکنون بکار است نیز

جهانی بنو از جهاندار شاد / که او را جهان آفرین یار باد

کنون حال گوینده باید شنود | بغربت شمرد و بحیرت فزود

که با اهل آن شهر دمساز بود | با آن رنج و اندوه انباز بود

در آندم که چون آدم از سر گذشت | بهشتی چو شیراز از دل بهشت

ز اهل وطن شد یکی انجمن | همه دل پر از حسرت و رنج من

که ای آفریننده مهر و ماه | هم از فر و آرای دیهیم و گاه

همه کار تو در خور آرزوست | که روزت خوش و روزگارت نکوست

بغربت چرا بایدت ساختن | دل از آشنایان بپرداختن

ز شاه و ز دستور دانشورش | هم از ایلخان هم ز سرلشکرش

ز والی والا مهین پور شاه | ز دیگر بزرگان با ارز و جاه

هر آنکو مهین جان دمساز داشت | ز هندوستان رفتنم باز داشت

از این گفته‌ها آتشم گشت تیز | که میل دلم بود با آنکه نیز

گرانشان هر آنرا که من دیده‌ام | ز خوی و ز دانش پسندیده‌ام

بویژه خداوند تیغ و قلم | اگر زانکه این مهین مالکم

کز آندم که آمد بایران زمین | ز ایران نبیند جز آفرین

همه هر کرا پایه نیکو شناخت | باندازه مایه‌شان پایه ساخت

دگر آن خردمند فرخ نهاد | هشیوار و مردانه جبر دلیس راد

کز ایران مرا خواستاری نمود | شنیدم که راد و جوانمرد بود

از آنم بهندوستان دل کشید | که بوی وفا و فتوت شنید

به بندر چو رفتم پس از یک دو روز | بدیدن شدن در بر مالیوز

ندیدم کسی را که بایست دید | نه زیباست زین پیش گفت و شنید

نکوییش گوهر درنه بود | ولیکن هنرمند پرورنه بود

مپرس از من احوال آن کهتران | از آن پس که بسپردم از مهتران
سه مهشان ندیدم بجز یک نفس | مرا میهمانی همین بود و بس
بخود گفتم ای دل از اینها مرنج | سپنج است بندر تو مرد سپنج
اگر رفت خواهی بهندوستان | بجا آنچه می جوئی از دوستان
وفا گرچه در عهد ما کیمیاست | جفا جو کسی کش ز بیگانه خواست
ز شیراز چون شه ببوشهر شد | دگر ره بمن بر سر مهر شد
چه فرخ وزیر و چه رادایلخان | بمنعم گشادند هر یک زبان
هم از شاه کرمان نوشته رسید | ز هر گون بشارت ز هر گون نوید
ز والی والامنش پور بود | هم از بهبهان پیکی آمد ز راه
تمنای یاران هندوستان | ببرید پیوندم از دوستان
ولی ماندنم شد ببوشهر دیر | که بودم گرفتار آن دارو گیر
قضا را یکی کشتی از آن دو روز | بهندوستان می شد از بالیوز
فرستاد زی من که کشتی رواست | روان شو گرت رای هندوستانست
ازو مهلتی خواستم چند روز | که کارم نبودی بسامان هنوز
ازیرا که زادم در آن خیدگاه | ز غوغای بندر همه شد تباه
نوشته فرستاد بار دگر | که بر ما زیانی و بر خود ضرر
سه ماهه زیان تو بر آنگریز | نیارد بدست تو بر یک پشیز
سراسر نوشته بخواندم همی | بلب نام یزدان براندم همی
بخود گفتم ایدل ازین ره بگرد | بگیتی مجو مرد و میباش فرد
فرستادمش پیش کای بوالوفا | ز مردی نباشد به مردم جفا
نمیزیبدت این خروش و نفیر | کرم داده یکدرم ده مگیر

مزن چین بیجا برابروی خویش / بر آنکو خورد نان بازوی خویش

من اینجا نبودم چو بیمایگان / که نان کسی را خورم رایگان

نه من مفت خوارم نه کش منت دیده / تو گر لب به بندی ازین گفته به

کجا ملک بخشان منت کشان / که در ملک از ایشان نشانها نشان

کجا نامداران با فر و جاه / نهان گنج بخش و عیان عذرخواه

کجا آن هنرمند پرور جهان / که نام نکو خواستند از جهان

برفتند و مردی ز عالم برفت / همین نام شان بود آنهم برفت

مع القصه چون دیدم آن مردمی / چو عنقا نهان آدم زادمی

ز هندوستان دل به پرداختم / بویرانهٔ خویشتن ساختم

دلا ملک هندوستان دیده گیر / نسنجیده چند سنجیده گیر

مجو همچو طوطی ز شکر نشان / با یران سخن گوی و شکر فشان

ز بو شهر آهنگ شیراز کن / قناعت کن و بر شهان ناز کن

بده ساقی آن دست پرور جم / که بر هند از آن ناز دارد عجم

شرابی بپای خرد بند از و / همه دست رنج هنرمند از و

مدبره نداری بده خلتری / که آن آفتابست و این مشتری

بده تا کنم رو بملک عجم / بنازم بکاخ فریدون و جم

که کنعان اگرچه حسد پرور است / بر یوسف از مصر فرخ‌تر است

شکوه کردن از دست زمانه غدار و بی راهه رفتن این نابهنجار و نامساعدی و ابتری کار ازین روزگار بدکردار

سپهر آسیایست گردان بخون / تن سرکشان دو دره آس زبون

منه دل گرت هیچ رامی است هوش / برین بیوفا نام فرزند کش

درین انجمن گر بود هیچ کس
سخن های این انجمن پند بس

همی خامه گیرم ز بهر سخن
در او آتش افتد ز سر تا بن

قلم گیرم و سرکشی میکند
سنش خاکی او آتشی میکند

چرا خامه از نامه بیزار شد
دلم در سخن بمددگار شد

نمی بینم این خامه هم پشت خویش
قلم سازم انگشت در مشت خویش

چرا شیر طبعم چنین سرکش است
مگر در نی خامه ام آتش است

مگر طبع افسرده سرکش فتاد
که کار درونم بآتش فتاد

چرا طبع را رای گفتار نیست
چرا خامه را پای رفتار نیست

کجا طبع بالنده چون نوبهار
که گل خواهم و وا دهد خار بار

چرا با خرد مغز بیگانه شد
چه افتاد دل را که دیوانه شد

مرا با خرد آشنائی دهید
چراغ مرا روشنائی دهید

اگر دل فگار است جان را چه بود
وگر من ملولم جهان را چه بود

اگر در دل من به تنها غمی است
فسرده چرا خاطر عالمی است

چمن را چرا رو به پژمردگی است
بمرغان باغ از چه افسردگی است

چرا لاله پیمانه از کف نهاد
چرا نرگس از جام قرقف نهاد

(قرقف: بمعنی شراب ۱۲)

چرا باغ خرم چنین گشت زرد
بجعد بنفشه شکست از چه کرد

چرا زاغ یار چکاوک شده است
چرا غنچه در دیده ناوک شده است

چرا رفت از چهرهٔ گل صفا
چرا دم فروبست مرغ از نوا

چرا رفت آن خرمیها ز باغ
چرا نوبت از بلبل آمد بزاغ

چرا سرو بالنده از پا نشست
تدرو غزل خوان ز آواز بست

چرا بلبل از باغ دل برگرفت
چرا نسترن چادر از سر گرفت

مگر باغ مرگ جوانان شنید ‌‌ که از وی چو پیران جوانی رمید
مگر سبزه از نوخطان داشت ورد ‌‌ که در خط شد و بر خط آورد گرد
مگر داغ سردار دارد چمن ‌‌ عزای سپهدار دارد چو من
کش آرایش و رامش از یاد رفت ‌‌ ازو هرچه بشگفت بر باد رفت
چه میگوی ای دل مزن لاف زشت ‌‌ چگونه خزان ره کند در بهشت
سخنهای آشفته داری همی ‌‌ همان به که دم در نیاری همی
خبرهای بد نیست در رهنهان ‌‌ نهان کن که آتش زنی در جهان
دروغی شنیدی مکن راز فاش ‌‌ دل ما و رخسار خود کم خراش
مگر سوگ سردار داری نهفت ‌‌ که می بینمت با غم و درد جفت
مگر کان شنیده ترا باور است ‌‌ که اندر سخن سوزشی دیگر است
اگر گفت خواهی که سوزنده تیر ‌‌ زبانهای اندر آورد شیر دلیر
اگر گفت خواهی که برق جهان ‌‌ زبانهای اندر افکند سرو جوان
اگر گفت خواهی ز تیر تفنگ ‌‌ سرآمد همی روز جنگی پلنگ
اگر گفت خواهی که برقی بتافت ‌‌ بزد کوه البرز را بر شکافت
مگو کز تو اینها نخواهم شنید ‌‌ ازین گفته خواهم گریبان درید
همه دیده بر راه و در روزن کنند ‌‌ که باز آید و دیده روشن کنند
ندارد شگون این سخن لال باش ‌‌ تبه خیره گوئی نکوفال باش
اجل هرچه سنگین کند گرز را ‌‌ زیان ناورد کوه البرز را
نبرده همان بهر خویش از جهان ‌‌ همه آرزوهای او در نهان
ز شمشاد بالا چو سرو چگل ‌‌ ز رفتار او سروستان خجل
تو گوئی تبه شد بدشت نبرد ‌‌ زمانه چنین کینه هرگز نکرد

دلیری برآورده چرخش بابر   از و بیشه پرداخته جنگی هژبر
تنی چون یکی پارهٔ آهنین   بلای یلان در کشاد و کمین
ز تیغ وسنانش بآوردگاه   هم آسیب ماهی هم آزنگ ماه
سپه بشکند هر کجا رو کند   جهان رامش از پشتی او کند
به بیهوده ناچیز گردد تباه   نیابد بگوش کس این گفته راه
یلی در وغا همچو شیر ژیان   که شیرش ز پیکار دیدی زیان
دلیری تناور که در دشت کین   بپرداختی از سر کشتگان زمین
گوی جنگجو کاندر آوردگاه   ز خون غازه بستی برخسار ماه
نرفته به تیغ سر افشانش دست   بیفگنده شیران جنگی نشست
نرانده ز شمشیر سیلاب خون   تن او بخون غرقه افتاد چون
مگر نه سه فرسنگ برادرش پشت   فلک با کدامین دل او را بکشت
مگر خنجر ایلخان در نیام   که خصم بداختر شود شادکام
مگر تیغ اسپهبدی در غلاف   که دشمن چنین سر برآرد بلاف
مگر کان گوکینه جو بد بخواب   که سیل آمد و بند را برد آب
مگر باره تهمتن گند رو   که بیژن تهوران بماند گرد
چه شد زور بازوی کند آورش   که دست زمانه ربود افسرش
مگر سنگر اشکن نبودش بجنگ   کز آن سنگرش جام بشکست سنگ
چه افسون زمانه بجامش نمود   که خوابی چنین جاودانه نمود
بکرمان زمین ارچه بوماند وبر   که کرمان خورندش تن چون حریر
دریغ آن هژبر جنگی سوار   یل و گرد و گردن کش نامدار
دریغ آن گرانمایه پرهنر   سوار سرافراز فتح [illegible]

دریغ آن بر و بازوی پهلوی — جهان کهن را ز فرّش نوی
دریغ آن جوان رفته نادیده کام — فرو برده تنگ و برآورده نام
کجا آن سر دشمن افگندنش — ز زین آن هماورد برکندنش
کجا آن دل مهرپرورد او — بنازک ولی سخت ناورد او
کجا آن گرامی دل باوفاش — کجا نازپرور تن بی بهاش
مرا اشک سرخ است و رخسار زرد — ندانم بیاران دیگر چه کرد
بلی آسمان است وانها کند — چنان کینه جوئی چنین ها کند
چگونه نشاید که باور کنیم — که باور بسی زین فزونتر کنیم
مگر نه سرافراز سهراب گرد — به تیغ پدر جان شیرین سپرد
مگر نه سیاوخش رخشنده هوش — بتوران سرآورد وایران خروش
مگر نه یل اسفندیار جوان — به تیری گزین داد ور دستان
مگر نه سیامک بچنگال دیو — تبه گشت و برخاست ایران غریو
زمین دخمهٔ شوم ناخوش هواست — که یکسان کن پادشاه و گداست
یلی رو سر دخمها برگشا — که فرق از گدا نیست تا پادشا
زمانه یکی سیل ویران گراست — ز سیل بلا برکران بهتر است
که اندر ره سیل بنیان نهاد — که رخت و تن و سر بطوفان بداد
چه خواهی در افتاد سرکش مباش — چو آخر شوی خاک آتش مباش
بر آن کاین جهان سربسر کیمیاست — زر اندوده کاخ گلین گواست
چو ایوان نگاری و زیور کنی — بر ایوانها چند پیکر کنی
تو بیهوده بر نقش ایوان مکوش — که هر خشت کاخ تو چشم است و گوش
جهان نوعروسی است زیبا و شنگ — فریبنده دلها ببوی و برنگ

اگر با تو خود چند روزی خوش است | فریبش نخوشی که شوهر کش است
نوای الحان مهتر نامور | همان به که رنجه نباشی دگر
نکوئی که شد کشته آن جنگجوی | منش زنده کردم بنام نکوی
بیاد آور از کربلای حسین | همان درد و رنج و بلای حسین
اگر بشنوی قصه پیش را | فرامش کنی کشته خویش را

نوای شهادت در میدان لا افراشتن و ابتلای بلایه کربلای و مصیبت و ماتم امام همام حسین علیه السلام نگاشتن

یکی داستانم بیاد آمد است | کز آن آتشم در نهاد آمد است
روان کاه و غم پرور و جان گسل | همه انده جان همه رنج دل
کرا دل ز آهن بود جان ز روی | بگو بشنو این داستان بانکوی
نه با آهن و روی این تاب نیست | که این داستانیست آبیش نیست
من از بینی این قصه پرداختم | ز غم روزگاریست بگداختم
تو سنگر که این آتش افروخته است | که گوینده و پیریست تا سوخته است
سمندر شود گوش با من سپار | که هست آتش این گفته آبدار
اگرچه جهان در خور رامش است | بهار است و هنگام آرامش است
اگرچه بود ماه اردی بهشت | که پیغاره از باغ بردی بهشت
اگرچه چمن چون بهشتی خوش است | که هم دلفروز است هم دلکش است
جهان اقتضای طرب میکند | می و رود و رامش طلب میکند
اگرچه کنون شاد باید نشست | ز هر انده آزاد باید نشست
ولیکن بجای سرود و سرود | بیا بذر دل راه افغان گشود
دل و دیده مینا و ساغر بس است | خروش غزالان نواگر بس است

ز لخت جگر کرد باید کباب — ز خون درون خورد باید شراب
بلبل چون بود آرزوی چمن — هوای گل و ارغوان و سمن
ره کربلا را بدل بسپریم — جوانان حیدر بیاد آوریم
چه گلهای سیراب را بو کنیم — بافسرده باغ نبی رو کنیم
چه باید شدن سرو شمشاد جو — خیابان زهر آب پر سیم گو
چه آسائی از سایهٔ بید بن — ازان سوخته خیمها یاد کن
ببین جامهٔ اطلس شاخسار — برهنه تنان را بیاد اندر آر
خرامی بچه فرش دیبای باغ — اسیران بی فرش را کن سراغ
شقائق چه جوئی به بزم چمن — ازان نوخطان کوی گلگون کفن
مگو لاله را شمع افروخته — بگو جوق پروانهٔ سوخته
عجب ترکه بی شمع شبها تباب — ولی روزها سوخته ز آفتاب
عروسان باغ ار چه بس خوش نماست — عروسان بی رخت و زیور کجاست
بنفشه نشسته ست یا بر لب جویبار — دریده یکی گوش کی گوشوار
اگر چه ابی دلفروز ست باغ * — مرا سبزه خنجر بود لاله داغ *
چو یاد از جوانان حیدر کنم — ز مژگان ابر دین نشتر کنم
تو نیز ار سپاری بمن گوش هوش — گشایم ره چشمت از راه گوش
ز دفتر یکی باغ دلکش کنم — بجان تماشائی آتش زنم
گلش لاله و سوری و ارغوان — که شد خون دل آب آن بوستان
بجای گل و برگ ریحان در او — تن چاک چاکست پیکان در او
صنوبر قدان سرو شمشاد او — ولی خفته بر خاک از باد او
فغانها نوای چکاوک در او — سنان سبزه و غنچه ناوک در او

شده گلبنش پیکر چاک چاک | هزاران ورا وناله و دردناک

اگر گشت این تقربستان کنی | کجا یاد گلگشت رضوان کنی

فسرده دراین باغ خرم ورا | که ره سوی رضوان نماید ترا

خبرهای تازی بلفظ دری | بس آسان نباشد سخن پروری

سراینده دهقان تازی نژاد | چنین برزند آتش اندر نهاد

که چون شد خلافت بکام یزید | بدل داشت پروای شاه شهید

بیثرب فرستاد آن ناقبول | که بیعت ستاند ز سبط رسول

بپیچید سر پور شیر خدا | که پیمان مرا نیست با ناسزا

پدر پیشوا جد پیمبر مرا | کجا سر نهم کور و دسر مرا

هم از کوفه پیکی بآن شه رسید | ابا نامها پر امید و نوید

که شاها زمین و زمان تازه است | ز فر تو گیتی پرآوازه است

بیثرب چه مانی که یاریت نیست | وز آن بوم و بر غمگساریت نیست

عراق از حسین این زمان پرنواست | حجاز ار نهی با مخالف رواست

همه کمرهانیم و تو رهنما | قدم رنجه کن خلق را ره نما

چو آن نامها خواند سالار دین | بدل کرد آهنگ آن سرزمین

ولی گفت باید فرستاد پیش | یکی پاکدین راز خویشان خویش

که تا آزمونشان ز هر ره کند | چو داند مرا نیز آگه کند

بپور عقیل این سخن راست شد | قضا خنده زد کانچه میخواست شد

پس آن مسلم پاکدین را بخواست | سخنها بدو گفت بی کم و کاست

بدو گفت باید شدن تا عراق | همه آزمون وفاق و نفاق

ببینی که آن قوم بر چیستند + | پرستار کیشند یا نیستند

چو تیر انکه او یکزبانست و راست — بدانی که میل دلش سوی ماست
چو تیغ از دو رو بینی ار گر نهاد — نه بر راه کیش است و آیین و داد
مرا آگه از راز ایشان کنی — بکوشی و از خود ولی نشکنی
که ما بر زمین سایهٔ داوریم — همه یادگار پیام آوریم
تو باید که دین را حمایت کنی — ره داد و داد اش رعایت کنی
من ایدر براه توام دیر باز — همه کوشش و هوشم به پیغام راز
همی کوشم و رای سامان کنم — که تا هر چه گوئی بکن آن کنم
ببوسید مسلم زمین پیش شاه — شهنشش گردید رود و آمد براه
شگون های بد گرچه در راه دید — ز مردی نه هر بیم گفتی امید
ز یثرب به پیمود تا کوفه راه — بپای خود آمد بفر جام گاه
بکوفه درون رفت و پنهان نگشت — کجا مهر پنهان شود زیر طشت
گروهی نه بر راه آزرم دید — درون سخت و بیرون نخود نرم دید
چو آمد شد مردم انبوه شد — دل پاک مسلم بی اندوه شد
همین بود و پیمان ز هر کس گرفت — ز انبوه مردم شده در شگفت
خبر شد زبان در زبان تا دمشق — که مر کوفه را با حسین است عشق
چو آمد بگوشش یزید پلید — یکی نامه بنوشت نزد ولید
که یا بیعت ما بگیر از حسین — که این کار بروی کنی فرض عین
ور او سر بتابد بشامش فرست — نه نیز انکه انتقامش فرست
وز انسو بگفتا به پور زیاد — که تا کوفه پوید بکردار باد
وه بیم و امید برنا و پیر — گرا سر بپیچید کند دستگیر
حسین از بکوفه است پیمان ازو — ستاند وگرنه سر و جان ازو

مراد از حسین علیه السلام ۱۲

ای مسلم ۱۲

(زیاد)

[illegible]

دگر در ره است آن شه دین پناه — برانگیزد از کوفه بهر سپاه
به نیرنگ بروی کند کار تنگ — گر از آشتی ره نیاید بجنگ
همی راند ناپاک پور زیاد — دلی پر ز آتش سری پر ز باد
بکوفه درون شد نهانی بشب — چنان چون بود رسم و راه عرب
در آندم که خورشید بنهفته بود — فلک رفته در طیلسان کبود
یکی طیلسان بر سر خود کشید — که کس چهر بهمراو را ندید
بیامد بدار الامارت ز راه — نموده بمردم که این است شاه
به بیجا درود آمد از هر کسش — همی رفت و خلقی روان از پسش
زعزت فرو هیچ نگذاشتند — که سبط پیمبرش پنداشتند
کسش باز نشناخت کان حیله ساخت — دلی اندغا هر کسی را شناخت
بمنزل شد و کرد درها فراز — در مکر و اندیشه را کرد باز
همه شب بخفت و در اندیشه بود — تو گفتی یکی دیو در شیشه بود
سحر که برآورد راز از نهفت — بمردم زهر گونه اندرز گفت
چنان کرد کز حیله و دمدمه — دل ساده مردان تهی شد همه
ز افسونش خلقی زره در شدند — ز مسلم بگشتند و کافر شدند
ندیدند دنیا و دادند دین — نیاید ز ناپاک مردم جز این
گرفتند او را و بردند زار — تنی چون کند چاره صد هزار
ببرید سرزان تن نامور — کز و کیفر بد کشد دادگر
تن پاک مسلم ابر دار کرد — بمسلم کجا کافر این کار کرد
نهفت آن مه روشنش زیر میغ — ازو جز دریغی نماند ای دریغ
جهانا بجویان بدی کیش تست — همه تیر بیداد در کیش تست

ای شب شده ۱۲ — مکر و فریب ۱۲
الف ندا مخاطب بجهان — یعنی تیردان ۱۲

بود زیر هر مهر تو کیفری / کلاهی نه بخشی که فر دهی سری

جهانا چه بی مهر و خونخواره‌ای / چه فرزندکش نام پتیاره

نگویم که با گردشت کام نیست / ولی مهر و کینت بهنگام نیست

یکی مهر بیند ز تو گاه جنگ / یکی جای شهد از تو نوشد شرنگ

گدا این جفای تو را بشمرم / که آز آتش دل بجوشد سرم

همان به کز این گفتها بگذریم / مگر گفته خود بپایان بریم

به یثرب چو از پیروان یزید / جهان تنگ شد بر امام شهید

بناچار از آن بوم دل برگرفت / تبرک ز یار پیمبر گرفت

بهانه حرم کرد و احرام بست / چو صید حرم گشت از آن دام جست

بدل گفت مانم در آن بوم و بر / که از مسلم و کوفه آمد خبر

مرا چون نه بیند در پیش خویش / بخوانند بیهوده در کیش خویش

زن و کودک و دخت و خواهر را / برادرش و پور برادرش را

پیمبر شنیدی که شد پیش از این / سوی یثرب از کعبه هجرت گزین

حسین از مدینه سوی کعبه تاخت / چو دشمن با ونرد و حیلت بباخت

نیا از نیا دیده جوری که دید / نبیره جفای نبیره کشید

ره کعبه قرب در پیش داشت / همه فکر قربانی خویش داشت

همی رفت و در راه فرخ سروش / نهانی فرو گفت هر دم بگوش

که قربانیت گرچه در عهد ماست / نه اینجاست قربانگهت کربلاست

یکی طوف این خانه مردانه کن / چو قربان کنی رو در آنخانه کن

که این سرزمین گرچه کوی منست / ولی سوی آنخانه روی منست

که این خانه را خشت از آب و گل است / مر آنخانه را خشت جان و دل است

در این خانه قربان ز حیوان کنند — در آنخانه قربان ز انسان کنند
درین خانه شور آب زمزم خوش است — در آنخانه چشمان پرنم خوش است
در اینخانه از جامه عریان شوند — در آنخانه از جامهٔ جان شوند
مرا با تو ای یار بازار هاست — چکارت بیثرب ترا کارهاست
سخن کوته آمد بشام آگهی — که یثرب ز آل نبی شد تهی
حسین از مدینه به بطحا شتافت — گر این چارهٔ کار بهتر نیافت
پر اندیشه شد خصم ناپاک راهی — یکی کیمیا ساخت با رهنمای
تنی چند را سیم و زر داد و گفت — که تا مکه باید بخورد و نخفت
بهانه بود حج و احرامتان — ولی قتل صید حرم کامتان
ز دشمن خبر بیشتر شد بشاه — حریم از حرم برد و آمد براه
بهمراهی او ز نزدیک و خویش — بدی از نبود کم ز نشتاو بیش
گروهی ز اعراب وادی و دشت — نه از راه بینش بر او گرد گشت
همه هر یکی بندهٔ آز بود — بسیم و بزر چشم شان باز بود
بلی آزمودن توانند جلوه گر — ز نر رو به ماده بر شیر نر
گر او در خوشی یار بسیار بود — بکو روز بد بایدش آزمود
پیاده یکی پیش آمد براه — ز مسلم بپرسید و از کوفه شاه
برون نامدم گفت از کوفه من — مگر دیدم از خون خویشش کفن
بگفت از بدی هر چه آمد بدو — شه از دیده سر داد و سیلی برو
بگفتا سپنجی است ملک جهان — جز از پاک داور نماند در آن
اگر یکسر افزود اگر جمله کاست — مرا دل همه آنچه او خواست خواست
سر ما چو گوی است و چوگان از او — پذیرفتن از ما و فرمان از او

همی رفت بر لب یزدان سپاس
بلی این بود مرد یزدان شناس

دگر روز کاین تازی نیزه باز
بر این توسن ابلق همی شد فراز

هر آنکس تماشا همی خواست کرد
به بنیده اش نیزه را راست کرد

ز لشکرگه آن شه ارجمند
شد آواز الله اکبر بلند

همی هر یکی داد شه را نوید
که از کوفه خرماستان شد پدید

شه از گفت ایشان شگفتی نمود
که خرماستانی درین ره نبود

چو یکباش ازین گفتگو درگذشت
ز انبوه لشکر سیه گشت دشت

بدانست لشکرگه خرماستان
سواران بود برکشیده سنان

که خرمای نیزه ست سرهنگشان
بلی کارزارست آهنگشان

بلی نامدارست و خنجرگداز
سواران بگردش دو باره هزار

پیاده شد از اسپ و آمد چو باد
بپای خداوند سر بر نهاد

شهش دید و پرسش نمود و نواخت
یکی پایه اش در خور مایه ساخت

بفرمود بهر چه کار آمدی
بزنهار یا کارزار آمدی

بلی آمدم گفت پرخاشخر
که نگذارمت پا نهی پیشتر

برای یزید از تو پیمان برم
چو سرتابی از تو سر و جان برم

شهش گفت من نامدم خویشتن
همه نامهاتان بود پیش من

نوشتند تا آمدم از حجاز
کنون نیز آن ره نه بسته ست باز

گذارید تا سوی بطحا روم
همانجا که بودم هم آنجا روم

بدو گفت حرکاری شه مؤتمن
کنون نیست این کار در دست من

سپهبد مرا گفته کز جای خویش
نمانم تو را تا نهی پای پیش

مگر کز تو پیمان ستانم همی
جز این رای رائی ندانم همی

مقوله امام علیه السلام که برای بچگان فردوس برین و بهشت لطافت قرین

نهفتش بگفت مادر بهرگ تو باد — ازین گونه گفتار کم کن تو یاد
نشناسی که تو باوه حیدرم — سرور دل پاک پیغمبرم
خلافت نه زان بزید از من است — نگین از سلیمان نه زاهرمن است
تو نیز ای جوان بخت آزاده مرد — که راه خطا آمدی باز گرد
اگر پیرو پاک پیغمبری — چرا دشمن دوده حیدری
یگانه خداوند داور فرد — مرا آزمون بد و نیک کرد
کسی کو بآیین من بگرود — چو بگذشت از اینجا بمینو رود
بمن گر ستیزد نه بیند بهشت — دریغ است مشاطه روی زشت
من آسوده بودم مرا خواستند — کنون کامدم حیله آراستند
جهان گر شود خصم من باش گو — کجا پیچم از یک جهان خصم رو
نگهدار من کردگار من است — حصار من این ذوالفقار من است
کز این دخت برگرد از تیغ زن — فزوده ست بر طعمه تیغ من
اگر جان ستانم وگر جان دهم — بفرمان دارای گیهان دهم
نیاورده ام تیغ بیرون ز لاف — نه از عجز کردستم اندر غلاف
چو کافر کشد تیغ کیفر کشم — کشم کیفر اما ز کافر کشم
بیاران بهشتی شوم دلفروز — ولی دوزخم چون شوم کینه توز
زمین را بپوزش ببوسید حر — دل و چشمی از خون و از اشک پر
بگفت ار کسی جز تو سرور مرا — ببردی چنین نام مادر مرا
من و او یکی زآن میان کشته بود — زخون یکی خاک آغشته بود
منت نام مادر چگونه برم — مگر نه بود دخت پیغمبرم
بپویم چنان راه آزرم را — بشویم چگونه ز رخ شرم را

اگر هول دوزخ فرامش کنم … بدستش و اندر خود آتش زنم
اگر سرکشی و اگر بگروی … منم بنده فرمان بهر چار روی
ولی با تو این سرزمین دشمنند … بکینش و با خوی اهرمن اند
گر اینجا بمانی شوی دستگیر … شوند این گروه دغا بر تو چیر
بگفت و بآن شاه سوگند داد … بیزدان که بنیاد گیتی نهاد
بپیکر نیاره پایب و بپستوده نام … بجان نیا آن شه نیک نام
که با این ستم پیشگان کم ستیز … مزن خویش را بر دم تیغ تیز
دلم بر تو لرزد که گردی تباه … نبه خشم و بر خویشتن بد مخواه
شهنش بگفت کز مرگ ترسا نیم … از یرا که چون خویشتن دانیم
مرا در جهان بیمی از مرگ نیست … بگیتی که دیدی که جاوید زیست
اگر بد نوشته ست یزدان بمن … نبشته نگردانم از خویشتن
نه هر جنگ را در پی مرگ است بار … نه هر آشتی را است عمر دراز
بسا زخم کش عمر باید ز پس … بسا لقمه کو بست راه نفس
چو دم را شمار است چون دم زنیم … ز بیش و کم آن به که دم کم زنیم
چو باید سرآورد در زیر ننگ … که افزون کنی در زمانه درنگ
به از جای در کام شیران کنم … که با ناخدا ترس پیمان کنم
به کافر کجا سر در آید مرا … بهل تا زمانه سر آید مرا
بگفت و باسپ اندر آورد پای … گز آنجا که آمد شود باز جای
گرفتش عنان گفت مرد دلیر … که نگریزد از جنگ روباه شیر
دمی باش کاید سپهدار ما … به بندد میان یا تو باز ار ما
گمانم که او را دل و جان به تست … مگر بر تو این کار گردد درست

و دیگر که بر مانه گیرد گناه ‏ ‏ که چونش بدید و داد بدرام

بباید شود کار پیش امیر ‏ ‏ زن و کودک ما شود دستگیر

چو بشنید گفتار او را زبیر ‏ ‏ نیامد از آن گفته اش بوی خیر

بشه گفت این قوم تا اندک اند ‏ ‏ توان بیخ نورسته از جای کند

بترسم که چون لشکر افزون شود ‏ ‏ مبادا که اختر دگرگون شود

بفرمای تا تیغ کین بر کشیم ‏ ‏ که ایشان چو خارند و ما آتشیم

چو این خاربن شد تناور درخت ‏ ‏ بناچار بر ما شود کار سخت

نشد شه باین گفته همداستان ‏ ‏ بگفت این نباشد ره راستان

من اول نخواهم بکین آختن ‏ ‏ مگر آنکه دشمن کند تاختن

دل روشن من نشد کاخ دیو ‏ ‏ که باشد نظرگاه گیهان خدیو

مرا امتحان همان کرده اند ‏ ‏ جهان مرا امتحان کرده اند

مرا باید اینان شناسند باز ‏ ‏ نماند بر ایشان نهان هیچ راز

مبادا چو از دین کرانه کنند ‏ ‏ بر او دگر این بهانه کنند

که بیگانه بود در کیش ما ‏ ‏ روا بود دیگر او پیش ما

ز بیگانه اش باز نشناختیم ‏ ‏ بخونش ندانسته پرداختیم

چو فرسو از هر سو شوند انجمن ‏ ‏ همه دشنه آهیخته بر خون من

میان دو صف بایدم ایستاد ‏ ‏ همی نام خود گفت و آواز داد

که رازم بر ایشان نماند نهان ‏ ‏ مرا آن زمان نیست پروای جان

اگر من شوم کشته بر بی گناه ‏ ‏ بخونم بود پاک یزدان گواه

وگر من از ایشان کشم پاک نیست ‏ ‏ چو بینم از ایشان یکی پاک نیست

بیاران همی رفت و میگفت راز ‏ ‏ ز هر سو زمین نام محبت باز

بکشتی رسیدند از آب دور — بگرمی هوا آتش چو سوزان تنور

ز یاران بپرسید کاینجا کجاست — یکی گفت کاین سرزمین کربلاست

چو از کربلا نام بشنید شاه — بگفتا سرآمد بما رنج راه

بمردان ما زین پس آسودن است — زنان را که رنج و فرسودن است

چو سر نجستم آسوده باشم ز رنج — که رنجیده ام زین سرای سپنج

پیاده شد و گفت کاید فرود — بفرمانش از یاوران هر که بود

بگفتا سراپرده برپا کنید — سر خیمه را تا ثریا کنید

همه روی هامون سراپرده شد — سپهر برین سایه پرورده شد

پس بارگه خیمهای حرم — برافراخت یک یک بپهلوی هم

بدور حرم جای خویشان همه — همه دور خویشان سپاه و رمه

بگرد سراپرده خندق بکند — چنان چون کنند از در شهربند

چو شد کنده با خار انباشتند — بدشمن بنجو در راه نگذاشتند

چو زین طشت پیروزه زرین ترنج — نهان گشت و آسوده لشکر ز رنج

طلایه برون شد ز هر دو سپاه — چه از خیل دشمن چه از خیل شاه

همی تا سحر پاس هم داشتند — یکی را بنزدیک نگذاشتند

همه شب ز بیمهری روزگار — سخن گفت آن سرور کامگار

ز یحیی گهی گفت و مظلومیش — ز عیسی گهی خواند و محرومیش

ز مردان که جام بلا می کشند — ز خوبان که زهر فنا می چشند

بیثرب یکی نامه بنوشت نغز — برآورد یکباره دانای مغز

گزین خاکدان دل بپرداختیم — وطن گاهی از لامکان ساختیم

ز گیتی بجستیم چو تیر از کمان — سپردیم جهان را باهل جهان

جهان راز سر هیچ پنداشتیم — ره ملک جاوید برداشتیم
برانم که گیتی نبود از نخست — نه زین هیچ شاخی چو من نیز رست
چو آن نامه انجام پذرفت شاه — وضو کرد و آمد بآرام گاه
نیاسود از بندگی یکزبان — چنین تا برآمد سپیده دمان
چو چشم زمانه برآمد ز خواب — برآمیخت کافور با مشک ناب
دو لشکر سر از خواب پیراستند — پرستش گری را بپا خاستند
برآمد چو یک نیزه گیتی فروز — پدیدار شد لشکری کینه توز
زمین از سپه شد چو دریای قیر — سپهدار لشکر حصین نمیر
شمار سپه چار باره هزار — همه گرد و خنجر کش و نیزه دار
پس پشت او شش هزار دگر — رسیدند اندر آن دشت پر شور و شر
سپهدارشان شیث ربعی ز رشت — که در دل همه تخم بیداد کشت
وزان پس بیامد سپاهی بزرگ — گرازان همه چون دم آهنج گرگ
همه روبه آسا ولے در ستیز — بشیر خدا کرده چنگال تیز
بکین خواهی دین کشاده کمان — خداوند دین را نموده نشان
سران سپه پور ناپاک سعد — که در رزم بودی خروشان چو رعد
فزون گشت آن لشکر از صد هزار — چه جنگی پیاده چه تازی سوار
چو آمد صف آراست از بهر جنگ — نه اندیشهٔ دین نه پروای ننگ
به پیش صف استاد و آواز داد — که سالار ما گفته پور زیاد
که از سبط پاک نبی نگذریم — مگر زیر حکم یزیدش بریم
تو نیز ای یگانه بزرگ حجاز — مکن کار بر ما و بر خود دراز
اگر دست بیعت درآری برآر — وگرنه بنه پای در کارزار[1]

[1] آمادهٔ جنگ شوی ۱۲

اگر جنگ جوئی من آماده ام — وگر آشتی نیز استاده ام

ولی بهتر آن دانم ای خوب کیش — که زین سیل دور افگنی رخت خویش

بجز سر نهادن ترا چاره نیست — براه بلا تا توانی مایست

شهش گفت کای مرد تیره رای — بخیره ستیزه مکن با خدای

میازار از خود پیمبرش را — ملرزان ز اندوه من عرش را

تو بر من ازینسان شناساتری — چه این گفتها در میان آوری

مرا مام زهرا پدر حیدر است — نژاد گرامی پیغمبر است

نه بیهوده زین دوده فخر آورم — که پورش بر پور صخر آورم

تو یزدان نهی راهبر من کو ئیم — دلت چون دهد کاین سخن گویم

همانا که از کیش برگشته — چه خوردی که آسیمه سرگشته

نبشته پور سعد از سر کینه گفت — که این گفتگو با خرد نیست جفت

جهان را همه با یزید است روی — تو تنها چه خواهد شدن گو بگوی

همه دستهاشان بدست یزید — چرا رنج خود را کنی بر مزید

جهانی بدین کار هم داستان — تو نیز آنچنان شو که باشد جهان

برآشفت و گفت آن شه راستین — که ای بهر دنیا ز کف داده دین

بیند ز فتنه مردم ار سود بود — بخود رائی اهریمن بهبود بود

نه آخر پذیرفته بودند لات — هبیل را نیایش کنان با منات

بیزدان پرستی چه بودی نیاز — بر پاک داور که بردی نماز

چه بودی پیمبر فرستادنش — جهان را بخویش آگهی دادنش

به بت گر نیایش روا بودئی — کجا بت شکستن سزا بودئی

اگر سجده درخور دکوساله بود — چرا آن نکوهش بدنباله بود

نه اهل سپا خواستند آفتاب
چرا باپذیرفتن آن کرده
نه هر چ آدمی کرد بر خود پسند
چو در ره بود دیو و رهزن بسی
از اینها همه بگذر ای مرد کار
تمامرمرا خواستند اینمه
چرا هیچ تان شرم و آزرم نیست
یکی شرم را پیش چشم آورید
تو ای پور سعد این همه بد مخواه
مکن داوری با خداوند خویش
من اینها که گویم ز تشویش نیست
دلم بر تو لرزد که کافر شوی
وگرنه مرا تا روان در تن است
علی را همانا تو با ذوالفقار
مرا دید خواهی درین رزمگاه
غریوان برون آیم از پیش صف
چو فردا شود کارزار حسین
درین دشت با کوشش حیدری
بخندق هنرهای فسخ پدر
بلالی بدید آرم از ذوالفقار
کز اینها که گفتم ندارای بیاد

هم آن گبر آتش هم آن هندو آب
در آب و در آتش نماندی شکوه
پسندد برادر زیرک هوشمند
به تنها نشاید شدن هر کسی
نه من مرشمارا شدم خواستار
کنون کامدم چیست این دمدمه
ز من تان حیا و ز خدا شرم نیست
مبادا خدا را بخشم آورید
بجو و برمکن هردو گیتی سیاه
ببخشای بر خویش و پیوند خویش
که جز مرگ کس را رهی پیش نیست
گر از کینه با من برابر شوی
ز یزدان نه پروای اهرمن است
بسا دیده باشی تو در کارزار
بکف تیغ رخشان به پیش سپاه
علی بینی و ذوالفقارش بکف
بچشم آردت کارزار حسین
کنم تازه هنگامهٔ خیبری
همی دید خواهی ز فسخ پسر
نمایم چو خورشید بدر آشکار
چرا زرم صفین نیاری بیاد

ز هر کس بپرسی بیاوار دت | یلی کودک خسرو نشار دت
که من در رکاب گرامی پدر | چها کردم از کوشش و کر و فر
همه دشت پر لشکر شام بود | که در رزمشان از ظفر کام بود
ز مردان با تشنگی برده تاب | گر از سو بد آتش و زان سو بد آب
ز لشکر برون تاختم تک تنه | پس پشت کردم سپاه و بنه
بسا شط که از خون روان ساختم | که این شط از ایشان بپرداختم
پدر بوسها زد بر خسار من | چو دید آنچنان گرم بازار من
بافسوس چندی بمن بنگریست | همی خورد افسوس بر من گریست
که می بینمت کاندرین سرزمین | چو شیری و گرگانت اندر کمین
تنی دستگیر هزار اژدها | نشان خدنگ این تن پربها
شود بوسه جای نبی جای تیغ | بروز تو گریان شود ماه و میغ
ننوشی جز از چشمهٔ تیغ آب | نپوشی کفن جز ز پر عقاب
صبا بر تنت پرده داری کند | هوا بر سرت اشکباری کند
چو لاله جوانان مشکینه موی | ز خون کرده رخ شسته از موی روی
پیمبر نژادان بطحا مقام | گرانید بی پرده چون خور بشام
بر آن خرد سالان بی مام و باب | زمین مهد کرده چراغ آفتاب
گرفتار کردند آزادگان | قریشی زنان هاشمی زادگان
تو را ایزد آن روز یاری دهد | بدانا دلت استواری دهد
که آن روز دل بایدت استوار | نه هرجا بود نیروی تن بکار
چه نازی بتن چون دلاور دل است | گرا دل نلرزد دلاور کسی است
بدر گفت و گفتش همه بود راست | سپنجی جهان جاودانه کراست

چه ساریم کاین زو چنان خواسته است / که افزوده بر آنچه او کاسته است

بفردا من و تیغ و میدان کین / بر آن تا چه خواهد جهان آفرین

مایوسی امام ذی الکرام از مکاری غداری ابن زیاد علیه الملام و آمادگی برای رزم کام و ناکام شریک ماندن مردمان حرم از همراهی گزیدن تا فرجام

چو خورشید ازین سبز خرگه گذشت / بیامد بخرگاه از آن پهن دشت

ز یاران یکی انجمن کرد نغز / نهان کرد پیدا چو از پوست مغز

همی گفت هیچ از نیا و پدر / بجز راست نشنیده ام سر بسر

از ایشان مرا مژده هست راست / که فردا ز عمر آخرین روز ماست

من و هر که همراه دارم ز مرد / بخواهیم جان باخت در این نبرد

بجز پاک فرزند بیمار من / کز او در جهان ماند آثار من

زبون نیستم در زبون نیستم / منم بندهٔ ایزد او نیستم

بگیتی اگر شاه اگر بنده بود / بجز پاک یزدان که پاینده بود

درین ره کسی کو بهمراه ماست / هواخواه خود یا هواخواه ماست

ز ما هر کرا دیده باشد بزر / زر از دشمن ماست گو پیشتر

وگر با خداوند کارست زوش / من اینجا و اینجا بود آرزوش

که مرد دو دل روی آن شه نیافت / بکار روی شه کرد این ره نیافت

حریف دو دل کو یکی را بهل / نگنجد یکی آرزو در دو دل

چو یکدل شدی سوی جانان گرای / ز بیراهه دل سوی جان گرای

چو این پاک لفظ از لب شاه جست / مگر هر یکی بهر راهی به بست

هر آنکو خریدار دنیا براند / هر آنکو طلب کار مولی بماند

ز رفته چه پرسی که تنگ آورم / ازین داستان دل به تنگ آورم

گر از صد هزاران یکی در میان
یکی از هزاران گرفتار رها
چو برگشت چون بخت خود سیکی
برفتند آنان که جستند سود
قضا بین که جستند راه نجات
چه مرگی کز او مرگ خوشتر بود
چو آن نیکبختان آزاده دل
برایشان دری باز گشت از بهشت
مکافات هر خوبی و هر بدی
چو از نور دل چشمشان باز شد
کسانی که گشتن نبد بهرشان
یکی خورد شمشیر شیران کشای
در آهن مگر دست شد جلوگر
[illegible] سالان پرده سرای
[illegible] انجام خویش
[illegible] بکندند موی
[illegible] اختر فشان
[illegible] درد راز دیار
چه شد که تو ای شاه برگشته بخت
زمانه چرا تنگ بر ما گرفت
حرم گر بال جگر تنگ بود

بماند هنوز هش تو بسیار دان
بر ما برکم افتد بکردار ها
ز یاران بر شاه ماندند کی
ولی چون بجستند چیزی نبود
سوی مرگ رفتند از بهر حیات
بر بلندیش مرگ شکر بود
ستادند بر مرگ شکرده دل
که دیدند انجام هر خوب و زشت
گذشته از آن داده ایزدی
همی هر یک از شوق جانباز شد
اسیری گوارا شد از دهر شان
یکی بر و زنجیر گردن گزای
که عشاق پیشش نهادند سر
زیاران بدبند پرداخته جای
گرستند بر جان ناکام خویش
نشستند مویه کنان و بر وی
و دیا قوت رنگونه گوهر فشان
سپه رفته خود مانده تنها دراز
چرا تخته را برگزیدی نه تخت
که اختر ز ما روز خوش وا گرفت
بنا لستان در صف جنگ بود

[illegible]

[illegible]

درین بی پناهی بمایا گو — مهاجر کجا رفت و انصار کو

نبی کو بیا نوبهارت ببین — بیا عرش کو گوشوارت ببین

علی کو بیا نور عینت نگر — یکی چشم بگشا حسینت نگر

بگو هر زمین آی روح الامین — پراگنده اوراق مصحف ببین

چه کرده است عیسی که دارش کشند — چه گفته است یحیی که زارش کشند

گناهش چه یوسف که چاهی شود — چه بد کرد یونس که ماهی رود

سرائی که که زهره بر بام داشت — درا وکه چو زهرائی آرام داشت

چرا دل نگردد ز غم چاک چاک — که شد زهره بر چرخ و زهرا بخاک

جهانا نه این مرد پیغمبر است — بجان تو کاین کیفر کافری است

کسی را که خود بر شکم سنگ بست — ز سنگش نه زیباست دندان شکست

بیکبار مابت پیمبر شکافت — دوباره علی از تو کیفر بیافت

حسن را که دیدی جگر خواره اش — جگر کردی از زهر صد پاره اش

یکی پیش ازین بود و ه نهاده — که اکنون بکا روسے افتاده

بماز آن همه لاله جز داغ نیست — که چون [illegible]

فروغ شبستان چو بر شد بماه — بیاید بکی [illegible]

بیامد همه خواهران را بخواند — جگر پارگان [illegible]

چنین گفت با مهربان خواهرش — ز مهر [illegible]

که ای در جهان یادگار بتول — ز دور زمانه مبادی ملول

مگر نه تو نوباوه حیدری — مگر نه گل باغ پیغمبری

مگر نه بتول است مادر ترا — مگر نه حسن شد برادر ترا

رهی بوده سختی گشتن ز گا[illegible] — بماند وه دل مچو کوه استوار

همه زهر نوشان محنت کشان / سراسر ز جام بلا سرخوشان
همه دُرد نوشان مینای درد / ندانند در دل مگر جای درد
کی از رنج و سختی پریشان شدند / تو نیز آنچنان باش کایشان شدند
چو پیوند تن بگسلد جان من / همین است و بس با تو پیمان من
که با بی پدر مادران و سفر / گهی مام باشی و گاهی پدر
مراگشته دان کودکان را اسیر / علی را ز زنجیر و خود دستگیر
تو ای خواهر آماده شام باش / جگر خوار و خون دل آشام باش
مزن سنگ بر سینه مخراش روی / ولی مویه را هرچه خواهی بموی
مپیچان دل از انده روزگار / که از ناشکیبان شوی در شمار
ز اندوه بخرد نه لرزد همی / که گیتی بانده نیرزد همی
مراگشته چون پیش چشم آوری / مبر خشم کایزد بخشم آوری
سر آمد چو با خواهران گفتگوی / بدل جوئی دیگران کرد روی
بسی گفت اندرز و بس پند داد / بهریک جداگانه سوگند داد
که از دامنم چون بدارید دست / بدامان صبر اندر آرید دست
روا نیست برکندن موی را / نه از نیم خراشیدن روی را
ولی گریه بسیار بر من کنید / که بر آتش سینه آبی زنید
بگفت این و در شد بخلوت سرای / نیایش کنان پیش یکتا خدای
بمالید رخسار بر تیره خاک / همه عنبر آلود شد خاک پاک
بنالید کای پاک پروردگار / تو دانی که بنودم جز تو یار
همه مایه هست و بودم ز تست / عدم بودم اول وجودم ز تست
بدیدی ز اهل سعادت مرا / بدادی نوید شهادت مرا

از آن دم که مادر مرا زاده است — نیا از تو این مژده ام داده است

ز پنجه فزون سال پیموده ام — همه عمر در آرزو بوده ام

چنان می نماید ز سامان کار — که فردا سر آید بمن روزگار

من این خردسالان نومید دل — عزیزان نارسته از آب و گل

غریبان از منزل آوارگان — همه بی نصیبان بیچارگان

یکی را ز خاری بفرسوده پای — نبوده جز آغوش دامانش جای

چگونه سپارم بدست بلا — بصد نائره و رنج و غم مبتلا

چو خود را نه بیند به پهلوی من — سر خویشتن را بزانوی من

چسان هر یکی را رود دل ز تاب — چگونه رود چشم هر یک بخواب

تنی را که تنها پرستنده بود — به تنها تواند چسان زنده بود

بنازآنکه پیمود راهی سوار — چگونه رود پا برهنه به خار

همه نورس و نازپرور همه — نژاد گرامی پیمبر همه

به نخجیر قومی وغا چون روند — سوی شام از کربلا چون روند

خدایا نگهدار ایشان تو باش — اگر من شدم یار ایشان تو باش

تو آگاهی از جان غم پرورم — تو لی [illegible]

مرا هرچه کلک تو بر سر نوشت — نخو [illegible]

بگفت و بخواب اندر آورد سر — برا [illegible]

بجد و برادر بباد پدرش — همی [illegible]

یکی شاخ ریحان بر آورد تبول — که ا [illegible] ریحان [illegible]

به پیموده راه و درود و راز — سوی نینوا از زمین حجاز

گرت شوق بام اسعد و باب نیا — نه بسته است ره خیز و اید [illegible]

برادر بمینو هوا خواه تست / پدر با نیا چشم در راه تست

چه پایی درین خاک پر شور و شر / بدور تو زانبوه دشمن حشر

همانا براه تو سد است پیش / ز تیمار این خرد سالان خویش

مبیندیش از رنج و تیمار شان / که ایزد بهر بد بود یار شان

بکوش امشب ای گوهر گنج من / که خود را رسانی باین انجمن

گمانم که هنگام دوری رسید / تو را روز کار صبوری رسید

نخواهی دگر دید روی مرا / بمینو بری آرزوی مرا

تمام شد